الله جل جلالہ
خطبات فقیر
جلد نہم
ترکِ دنیا
شیطان کے ہتھکنڈے
مخلوق کی محبت
اصلاحِ نفس
رمضان المبارک کے فضائل
پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، مفکرِ اسلام
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ
مکتبۃ الفقیر
223 سنت پورہ، فیصل آباد
+92-041-2618003

محبوب العلماء والصلحاء

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

محمد حنیف نقشبندی

نام کتاب ——— خطباتِ فقیر جلد نہم

از افادات ——— حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

مرتب ——— محمد حنیف نقشبندی

ناشر ——— مکتبۃ الفقیر
223 سنت پورہ فیصل آباد

اشاعت اوّل ——— جولائی 2003ء

اشاعت دوم ——— اپریل 2004ء

اشاعت سوم ——— جنوری 2005ء

اشاعت چہارم ——— دسمبر 2005ء

اشاعت پنجم ——— نومبر 2006ء

اشاعت ششم ——— جون 2007ء

اشاعت ہفتم ——— جون 2008ء

اشاعت دہم ——— [illegible] 2010ء

تعداد ——— 1100

کمپیوٹر کمپوزنگ ——— فقیر شاہ محمود نقشبندی

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

❁❁❁❁

محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم کے علوم ومعارف پر مبنی بیانات کو شائع کرنے کا یہ سلسلہ خطبات فقیر کے عنوان سے ۱۹۹۶ء بمطابق ۱۴۱۷ھ میں شروع کیا تھا اور اب یہ نوویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ جس طرح شاہین کی پرواز ہر آن بلند سے بلند تر اور فزوں سے فزوں تر ہوتی چلی جاتی ہے کچھ یہی حال حضرت دامت برکاتہم کے بیانات حکمت ومعرفت کا ہے۔ ان کے جس بیان کو بھی سنتے ہیں ایک نئی پرواز فکر آئینہ دار ہوتا ہے۔ یہ کوئی پیشہ ورانہ خطابت یا یاد کی ہوئی تقریریں نہیں ہیں بلکہ حضرت کے دل کا سوز اور روح کا گداز ہے جو الفاظ کے سانچے میں ڈھل کر آپ تک پہنچ رہا ہوتا ہے۔ دورانِ بیان رخِ انور پر فکر کے گہرے سائے زبانِ حال سے یہ کہہ رہے ہوتے ہیں

میری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ
کہ میں ہوں محرمِ رازِ درونِ خانہ

''خطبات فقیر'' کی اشاعت کا یہ کام ہم نے بھی اسی نیت سے شروع کر رکھا ہے کہ حضرت دامت برکاتہم کی اس فکر سے سب کو فکر مند کیا جائے۔ الحمد للہ کہ

ادارہ مکتبۃ الفقیر کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ حضرت دامت برکاتہم کے ان بیانات کو کتابی صورت میں استفادۂ عام کے لئے شائع کرتا ہے۔ ہر بیان کو احاطۂ تحریر میں لانے کے بعد حضرت دامت برکاتہم سے اصلاح کروائی جاتی ہے، پھر کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کا کام بڑی عرق ریزی سے کیا جاتا ہے اور آخر پر پرنٹنگ اور بائینڈنگ کا پیچیدہ اور تکنیکی مرحلہ آتا ہے۔ یہ تمام مراحل بڑی توجہ اور محنت طلب ہیں جو کہ مکتبۃ الفقیر کے زیر اہتمام سرانجام دیئے جاتے ہیں پھر کتاب آپ کے ہاتھوں میں پہنچتی ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اشاعت کے اس کام میں کہیں کوئی کمی یا کوتاہی محسوس ہو یا اس کی بہتری کے لئے تجاویز رکھتے ہوں تو مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

بارگاہ ایزدی میں یہ دعا ہے کہ اللہ جل شانہ ہمیں حضرت دامت برکاتہم کے بیانات کی بازگشت پوری دنیا تک پہنچانے کی توفیق نصیب فرمائیں اور اسے آخرت کے لئے صدقہ جاریہ بنائیں۔ آمین بحرمت سید المرسلین ﷺ

ڈاکٹر شاہد محمود نقشبندی عفی عنہ
خادم مکتبۃ الفقیر فیصل آباد

مشاہدات

اللہ رب العزت کا بہت ہی فضل وکرم اور احسان ہے کہ فقیر کو گزشتہ تین سال سے ہر سال رمضان المبارک کے آخری عشرے میں حضرت کی معیت میں زیمبیا (افریقہ) میں اعتکاف کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ محترم محمد حنیف صاحب کی گرانقدر کاوش سے حضرت کے زیمبیا میں ہونے والے بیانات کا یہ پہلا مجموعہ ''خطبات فقیر جلد نہم'' تیار ہوا تو انہوں نے فقیر سے کہا کہ قارئین کرام کے استفادے کیلئے کچھ وہاں کے چشم دید حالات تحریر فرمادیں، قارئین جب ان بیانات کو پڑھیں گے اور پس منظر کا ماحول اور شرکاء کی کیفیت بھی ان کے پیش نظر ہوگی تو گویا ان محفلوں میں ان کی غائبانہ شرکت ہو جائے گی۔ عاجز تحریر کی لائن کا آدمی تو نہیں بس جو حالات بھی وہاں دیکھتا رہا سادہ الفاظ میں بلاکم وکاست پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔

یوں تو حضرت کے بیانات کا سلسلہ افریقہ کی بہت سی ریاستوں میں وقتاً فوقتاً چلتا رہتا ہے۔ تاہم رمضان المبارک میں حضرت اقدس اطراف کے بعض ممالک مثلاً موزمبیق، زمبابوے، ساؤتھ افریقہ، ملاوی وغیرہ کا دورہ کرنے کے بعد آخری عشرے کا اعتکاف لوساکا (زیمبیا) میں فرماتے ہیں۔ محترم یونس سلیمان صاحب کو ہر سال میزبان بننے کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ حضرت کی آمد کے

وقت وہاں کے شہریوں کا جوش وخروش دیدنی ہوتا ہے۔علماء وصلحاء کی بڑی تعداد استقبال کیلئے ایئر پورٹ پہنچتی ہے۔بعض حضرات کے تو بچے بھی ہمراہ ہوتے ہیں جو حضرت کو گلدستے پیش کرتے ہیں۔ یہ بچے سنت لباس میں ملبوس، جبہ وعمامہ میں بہت بھلے لگتے ہیں۔ایک دفعہ تو ایئر پورٹ پر کام کرنے والی ایک خاتون نے پوچھ ہی لیا کہ حضرت! یہ آپ کے پوتے ہیں؟فرمایا ''جی ہاں'' کہنے لگی'' اتنے سارے؟''فرمایا''اور بھی ہیں''۔وہ ایک بچے کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگی کہ یہ مجھے دے دیں بہت پیارا ہے،فرمایا''اتنے فالتو بھی نہیں''......

اعتکاف کا انتظام جامع مسجد نور لوساکا میں کیا جاتا ہے۔مستقل **معتکفین** کی تعداد سو سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ان میں عوام الناس کے علاوہ علماء صلحاء اور بعض دیگر مشائخ طریقت کے خلفاء کی بڑی تعداد موجود ہوتی ہے۔پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، وسط ایشیائی ریاستوں اور افریقی ریاستوں سے بھی علماء کی جماعتیں شریک ہوتی رہتی ہیں۔مستقل **معتکفین** کے علاوہ بہت سے مقامی لوگ بھی اپنی معاشی سرگرمیوں کے حساب سے جزوی طور پر اعتکاف کرتے ہیں۔

روزانہ تین نشستیں ہوتی ہیں،

(۱) مستورات کیلئے ڈیڑھ دو گھنٹے کی مستقل نشست صبح دس بجے ہوتی ہے جس میں کم وبیش ایک ہزار مستورات دور دراز کا سفر کر کے شریک ہوتی ہیں۔

(۲) عصر کے بعد مرد معتکفین حضرات کیلئے خصوصی نشست ہوتی ہے۔

(۳) عشاء کے بعد ڈھائی گھنٹے کی عمومی نشست ہوتی ہے جس میں شہر کے اطراف سے کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ اتوار کے دن ظہر کے بعد نوجوانوں کیلئے بھی ایک خصوصی نشست ہوتی ہے۔

بیانات کے دوران مائیک کو ریڈیو ٹرانسمیٹر سے بھی منسلک کر دیا جاتا ہے جس سے دور دراز کے لوگ بھی براہ راست ان بیانات سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

ان محفلوں میں ہونے والے حضرت کے بیانات نہایت پر مغز، پر حکمت، اور جامع ہوتے ہیں اور پھر حضرت کی روحانی توجہات انہیں دو آتشہ بنا دیتی ہیں۔ چنانچہ حاضرین پر رقت قلب کی وجہ سے گریہ طاری ہو جاتا ہے۔ دعا کے دوران آہ وفغاں کا منظر عجیب ہوتا ہے۔ بلا مبالغہ اس ایک عشرے میں پیدا ہونے والی روحانی واردات و کیفیات کو حاضرین سارا سال محسوس کرتے رہتے ہیں۔

یہ کتاب حضرت کے انہی بیانات حکمت و معرفت کا مجموعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر دے جنہوں نے ان بیانات کو محفوظ کرنے میں، ترتیب دینے میں اور شائع کرنے میں اپنا مقدور بھر حصہ ڈالا۔ خصوصاً محترم محمد حنیف صاحب، ڈاکٹر شاہد محمود صاحب اور حاجی صدیق صاحب کا جماعت پر بہت احسان ہے کہ وہ حضرت شیخ کے خطبات کی اشاعت میں کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائیں اور انہیں اجر جزیل عطا فرمائیں۔ آمین

مولانا حبیب اللہ

ناظم دارالعلوم جھنگ (پاکستان)

الحمد لله الذی نور قلوب العارفین بنور الایمان و شرح صدور الصادقین بالتوحید و الایقان و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا محمد و علیٰ اله اصحابه اجمعین . اما بعد!

اسلام نے امت مسلمہ کو ایسے مشاہیر سے نوازا ہے جن کی مثال دیگر مذاہب میں ملنا مشکل ہے۔ اس اعتبار سے صحابہ کرام ؓ صف اول کے سپاہی ہیں۔ جن میں ہر سپاہی اصحابی کالنجوم کے مصداق چمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہے، جس کی روشنی میں چلنے والے اهتدیتم کی بشارت عظمیٰ سے ہمکنار ہوتے ہیں اور رشد و ہدایت ان کے قدم چومتی ہے۔ بعد ازاں ایسی ایسی روحانی شخصیات صفحۂ ہستی پر رونق افروز ہوئیں کہ وقت کی ریت پر اپنے قدموں کے نشانات چھوڑ گئیں۔

عہد حاضر کی ایک نابغۂ عصر شخصیت، شہسوار میدان طریقت، غواص دریائے حقیقت، منبع اسرار، مرنج انوار، زاہد زمانہ، عابد یگانہ، خاصہ خاصان نقشبند، سرمایۂ خاندان نقشبند حضرت اقدس مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم العالی مادامت النہار والیالی ہیں۔ آپ منشور کی طرح ایک ایسی پہلو دار شخصیت کے حامل ہیں کہ جس پہلو سے بھی دیکھا جائے اس میں قوس قزح کی مانند رنگ سمٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ کے بیانات میں ایسی تاثیر ہوتی ہے کہ حاضرین

کے دل موم ہو جاتے ہیں۔ عاجز کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ ان خطبات کو تحریری شکل میں یکجا کر دیا جائے تو عوام الناس کے لئے فائدہ کا باعث ہوں گے۔ چنانچہ عاجز نے تمام خطبات شریف صفحۂ قرطاس پر رقم کر کے حضرت اقدس کی خدمت عالیہ میں تصحیح کے لئے پیش کئے۔ الحمد للہ کہ حضرت اقدس دامت برکاتہم نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود ذرہ نوازی فرماتے ہوئے نہ صرف ان کی تصحیح فرمائی بلکہ ان کی ترتیب و تزئین کو پسند بھی فرمایا۔ یہ انہی کی دعائیں اور توجہات ہیں کہ اس عاجز کے ہاتھوں یہ کتاب مرتب ہو سکی۔

ممنون ہوں میں آپ کی نظر انتخاب کا

حضرت دامت برکاتہم کا ہر بیان بے شمار فوائد و ثمرات کا حامل ہے۔ ان کو صفحات پر منتقل کرتے ہوئے عاجز کی اپنی کیفیت عجیب ہو جاتی اور بین السطور دل میں یہ شدید خواہش پیدا ہوتی کہ کاش کہ میں بھی ان میں بیان کردہ احوال کے ساتھ متصف ہو جاؤں۔ یہ خطبات یقیناً قارئین کے لئے بھی نافع ہوں گے۔ خلوص نیت اور حضور قلب سے ان کا مطالعہ حضرت کی ذات بابرکات سے فیض یاب ہونے کا باعث ہوگا۔

اللہ رب العزت کے حضور دعا ہے کہ وہ اس ادنیٰ سے کوشش کو شرف قبولیت عطا فرما کر بندہ کو بھی اپنے چاہنے والوں میں شمار فرمالیں۔ آمین ثم آمین

فقیر محمد حنیف عفی عنہ
ایم اے۔ بی ایڈ
موضع باغ، جھنگ

حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَةٍ

یہ بیان ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ مطابق ۷ دسمبر ۲۰۰۱ء کو زیمبیا میں ہوا۔ مخاطبین میں علماء، صلحاء اور عوام الناس کی کثیر تعداد تھی۔

اقتباس

مال کی مثال پانی کی سی ہے۔ کشتی کے چلنے کے لئے پانی ضروری ہے۔ مگر کشتی تب چلتی ہے جب پانی کشتی کے نیچے ہوتا ہے۔ اور اگر نیچے کی بجائے پانی کشتی کے اندر آجائے تو یہی پانی اس کے ڈوبنے کا سبب بن جائے گا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ اے مؤمن! تیرا مال پانی کی طرح ہے اور تو کشتی کی مانند ہے، اگر یہ مال تیرے نیچے رہا تو یہ تیرے تیرنے کا ذریعہ بنے گا اور اگر یہاں سے نکل کر تیرے دل میں آگیا تو پھر یہ تیرے ڈوبنے کا سبب بن جائے گا۔ اس لئے ثابت ہوا کہ اگر مال جیب میں ہو تو وہ بہترین خادم ہے اور اگر دل میں ہو تو بدترین آقا ہے۔

(حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ)

ترک دنیا کی حقیقت

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا (بنی اسرئیل:۱۹)

وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلدُّنْيَا دَارُ مَنْ لاَ دَارَ لَهٗ وَ مَالُ مَنْ لَّا مَالَ لَهٗ وَ لَهَا يَجْمَعُ مَنْ لَّا عَقْلَ لَهٗ

او کما قال علیه الصلوة و السلام

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ. وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ

دنیاداروں کے لئے لفظ ''جناب'' کا تحفہ:

اردو زبان کے کچھ الفاظ ایسے ہیں کہ ان کا ہر ہر حرف بڑا بامعنٰی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک جگہ پر کچھ انگریزی خواں لوگ تھے۔ وہ دینی طلبہ کو بہت تنگ کرتے تھے۔ وہ عربی مدارس کے طلباء کو کبھی قربانی کا مینڈھا کہتے، کبھی کچھ کہتے کبھی کچھ کہتے، ایک دن وہ سب طلباء مل بیٹھے اور کہنے لگے کہ ان انگریزی خواں

لوگوں کے لئے کوئی ایسا لفظ بنائیں جس میں ان کی ساری صفات آ جائیں۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ ان میں ہوتا کیا کچھ ہے۔

ایک نے کہا کہ ان میں بڑی جہالت ہوتی ہے۔

دوسرے نے کہا کہ یہ لوگ بڑے نالائق ہوتے ہیں۔

تیسرے نے کہا کہ یہ بڑے احمق ہوتے ہیں۔

چوتھے نے کہا یہ تو بڑے بے وقوف ہوتے ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے کہا کہ یہ سب باتیں ٹھیک ہیں، ہم ان چاروں الفاظ کے پہلے پہلے حرف کو لے کر ایک لفظ بناتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک لفظ بنایا ''جناب''

''ج'' سے جاہل

''ن'' سے نالائق

''الف'' سے احمق اور

''ب'' سے بے وقوف

اس کے بعد انہوں نے ہر انگریزی خواں کو جناب کہنا شروع کر دیا۔ یہ لفظ ایسا مشہور ہوا کہ آج کسی کو پتہ ہی نہیں کہ یہ بنا کیسے تھا۔ سب ایک دوسرے کو جناب کہتے پھرتے ہیں۔ آج عرف عام میں جناب بمعنی بارگاہ ہے جیسا کہ حضرت بمعنی بارگاہ ہے۔ جناب اور حضرت یہ دونوں الفاظ اعزازی بن گئے ہیں۔

لفظ دشمن کی وجہ ترکیب

جس طرح اس لفظ کا ہر ہر لفظ بامعنیٰ ہے اسی طرح لفظ ''دشمن'' کا بھی ہر ہر حرف بامعنیٰ ہے۔ جناب کا لفظ تو طلباء نے شرارت کی وجہ سے بنایا مگر دشمن کا لفظ

اہل اللہ نے دلوں کی طہارت کی نیت سے بنایا۔ دشمن کے لفظ میں بھی چار حروف ہیں اور انسان کے دشمن بھی چار ہیں۔

''د'' سے دنیا

''ش'' سے شیطان

''م'' سے مخلوق

''ن'' سے نفس

آئندہ کی محفلوں میں ان چاروں دشمنوں کے بارے میں تفصیل بیان کی جائے گی۔ اس لئے کہ جب تک انسان کو اپنے دشمن کا پتہ ہی نہ ہو وہ اس وقت تک اس کے وار سے بچ نہیں سکتا۔ دشمن اس کو ہلاک کر دے گا۔ کیونکہ دوستی کے رنگ میں دشمنی کرنے والے بہت سے لوگ ہوتے ہیں۔ چونکہ دنیا، شیطان، مخلوق اور نفس انسان کی آخرت کے دشمن ہیں اس لئے یہ دشمن اور بھی زیادہ بڑے اور خطرناک دشمن ہیں۔

آج کا عنوان ہے ''دنیا''۔ یعنی ترک لذات دنیا۔ دنیا کی لذتیں ہمیں اپنے پیچھے ایسے لگا لیتی ہیں کہ ہمیں اپنے رب سے غافل کر دیتی ہیں۔ انسان دنیا کی لذتوں میں پڑ کر اس بات کو بھول جاتا ہے کہ میں کیا ہوں اور کیا نہیں ہوں۔

امام غزالیؒ کے نزدیک دنیا کی مثال

امام غزالیؒ نے یہ بات بڑے اچھے انداز میں سمجھائی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جا رہا تھا۔ ایک شیر اس کے پیچھے بھاگا۔ اس کے قریب کوئی درخت بھی نہیں تھا کہ جس پر وہ چڑھ جاتا۔ اسے ایک کنواں نظر آیا۔ اس نے سوچا کہ میں کنویں میں چھلانگ لگا دیتا ہوں، جب شیر چلا جائے گا، تو میں بھی کنویں سے باہر نکل آؤں

گا۔ جب اس نے نیچے چھلانگ لگانے کے لئے دیکھا تو اسے کنویں میں پانی کے اوپر ایک کالا ناگ تیرتا ہوا نظر آیا۔ اب پیچھے شیر تھا اور نیچے کنویں میں کالا ناگ تھا۔ وہ اور زیادہ پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ اب میں کیا کروں۔ اسے کنویں کی دیوار پر کچھ گھاس اگی ہوئی نظر آئی۔ اس نے سوچا کہ میں اس گھاس کو پکڑ کر لٹک جاتا ہوں، نہ اوپر رہوں کہ شیر کھا جائے اور نہ نیچے جاؤں کہ سانپ ڈسے، میں درمیان میں لٹک جاتا ہوں جب شیر چلا جائے گا تو میں بھی باہر نکل آؤں گا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے دیکھا کہ ایک کالا اور ایک سفید چوہا دونوں اسی گھاس کو کاٹ رہے ہیں جس گھاس کو پکڑ کر وہ لٹک رہا تھا۔ اب اسے اور زیادہ پریشانی ہوئی۔ اس پریشانی کے عالم میں جب اس نے اِدھر اُدھر دیکھا تو اسے قریب ہی شہد کی مکھیوں کا ایک چھتہ نظر آیا۔ اس پر مکھیاں تو نہیں تھیں مگر وہ شہد سے بھرا ہوا تھا۔ یہ چھتہ دیکھ کر اسے خیال آیا کہ ذرا دیکھوں تو سہی کہ اس میں کیسا شہد ہے۔ چنانچہ اس نے ایک ہاتھ سے گھاس کو پکڑا اور دوسرے ہاتھ کی انگلی پر جب شہد لگا کر چکھا تو اسے بڑا مزہ آیا۔ اب وہ اسے چاٹنے میں مشغول ہو گیا۔ نہ اسے شیر یاد رہا نہ ناگ یاد رہا اور نہ ہی اسے چوہے یاد رہے، سوچیں کہ اس کا انجام کیا ہو گا۔

یہ مثال دینے کے بعد امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

اے دوست! تیری مثال اسی انسان کی سی ہے۔

ملک الموت شیر کی مانند تیرے پیچھے لگا ہوا ہے،

قبر کا عذاب اس سانپ کی صورت میں تیرے انتظار میں ہے،

کالا اور سفید چوہا، یہ تیری زندگی کے دن اور رات ہیں،

گھاس تیری زندگی ہے جسے چوہے کاٹ رہے ہیں،

اور یہ شہد کا چھتہ دنیا کی لذتیں ہیں جن سے لطف اندوز ہونے میں تو لگا ہوا ہے، تجھے کچھ یاد نہیں، سوچ کہ تیرا انجام کیا ہوگا۔

واقعی بات یہی ہے کہ انسان دنیا کی لذتوں میں پھنس کر اپنے رب کو ناراض کر لیتا ہے۔ کوئی کھانے پینے کی لذتوں میں پھنسا ہوا ہے اور کوئی اچھے عہدے اور شہرت کی لذت میں پھنسا ہوا ہے، یہی لذتیں انسان کو آخرت سے غافل کر دیتی ہیں۔ اس لئے جہاں ترک دنیا کا لفظ آئے گا اس سے مراد ترک لذات ہوگا۔

امت محمدیہ ﷺ کے فقراء کا مقام

ہمارے مشائخ نے دنیا کے بارے میں عجیب عارفانہ کلام فرمایا کہ

حَلَالُهَا حِسَابٌ وَحَرَامُهَا وَبَالٌ

(اس دنیا کا حلال ہو تو اس کا حساب دینا ہوگا اور اگر حرام ہو تو وہ انسان کے لئے وبال ہوگا)

اسی لئے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے فقراء میری امت کے امیر لوگوں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ اس لئے کہ ان کو دنیا میں تھوڑا رزق دیا گیا اور انہوں نے صبر وشکر سے وقت گزارا جبکہ دوسروں کو خوب مال ملا اور من پسند کے کھانے کھائے۔

یاد رکھیں کہ آخرت کا ایک دن دنیا کے ستر ہزار سالوں کے برابر ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ پچاس ہزار سالوں کے برابر ہے۔ اب اگر ایک دن پچاس ہزار سالوں کے برابر بھی ہو اور فقراء پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل کیے جائیں گے تو اس دن امیر لوگ یہ تمنا کریں گے، کاش! ہم بھی دنیا میں فقیر ہوتے۔

فطوبیٰ للغرباء.

دنیا اور آخرت میں آسائش کا معاملہ

بعض اوقات مال کی وجہ سے انسان میں ''میں'' آجاتی ہے۔ اس کی آواز میں مال کی جھنکار شامل ہو جاتی ہے۔ کئی امیر لوگ تو فرعون بن جاتے ہیں اور وہ خدا کے لہجے میں بولنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر کوئی مال دار ہونے کے باوجود عاجزی کرے گا اور وہ اللہ رب العزت کے قرب کے حصول کے لئے نیک بنے گا تو وہ غریبوں پر بھی فضیلت پا جائے گا۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ کئی لوگ ایسے ہوں گے جو دنیا میں نرم بستروں پر رہتے ہوں گے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ ان کو جنت کے بچھونے عطا فرما دیں گے۔

فقرائے مدینہ کی پریشانی

ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کے پاس فقرائے مدینہ آئے۔ فقرائے مدینہ سے مراد اصحاب صفہ ہیں جن میں سے کسی کے جسم پر پورا کپڑا ہوتا تھا اور کسی کے جسم پر پورا کپڑا بھی نہیں ہوتا تھا، فقط ستر چھپانے کا کپڑا ہوتا تھا۔ صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کی اوٹ میں بیٹھتے تھے تا کہ ہمارے ننگے بدنوں پر محبوب ﷺ کی نظر نہ پڑ جائے۔

ان فقراء نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! اللہ رب العزت نے ہمیں جس حال میں رکھا ہے ہم اس پر راضی ہیں مگر ہم فکرمند ہیں کہ مالدار صحابہ اعمال میں ہم سے آگے بڑھ گئے۔ کیونکہ وہ مالی عبادات کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں بھی آخرت کے بڑے درجات ملیں اور ان سے آگے بڑھ جائیں، اس لئے ہمیں کچھ بتا دیجئے۔ نبی علیہ

السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نماز پڑھو تو تینتیس مرتبہ سبحان الله، تینتیس مرتبہ الحمد لله اور چونتیس مرتبہ الله اکبر پڑھ لیا کرو، ان کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں آخرت میں بلند مرتبے عطا فرما دیں گے۔

صحابہ کرامؓ آخرت میں بلندی ء درجات کا یہ نسخہ پا کر بڑے خوش ہوئے۔ اب انہوں نے نمازوں کے بعد چپکے چپکے سبحان الله ، الحمدلله ، الله اکبر پڑھنا شروع کر دیا۔ وہ امیر صحابہؓ جن کو اللہ تعالیٰ نے فراخی عطا فرمائی تھی ان کا بھی اللہ رب العزت کی طرف رجوع تھا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ کوئی ادھر بیٹھ کر پڑھ رہا ہے اور کوئی ادھر، تو سوچا کہ آخر کوئی بات تو ہے۔ چنانچہ کھود کرید کرنے کے بعد انہیں پتہ چل گیا اور انہوں نے بھی عمل کرنا شروع کر دیا۔

جب ان فقراء صحابہؓ کو پتہ چلا کہ ان امراء صحابہ نے بھی عمل کرنا شروع کر دیا ہے تو وہ سوچ میں پڑ گئے کہ ہم ان امراء سے کیسے آگے بڑھ سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ پھر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ نے بلندیء درجات کا جو نسخہ ہمیں ارشاد فرمایا تھا وہ تو امیر لوگ بھی کر رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ (الجمعہ:۴)

(یہ تو پھر اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے وہ عطا کر دے)

گویا نیکی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ زیادہ رزق عطا فرمائیں تو یہ اس کا فضل ہوتا ہے۔ اور اگر یہ مال دنیاداری، تکبر، شہرت اور ریاکاری کا سبب بنے تو پھر انسان کے لئے وبال ہے۔ اس لئے اس عنوان کو کھول کر بیان کرنا بہت ضروری ہے تاکہ انسان افراط و تفریط سے بچ جائے۔

تمام برائیوں کی جڑ

حدیث پاک میں فرمایا گیا:

حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ (دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے)

ہمارے مشائخ نے مطلب سمجھانے کی خاطر اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے چند الفاظ اور بڑھا دیئے ہیں۔ چنانچہ فرمایا

حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ وَ تَرْكُهَا مِفْتَاحُ كُلِّ فَضِيْلَةٍ

(دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے اور اس کا ترک کر دینا ہر فضیلت کی کنجی ہے)

ترک دنیا کا مطلب

دنیا کو ترک کر دینے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بیوی، بچوں اور ماں باپ کو چھوڑ کر غار میں مصلے بچھا کر عبادت شروع کر دی جائے۔ کیونکہ حدیث پاک میں ہے:

لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ (اسلام میں رہبانیت نہیں ہے)

اور بنی اسرائیل نے جو رہبانیت اختیار کی تھی اس کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا:

وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ (الحدید:۲۷)

(اور رہبانیت تو بدعت تھی جو ان عیسائیوں نے گھڑ لی تھی ہم نے فرض نہیں کی تھی)

یعنی انہوں نے اپنی مرضی سے رہبانیت کو اختیار کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ اس سے پتہ چلا کہ رہبانیت کو ترک دنیا نہیں کہتے، بلکہ وہ تو کام چور لوگوں کا کام ہوتا ہے۔ ان کا کام کرنے کو دل نہیں کرتا اور وہ کہتے ہیں کہ ہم توکل

پر زندگی گزار رہے ہیں۔ترک دنیا کا مطلب یہ ہے کہ انسان دنیا کی لذتوں کو ہیچ سمجھے اور یقین جانے کہ لذتوں کو پورا کرنے کی جگہ آخرت ہے۔جس نے دنیا کو بقدر ضرورت استعمال کیا وہ انسان کامیاب رہا اور جو لذتوں اور شہوتوں کے پیچھے پڑ گیا وہ برباد ہو گیا۔اس لئے انسان دنیا میں تو رہے مگر دنیا کا طلبگار نہ بنے۔اور وہ سوچے کہ

؎ دنیا میں ہوں دنیا کا طلب گار نہیں ہوں
بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

ہم دنیا کے بازار سے تو گزریں مگر دنیا کے خریدار نہ بنیں۔انسان بازار سے تو گزرتا ہے مگر وہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہتا ہے۔سو طرح کی ٹریفک ہوتی ہے مگر وہ ان کی طرف کان بھی نہیں دھرتا، وہ فقط گزر رہا ہوتا ہے اسی طرح ہم جب بازار سے گزر رہے ہوتے ہیں تو کبھی پیلا چہرہ نظر آتا ہے، کبھی نیلا چہرہ نظر آتا ہے، پھنسانے کے لئے شیطان کے کئی پھندے راستے میں موجود ہوتے ہیں، شیطان کے چلتے پھرتے کئی جال نظر آتے ہیں۔ہم اس دنیا میں تو رہیں مگر شیطان کے جالوں سے اپنے آپ کو بچائیں۔

ترک لذات دنیا کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ انسان اچھے کھانے چھوڑ دے بلکہ اسے اللہ رب العزت کی طرف سے جو رزق ملے وہ اسے استعمال کرے مگر اس کے دل میں مال و دولت جمع کرنے کی ہوس نہ ہو۔اسے جو مل جائے وہ اسے اللہ کی نعمت سمجھ کر استعمال کرے گا۔حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ ہم نے اپنے اکابر سے یہ معرفت والا سبق ترک دنیا کے ذریعے سیکھا تسبیحات کے ذریعے نہیں۔

ایک بچے کی عملی نصیحت

ایک بزرگ کی خدمت میں ایک آدمی اپنے بیٹے کو لایا اور عرض کیا، حضرت! اس کے لئے دعا فرما دیں...... یہ ایک اچھی عادت ہے۔ پہلے زمانے میں بھی لوگ اپنی اولاد کے لئے اللہ والوں سے دعا کرواتے تھے۔ اللہ کرے کہ ہمیں بھی اللہ والوں کی دعا لگ جائے۔ یہ اور بات ہے کہ کئی مرتبہ لوگ اپنے بیٹوں کو لے کر دعائیں کروانے کے لئے آتے ہیں مگر باپ کی اپنی حالت ایسی ہوتی ہے کہ پہلے اس کے لئے دعا کرنے کو دل کرتا ہے کہ اللہ اس کو ہدایت دے...... خیر، ان اللہ والوں نے اس کے بیٹے کے لئے دعا کر دی۔ ان کے پاس جیب میں کوئی میٹھی چیز تھی۔ انہوں نے نکال کر اس بچے کو دینا چاہی۔ جب انہوں نے وہ چیز بچے کی طرف بڑھائی تو بچے نے منہ پھیر لیا اور اپنے والد کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ حالانکہ بچپن میں بچے کے اندر میٹھی چیز کھانے کا شوق شدید ہوتا ہے۔ ان بزرگوں نے پھر ارشاد فرمایا، لے لو۔ بچے نے پھر اس چیز سے نظریں ہٹا کر اپنے باپ کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ اس کے والد نے اسے کہا، بیٹا! حضرت آپ کو چیز دے رہے ہیں لے لو۔ جب باپ نے اجازت دے دی تو بچے نے ہاتھ بڑھایا اور وہ چیز لے لی۔

جب بچے نے وہ چیز لے لی تو ان بزرگوں کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ آدمی حیران ہو کر پوچھنے لگا، حضرت! آپ کیوں روئے؟ وہ فرمانے لگے کہ ہم سے تو یہ بچہ اچھا ہے کہ میں نے اس کو ایسی چیز دی جس کی طلب اس کے اندر شدید ہے لیکن اس نے اس چیز کو نہیں دیکھا بلکہ آپ کی طرف دیکھا کہ میرا ابا مجھے کیا کہتا ہے، اے کاش! ہم جو گلیوں میں چلتے ہیں اور ہماری نظروں کے سامنے بھی جاذب

نظر شخصیتیں آتی ہیں، ہم بھی ادھر سے نظر پھیر کر دیکھتے کہ رب تعالیٰ ہمیں کیا کہتے ہیں۔

خطرناک جادوگرنی

نبی علیہ الصلوٰۃ السلام نے ارشاد فرمایا:

اَلدُّنْیَا اَسْحَرُ مِنْ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ . كَانَ سِحْرُ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ يُفَرِّقُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ. وَهٰذِهٖ السَّحَارَةُ بَيْنَ الْعَبْدِ وَرَبِّهٖ .

(دنیا ہاروت اور ماروت سے بھی بڑی جادوگرنی ہے۔ہاروت اور ماروت کا جادو میاں اور بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتا تھا اور دنیا ایسی جادوگرنی ہے جو بندے اور پروردگار کے درمیان جدائی ڈال دیتی ہے)

ہاروت اور ماروت دو فرشتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو انسانوں کی آزمائش کے لئے جادو کا علم دے کر بھیجا مگر انسانوں کو اس کے سیکھنے اور استعمال کرنے سے منع فرمادیا۔ ان کے پاس جو بھی جادو کا علم سیکھنے کے لئے آتا وہ ان کو بتا دیتے کہ یہ نقصان دہ ہے، لیکن غافل لوگ پھر بھی سیکھتے تھے۔ اس جادو کے ذریعے وہ میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتے تھے۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ دنیا ایسی جادوگرنی ہے جو بندے اور پروردگار کے درمیان جدائی ڈال دیتی ہے۔ کسی باخدا شاعر نے کیا خوب کہا:

لِكُلِّ شَيْءٍ اِذَا فَارَقْتَهٗ عِوَضٌ
وَ لَيْسَ لِلّٰهِ اِنْ فَارَقْتَ مِنْ عِوَضٍ

(تو دنیا کی جس چیز سے بھی جدا ہوگا تیرے لئے ہر چیز کا بدل موجود ہے

لیکن اگر تو اللہ سے جدا ہوا تو تیرے لئے کوئی بدل موجود نہیں ہوگا)

ایک انمول نصیحت

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد ان کا نام آتا ہے۔ وہ آتش پرست کے بیٹے تھے۔ وہ کئی اساتذہ سے ہوتے ہوئے بالآخر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی علیہ السلام نے ان کو اصحاب صفہ کا مانیٹر (نگران) بنا دیا۔ نبی علیہ السلام کو ان سے اتنی محبت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

السلمان منا اھل البیت (سلمان تو میرے اہل بیت میں سے ہے)

جب نبی علیہ السلام نے ہجرت مدینہ کے بعد صحابہ کرام کی مواخات کروائی اس وقت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو اپنے حالات سنایا کرتے تھے۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیت المقدس چلے گئے اور وہیں رہنا شروع کر دیا۔ انہوں نے وہاں سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور یہ تحریر فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَنِیْ فِی الْاَرْضِ الْمُقَدَّسِ وَاٰتَانِیَ اللّٰهُ مَالاً وَّ اَوْلَادًا.

(سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے مقدس جگہ پر وارد ہونے کی توفیق بخشی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے مال بھی خوب دیا ہے اور اولاد بھی خوب عطا فرمائی ہے)

جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے یہ پڑھا تو آپ نے اس خط کے جواب میں فرمایا:

فاعلم یا ابا الدردا ان الارض المقدس لا تقدس الانسان و لٰکن تقدس الانسان باالاعمال الصالحه و الاخلاق الفاضلة فیلیت اعطاک الله بدل المال علما نافعا و بدل الاولاد عملا صالحا.

(اے ابو الدرداؓ! آپ اس بات کو جان لیجئے کہ مقدس جگہ کی وجہ سے انسان مقدس نہیں بنا کرتا بلکہ انسان کا تقدس تو نیک عمال اور اچھے اخلاق کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اے کاش! اللہ تعالیٰ تجھے مال کے بدلے علم نافع عطا فرما دیتا اور اولاد کے بدلے عمل صالح عطا فرما دیتا)

اس بات سے آپ اندازہ لگا لیجئے کہ صحابہ کرامؓ کی نظر کس چیز پر رہتی تھی۔ وہ دنیا کی ان چیزوں کی طرف نہیں بھاگتے تھے بلکہ ان کی نظر ہمیشہ آخرت کی طرف رہتی تھی۔

عقل معاش اور عقل معاد

اہل اللہ کے مطابق عقل دو طرح کی ہوتی ہے۔

(۱) عقل معاش

(۲) عقل معاد

عقل معاش وہ عقل ہوتی ہے جو دنیا کے فائدے سوچنے والی ہو۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کچھ لوگ دنیا کے معاملے میں بڑے تیز ہوتے ہیں مگر وہ دین کے معاملے میں کہتے ہیں کہ ہمیں تو کچھ سمجھ ہی نہیں ہے۔ عقل معاد اس عقل کو کہتے ہیں جو ہر چیز میں آخرت کی طرف رجوع کرنے والی ہو۔ انبیائے کرام علیہم السلام دنیا میں عقل معاد لے کر تشریف لائے، اور پھر ان کے صدقے ایمان والوں کو بھی عقل

معاد نصیب ہوئی۔ یہی وجہ ہے اللہ والوں کے پاس بھی عقل معاد ہوتی ہے اور وہ بھی ہر چیز کو آخرت کے نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں، ایک مثال سے بات واضح ہو جائیگی۔

اچھی سنگت کا انعام

ایک آدمی سنگترے بیچ رہا تھا اور آواز لگا رہا تھا۔ ''چنگے سنگترے، چنگے سنگترے'' ایک اللہ والے ان کے قریب سے گزرنے لگے۔ انہوں نے جب اس کی آواز سنی تو ان پر عجیب حال طاری ہوا۔ وہ اونچی آواز سے اللہ، اللہ، اللہ کہنے لگے۔ جب ان کو افاقہ ہوا تو کسی نے پوچھا، حضرت! کیا بنا؟ حضرت نے فرمایا، کیا تم نے نہیں سنا کہ وہ کیا کہہ رہا تھا؟ اس نے کہا، حضرت! وہ تو سنگترے بیچ رہا تھا اور وہ سنگترے بیچتے ہوئے آواز لگا رہا تھا۔ ''چنگے سنگترے چنگے سنگترے''۔ حضرت نے فرمایا، نہیں تم سمجھے ہی نہیں کہ وہ کیا کہہ رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا ''چنگے سنگ ترے'' یعنی جو اچھوں کے سنگ لگ گئے وہ تر گئے۔ یا یوں سمجھیں کہ جو نیکوں کے ساتھ جڑ گئے ان کی کشتی کنارے لگ گئی۔

یہیں سے فرق دیکھ لیجئے کہ دنیا دار نے اس چیز سے دنیا کو سوچا اور اللہ والوں نے اس چیز سے آخرت کو سوچا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ والے ہوتے تو دنیا میں ہیں لیکن وہ دنیا سے دھوکا نہیں کھاتے۔ ان پر دنیا کا مکروفریب واضح ہو چکا ہوتا ہے۔

سانپوں کا منتر

جن لوگوں کو سانپ کا منتر آتا ہے وہ سانپ پکڑ لیتے ہیں مگر سانپ ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتے۔ ہم نے خود اس بات کا مشاہدہ کیا ہے۔ ہمارا ایک واقف

آدمی تھا۔ وہ قریب ہی رہتا تھا۔ اسے سانپ پکڑنے کا فن آتا تھا۔ اللہ کی شان کہ وہ ایک ایک میٹر کالے سانپ پکڑ کر لے آتا تھا۔

ایک مرتبہ ایک سانپ سویا پڑا تھا۔ وہ آدمی اپنے ایک دوست کے ساتھ مل کر اس کے قریب سے گزرنے لگا۔ اس کے دوست نے کہا، یہ سانپ پڑا ہے۔ وہ کہنے لگا، یہ سویا ہوا ہے، سوئے ہوئے کو کیا پکڑنا۔ لہٰذا اس نے جا کر سانپ کو جگایا اور جب سانپ بھاگنے لگا، اس وقت اس نے اسے پکڑا۔ اس کا دوست کہنے لگا، تم نے تو سانپ کو پکڑ ہی لیا لیکن ہم تو سائیکل چلانے کیلئے نکلے تھے۔ اس نے کہا، بہت اچھا۔ اس نے سانپ کو لپیٹ کر اپنی جیب میں ڈال لیا۔ پھر اس نے زندہ سانپ جیب میں ڈال کر سائیکل چلائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو سانپ کا منتر آتا ہے سانپ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

دنیا کا منتر

یوں معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے نبی علیہ السلام کی صحبت میں رہ کر دنیا کا منتر سیکھ لیا تھا۔ اس لئے وہ دنیا میں تو رہے مگر دنیا نے ان کو کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر دنیا کا منتر سیکھیں۔ پھر ہم دنیا میں تو رہیں گے مگر یہ ہمیں نقصان نہیں دے گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کئی دفعہ محراب میں کھڑے ہو کر کہتے، یَا صفر آء یا بیضآء غـــر غیـــری (اے سونا! اے چاندی! کسی اور کو دھوکا دے) یعنی میں تیرے دھوکے میں آنے والا نہیں ہوں۔ حضرت اقدس تھانویؒ نے ایک عجیب بات لکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ عامۃ المسلمین تو یہ سمجھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا لشکر دریا میں سے بحفاظت گزر گیا

مگر اہل علم کے نزدیک صحابہ کرامؓ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ ان کے سامنے فتوحات کے دروازے کھلے تو دنیا کا دریا بہنے لگا اور وہ اپنے ایمان کو اس دنیا کے دریا سے بحفاظت بچا کر لے گئے۔

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں آخرت کی فکر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس قدر فکر آخرت تھی کہ ایک دفعہ انہوں نے پینے کے لئے پانی مانگا تو کسی نے شربت لا کر پیش کر دیا۔ وہ مشروب پیتے ہوئے رونے لگ گئے۔ کسی نے پوچھا۔ حضرت! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمانے لگے کہ مجھے قرآن مجید کی آیت یاد آ گئی کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو کہہ دیں گے:

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا (الاحقاف:۲۰)

(تم نے تو دنیا کی لذتیں دنیا میں سمیٹ لی تھیں، وہ تمہیں مل گئی تھیں، آج تمہارے لئے میرے پاس کوئی حصہ نہیں ہے)

اب سوچیں کہ انہوں نے پانی مانگا اور اس کے بدلے میں شربت ملا تو اس کو پیتے ہوئے رونے لگ گئے کہ ایسا تو نہیں کہ آخرت کی لذتیں دنیا میں ہی مل رہی ہوں۔

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گزران بہت مشکل تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور چند دوسرے صحابہ کرامؓ بھی تھے انہوں نے مل کر مشورہ کیا کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ کو بیت المال سے بہت کم مشاہرہ ملتا ہے، اسے بڑھانا چاہیے۔ سب نے مشورہ کر لیا کہ اتنا بڑھانا چاہیے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوا کہ امیر المؤمنین کو کون بتائے۔ اس کے لئے کوئی

تیار نہ ہوا۔ مشورے میں طے پایا کہ ہم ام المؤمنین سیدہ حفصہ ﷞ کو اس مشورہ سے آگاہ کر دیتے ہیں اور وہ اپنے والد محترم کو یہ بات بتا دیں گی۔ چنانچہ انہوں نے سیدہ حفصہ ﷞ کو اپنا مشورہ بتا دیا۔ یہ بھی کہا کہ ہمارے ناموں کا علم امیر المؤمنین کو نہ ہو۔

ام المؤمنین سیدہ حفصہ ﷞ نے ایک مرتبہ موقع پا کر امیر المؤمنین حضرت عمر ﷜ کو بتایا کہ ابا جان! کچھ حضرات نے یہ سوچا ہے کہ آپ کا مشاہرہ کچھ بڑھا دینا چاہیے۔ کیونکہ آپ کا وقت تنگی میں گزر رہا ہے۔ حضرت عمر ﷜ نے پوچھا، یہ کس کس نے مشورہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں ان کا نام نہیں بتاؤں گی۔ یہ سن کر حضرت عمر ﷜ نے فرمایا، حفصہ! اگر تو مجھے نام بتا دیتی تو میں ان کو ایسی سزا دیتا کہ ان کے جسموں پر نشان پڑ جاتے کہ یہ لوگ مجھے دنیا کی لذتوں کی طرف مائل کرنا چاہتے ہیں۔ اور پھر فرمایا، حفصہ! تو مجھے بتا کہ تیرے گھر میں نبی علیہ السلام کی گزران کیسی تھی؟

سیدہ حفصہ ؓ نے جواب میں کہا کہ میرے آقا ﷺ کے پاس پہننے کے لئے ایک ہی جوڑا تھا۔ دوسرا جوڑا گیرو رنگ کا تھا جو کبھی کسی لشکر کے آنے پر یا جمعہ کے دن پہنا کرتے تھے، کھجور کی چھال کا ایک تکیہ، ایک کمبل تھا جسے سردیوں میں آدھا اوپر اور آدھا نیچے لے لیتے تھے اور گرمیوں میں چار تہہ کر کے نیچے بچھا لیتے تھے، میرے گھر میں کئی دنوں تک چولہے میں آگ بھی نہیں جلتی تھی، میں نے ایک مرتبہ گھی کے ڈبے کی تلچھٹ سے روٹی کو چپڑ دیا تو نبی علیہ السلام نے خود بھی اسے شوق سے کھایا اور دوسروں کو بھی شوق سے کھلایا۔

یہ سن کر حضرت عمر ﷜ نے فرمایا، حفصہ ؓ! نبی علیہ السلام نے ایک راستے پر

زندگی گزاری، ان کے بعد امیر المؤمنین حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی اسی راستے پر زندگی گزاری اور وہ اپنے محبوب ﷺ سے مل گئے ہیں، اگر میں بھی اسی راستے پر چلوں گا تو پھر میں ان سے مل سکوں گا اگر میرا رستہ بدل گیا تو منزل بھی بدل جائے گی...... سبحان اللہ...... ان حضرات کو یہ حقیقت سمجھ میں آچکی تھی کہ یہ دنیاوی زندگی ختم ہونے والی ہے اس لئے وہ ضرورت کے بقدر دنیاوی نعمتیں حاصل کرتے تھے اور لذتوں کو آخرت پر چھوڑ دیتے تھے۔

سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ کا زہد فی الدنیا

ایک مرتبہ سیدنا صدیق اکبرؓ کی اہلیہ کے دل میں بڑی تمنا تھی کہ گھر میں کوئی سویٹ ڈش تیار کریں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ سے کہا کہ کچھ پیسے دیں۔ امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ میرے پاس پیسے تو نہیں ہیں۔ ان کی اہلیہ نے سوچا کہ مجھے روزانہ کا جو تھوڑا تھوڑا خرچہ ملتا ہے میں اس میں سے بچاتی رہتی ہوں جب مناسب رقم جمع ہوگئی تو کوئی میٹھی چیز بنالوں گی۔ چنانچہ انہوں نے ایک دن سویٹ ڈش بنائی، خود بھی کھائی اور سیدنا صدیق اکبرؓ کو بھی پیش کی۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے پوچھا، یہ پیسے کہاں سے آئے؟ کہنے لگیں کہ آپ مجھے جو روزانہ کا خرچہ دیتے ہیں میں نے اس میں سے تھوڑا تھوڑا بچا کر کچھ پیسے اکٹھے کئے اور آج یہ سویٹ ڈش بنائی ہے۔ آپ نے فرمایا، بہت اچھا، ثابت ہوا کہ یہ خرچہ ہماری ضرورت سے زیادہ ہے لہٰذا آپ نے اتنی مقدار آئندہ ماہ بیت المال سے لینا بند کر دی۔

سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کی سخاوت

اللہ رب العزت نے جن صحابہ کرامؓ کو دنیا کا مال دیا وہ دونوں ہاتھوں سے

اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے تھے تا کہ اللہ کے ہاں زیادہ سے زیادہ رتبے پائیں۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اللہ رب العزت نے خوب مال دیا تھا لیکن ان کے دل میں مال کی محبت نہیں تھی۔ وہ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے کبھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ بئرِ رومہ ایک کنواں تھا جو ایک یہودی کی ملکیت میں تھا۔ اس وقت مسلمانوں کو پانی حاصل کرنے میں کافی مشکل کا سامنا تھا، وہ اس یہودی سے پانی خریدتے تھے۔ جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مسلمانوں کو پانی حاصل کرنے میں کافی دشواری کا سامنا ہے تو وہ یہودی کے پاس گئے اور اسے فرمایا کہ یہ کنواں فروخت کر دو۔ اس نے کہا، میری تو بڑی کمائی ہوتی ہے میں تو نہیں بیچوں گا۔ یہودی کا جواب سن کر سیدنا عثمان غنیؓ نے فرمایا کہ آپ آدھا بیچ دیں اور قیمت پوری لے لیں۔ وہ یہودی سمجھ نہ سکا...... اللہ والوں کے پاس فراست ہوتی ہے ...... یہودی نے کہا، ہاں ٹھیک ہے کہ آدھا حق دوں گا اور قیمت پوری لوں گا۔ چنانچہ اس نے قیمت پوری لے لی اور آدھا حق دے دیا اور کہا کہ ایک دن آپ پانی نکالیں اور دوسرے دن ہم پانی نکالیں گے۔

جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے پیسے دے دیئے تو آپ نے اعلان کروا دیا کہ میری باری کے دن مسلمان اور کافر سب بغیر قیمت کے اللہ کے لئے پانی استعمال کریں۔ جب لوگوں کو ایک دن مفت پانی ملنے لگا تو دوسرے دن خریدنے والا کون ہوتا تھا۔ چنانچہ وہ یہودی چند مہینوں کے بعد آیا اور کہنے لگا، جی آپ مجھ سے باقی آدھا بھی خرید لیں۔ آپ نے باقی آدھا بھی خرید کر اللہ کے لئے وقف کر دیا۔

ایک مرتبہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سامان سے لدے ہوئے ایک ہزار اونٹ

نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ یہ واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ جنگ کے موقع پر سامان خورد ونوش کی ضرورت تھی اور قحط بھی تھا۔ صحابہ کرامؓ بڑی مشکل کے حالات میں تھے۔ انہی دنوں سیدنا عثمان غنی ؓ کے ایک ہزار اونٹ سامان سے لدے ہوئے شام سے آئے۔ مدینہ کے سب تاجر خریدنے کے لئے پہنچ گئے۔ وہ کہنے لگے کہ آپ جتنا منافع لینا چاہتے ہیں لے لیں۔ آپ نے پوچھا۔ کتنا منافع دو گے؟ ایک نے کہا کہ میں سو فیصد منافع دے دوں گا یعنی جتنے کا آپ نے یہ مال خریدا ہے اس سے دوگنا دینے کے لئے تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا، نہیں تھوڑا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ میں اس سے بھی دوگنا منافع دیتا ہوں، تیسرے نے اس سے بھی بڑھ کر کہا اور چوتھے نے اس سے بھی بڑھ کر کہا مگر آپ نے کہا کہ میں نہیں دیتا۔ ہاں البتہ اس سے زیادہ کوئی دے سکتا ہے تو بتائے۔ انہوں نے کہا کہ اس سے زیادہ تو کوئی نہیں دے سکتا۔

سیدنا عثمان غنی ؓ نے فرمایا کہ میرے پاس ایک ایسا گاہک ہے جس نے دس گنا کی تو پکی گارنٹی دی ہے، ویسے اس نے ستر گناہ بھی کہا ہے اور سات سو گنا بھی کہا ہے، بلکہ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَاب اور اس نے کہہ دیا ہے کہ میں بغیر حساب کے اس کا اجر دوں گا، چنانچہ یہ کہہ کر آپ نے سارا مال اسی وقت اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔ سبحان اللہ۔

فرمان نبوی ﷺ پر ہزار درختوں کی قربانی

وہ صحابہ کرامؓ جو نئے نئے مسلمان ہوتے تھے نبی علیہ السلام ان کی تالیف قلب کے لئے ان سے بہت زیادہ محبت فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ ایک آدمی جو نیا نیا مسلمان ہوا تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

وہ کہنے لگا، اے اللہ کے نبی ﷺ! میرا ایک باغ ہے اور میرے ساتھ ایک اور مسلمان کا باغ ہے، وہ مسلمان بوڑھا ہو چکا ہے، اگر میرے درختوں کی لائن سیدھی ہو تو اس میں اس کے دس درخت آ جاتے ہیں، اس طرح میں حفاظت کے لئے دیوار بھی بنا سکتا ہوں۔ میں نے اس بوڑھے مسلمان سے کہا ہے کہ یہ دس درخت مجھے دو لیکن وہ بیچنے پر آمادہ نہیں ہے، لہٰذا آپ مہربانی فرما کر یہ درخت دلوا دیں۔

نبی علیہ السلام نے اس بوڑھے صحابی رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا۔ وہ صحابی رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے...... اچھا' بوڑھوں کی سمجھ بعض اوقات اپنی ہی ہوتی ہے کیونکہ عمر ہی ایسی ہوتی ہے۔ بوڑھا آدمی تو بتا بھی نہیں سکتا کہ اس کو کیا کیا تکلیف ہے۔ ایک بوڑھا آدمی کسی ڈاکٹر کے پاس گیا تو اس نے ڈاکٹر صاحب سے کہا، جی مجھے بہت کم دکھائی دیتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا، بابا جی! یہ بڑھاپا ہے۔ بوڑھا آدمی پھر کہنے لگا، ڈاکٹر صاحب میرے سب دانت گر گئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا، جی یہ بڑھاپا ہے۔ بوڑھے آدمی نے پھر کہا، ڈاکٹر صاحب! مجھے کھانا ہضم نہیں ہوتا، ڈاکٹر صاحب نے کہا، جی یہ بڑھاپا ہے۔ وہ پھر کہنے لگا، ڈاکٹر صاحب! میں چلتا ہوں تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا، جی یہ بڑھاپا ہے۔ بوڑھا آدمی بڑھاپے والا جواب بار بار سن کر تنگ آ چکا تھا اور غصے میں کہنے لگا، یہ کیا بات ہوئی کہ ہر چیز بڑھاپا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کہنے لگے، بابا جی! یہ بھی بڑھاپا ہے...... خیر آپ ﷺ نے اس صحابی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ آپ کا یہ بھائی چاہتا ہے کہ اگر آپ اپنے دس درخت ان کو دے دیں تو ان کی لائن سیدھی ہو سکتی ہے۔ وہ بوڑھے صحابی رضی اللہ عنہ آگے سے پوچھتے ہیں، اے اللہ کے نبی ﷺ! یہ آپ کا حکم ہے یا آپ کا مشورہ ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، یہ میرا حکم نہیں

بلکہ مشورہ ہے، تمہیں فیصلہ کرنے کا اختیار ہے۔ وہ جواب میں کہنے لگا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! میں نہیں دینا چاہتا۔ جب اس بوڑھے صحابی ؓ نے کہا کہ میں نہیں دینا چاہتا تو نیا مسلمان کچھ مایوس سا ہوا۔ اس کے بعد نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اسے نہیں دینا چاہتے تو میں اسے خریدنا چاہتا ہوں لہٰذا مجھے دے دو۔ انہوں نے پھر پوچھا، اے اللہ کے نبی ﷺ! یہ آپ کا حکم ہے یا مشورہ ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، مشورہ ہے۔ وہ کہنے لگے میں نہیں دیتا۔ یہ کہہ کر وہ صحابی ؓ اپنے گھر کے لئے روانہ ہونے لگے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سنو! تمہیں جنت کے درخت اس کے بدلے ملیں گے اور میں جنت میں بڑا باغ دلوانے کی ضمانت دیتا ہوں، اور تمہیں جنت میں گھر بھی ملے گا۔ لیکن وہ کہنے لگے، اے اللہ کے نبی ﷺ! لا حاجة لی (اب مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے)، یہ کہہ کر چلے گئے۔

یہ بات ایک ایسے صحابی ؓ نے سنی جن کا ایک ہزار درختوں کا باغ تھا۔ وہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ نے جو خوشخبری اسے دی ہے کہ اگر تم یہ دس درخت دے دو تو تمہیں جنت میں باغ بھی ملے گا اور گھر بھی ملے گا، کیا یہ وعدہ اسی کے ساتھ تھا یا میرے ساتھ بھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، اگر تم خرید کر دے دو تو یہ وعدہ تیرے ساتھ بھی ہے۔ وہ کہنے لگے، بہت اچھا۔

وہ صحابی ؓ وہاں سے چلے اور کچھ دیر کے بعد بوڑھے میاں کے گھر پہنچ گئے۔ انہوں نے بوڑھے میاں کو سلام کیا اور اس سے پوچھا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ میں کون ہوں۔ وہ کہنے لگے، نہیں آپ ہی بتا دیں۔ کہنے لگے میں قبا کا فلاں

امیر آدمی ہوں جس کا ایک ہزار درختوں کا باغ ہے۔ بوڑھے میاں کہنے لگے، ہاں ہاں اس کی تو میں نے بڑی شہرت سنی ہے۔ اچھا آپ وہی ہیں، آپ کے باغ میں تو بڑی اعلیٰ کھجوریں ہیں اور بہت زیادہ پھل دیتی ہیں۔ وہ کہنے لگے، اچھا آپ نے بھی میرے باغ کا تذکرہ سنا ہوا ہے۔ اب میں آپ کے ساتھ ایک سودا کرنے آیا ہوں۔ بوڑھے میاں کہنے لگے، وہ کیا؟ انہوں نے کہا، آپ کے جو یہ دس درخت ہیں یہ مجھے دے دیں اور میرا ہزار درختوں والا باغ آپ لے لیں۔ یہ سن کر ان کی آنکھوں میں چمک آگئی...... وہ بوڑھے میاں تھے اور انہی پر ان کی گزران تھی اس لئے وہ چھوڑنا نہیں چاہتے تھے...... لیکن جب انہوں نے یہ سنا کہ اس کے بدلے میں ایک ہزار درختوں کا باغ ملے گا تو وہ کہنے لگے، ٹھیک ہے میں تیرے ساتھ سودا کر لیتا ہوں۔ چنانچہ طے پا گیا کہ بوڑھے میاں نے ہزار درختوں کے بدلے دس درخت بیچ دیئے ہیں۔

وہ صحابی ﷺ یہ سودا کر کے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے، اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھے وہ درخت مل گئے ہیں، اور اب میں وہ درخت آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، میں ضمانت دیتا ہوں کہ اس کے بدلے تمہیں جنت میں مکان بھی ملے گا اور باغ بھی ملے گا۔

نبی علیہ السلام کی مبارک زبان سے جنت کی ضمانت کی خوشخبری سن کر وہ ہزار درختوں کے باغ کے کنارے پر واپس آئے، باغ کے اندر داخل نہ ہوئے۔ وہیں کنارے پر کھڑے ہو کر اپنی بیوی کو آواز دی اور کہا، اے فلاں کی امی! اے فلاں کی امی!... بیوی نے کہا، کیا بات ہے آپ اندر کیوں نہیں آتے۔ وہ کہنے

لگے، میں اس باغ کا سودا کر چکا ہوں، اب یہ باغ میرا نہیں ہے بلکہ میں نے اسے جنت کے باغ کے بدلے میں اللہ کے ہاں فروخت کر دیا ہے، سامان اور بچوں سمیت باہر آجا، میں ادھر ہی انتظار کروں گا۔ بیوی نے جب یہ سنا تو کہنے لگیں، میں تجھ پر قربان ہو جاؤں تو نے زندگی میں پہلی دفعہ اچھا سودا کر کے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنا سامان اور بچوں کو لے کر باغ سے باہر آ گئی اور انہوں نے وہ باغ اللہ کے راستے میں صدقہ کر دیا..... سبحان اللہ جن کا مال ایسا ہو کہ اللہ کے لئے آخرت کمانے کے لئے وہ اسے لگا رہے ہوں تو وہ مال تو ان کے لئے بہترین سواری ہے اور اگر مال لذت دنیا کی خاطر ہو تو پھر وہ نقصان دہ ہے۔

مالدار یا مال کے چوکیدار

یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ کچھ لوگ مال دار ہوتے ہیں اور کچھ لوگ مال کے چوکیدار ہوتے ہیں۔ مال دار تو وہ ہوتے ہیں کہ جن کے پاس مال ہو اور اللہ کے راستے میں خوب لگا رہے ہوں اور مال کے چوکیدار وہ ہوتے ہیں جو روزانہ بینک بیلنس چیک کرتے ہیں۔ وہ گنتے رہتے ہیں کہ اب اتنے ہو گئے اب اتنے ہو گئے۔ وہ بیچارے چوکیداری کر رہے ہوتے ہیں، خود تو چلے جائیں اور ان کی اولادیں عیاشیاں کریں گی۔

دنیا پانی کی مانند ہے

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاءِ

(اور ان کو بتا دیں کہ دنیا کی زندگی کی ایسے ہے جیسے ہم نے اتارا پانی

آسمان سے)(الکھف:۴۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زندگی کی مثال پانی سے دی ہے۔دنیا اور پانی میں آپ کو کئی چیزیں مشترک نظر آئیں گی۔اس سلسلہ میں چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

پہلی قدر مشترک

پانی کی صفت ہے کہ وہ ایک جگہ پر کبھی نہیں ٹھہرتا۔اسے جہاں بہنے کا موقع ملے بہتا ہے۔جس طرح پانی ایک جگہ نہیں ٹھہرتا اسی طرح دنیا بھی کبھی ایک جگہ نہیں ٹھہرتی۔جہاں موقع ملتا ہے دنیا ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔جو بندہ یہ سمجھتا ہے کہ میرے پاس دنیا ہے اس کے پاس سے دنیا روزانہ کھسک رہی ہوتی ہے۔یاد رکھیں کہ یہ آہستہ آہستہ کھسکتی ہے۔کسی کے پاس سے پچاس سال میں کھسکتی ہے،کسی کے پاس سے ستر سال میں کھسکتی ہے اور کسی کے پاس سے سو سال میں کھسکتی ہے۔مگر بندے کو پتہ نہیں چلتا۔یہ ہر بندے کے پاس جاتی ہے مگر یہ کسی کے پاس ٹھہرتی نہیں ہے۔اس نے کئی لوگوں سے نکاح کئے اور ان سب کو رنڈوا کیا۔ایک بزرگ نے ایک مرتبہ خواب میں دنیا کو ایک کنواری لڑکی کی مانند دیکھا۔انہوں نے پوچھا، تو نے لاکھوں نکاح کیے اس کے باوجود کنواری ہی رہی؟ کہنے لگی،جنہوں مجھ سے نکاح کیے وہ مرد نہیں تھے اور جو مرد تھے وہ مجھ سے نکاح کرنے پر آمادہ ہی نہیں ہوئے۔

اس لئے اللہ والے دنیا کی طرف محبت کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ان کی نظر میں مطلوب حقیقی اللہ رب العزت کی ذات ہوتی ہے۔لہٰذا ان کی توجہ اسی کی طرف ہوتی ہے۔وہ آخرت کی لذتوں کے خواہش مند ہوتے ہیں۔بلکہ جب ان کو دنیا کی

لذتیں ملتی ہیں تو وہ اس بات سے گھبراتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ نیک اعمال کا اجر آخرت کی بجائے کہیں ہمیں دنیا ہی میں نہ دے دیا جائے۔

دوسری قدر مشترک

دوسری قدر مشترک یہ ہے کہ جو آدمی بھی پانی میں داخل ہوتا ہے وہ تر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اسی طرح دنیا بھی ایسی ہے کہ جو آدمی بھی اس میں گھسے گا وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔

تیسری قدر مشترک

تیسری قدر مشترک یہ ہے کہ پانی جب تک ضرورت کے مطابق ہو فائدہ مند ہوتا ہے۔ اور جب ضرورت سے بڑھ جائے تو نقصان دہ ہوتا ہے۔ اسی طرح دنیا بھی اگر ضرورت کے مطابق ہو تو بندے کے لئے فائدہ مند ہوتی ہے اور جب ضرورت سے بڑھ جائے تو پھر یہ نقصان پہنچانا شروع کر دیتی ہے۔ پانی کا سیلاب جب آتا ہے تو بند بھی توڑ دیتا ہے کیونکہ وہ ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح جن لوگوں کے پاس بھی ضرورت سے بہت زیادہ مال ہوتا ہے وہ عیاشیاں کرتے ہیں اور شریعت کی حدود کو توڑ دیتے ہیں۔ جو لوگ جوئے کی بازیاں لگاتے ہیں اور ایک ایک رات میں لاکھوں گنواتے ہیں۔ وہ ان کی ضرورت کا پیسہ تھوڑا ہوتا ہے۔ انہیں تو بالکل پرواہی نہیں ہوتی۔

چوتھی قدر مشترک

ایک تفسیر میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پانی کے ساتھ مشابہت اس لئے دی ہے کہ پانی کثیر مقدار میں ہو تو پاک ہوتا ہے لیکن شرط یہ ہے

کہ اس کا ذائقہ، اس کا رنگ اور بو نہ بدلے۔ اگر اس کا ذائقہ، رنگ یا بو بدل جائے تو وہ سارے کا سارا پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ فقہا نے لکھا ہے کہ جس پانی کا ذائقہ، رنگ اور بو نہ بدلے وہ پاک بھی ہوتا ہے اور پاک کرنے والا بھی ہوتا ہے۔

علمی نکتہ

وضو میں چہرے کا دھونا ضروری ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے ہاتھ بھی دھوتے ہیں، کلی بھی کرتے ہیں اور ناک میں بھی پانی ڈالتے ہیں۔ یہاں ایک طالب علم کے دل میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وضو کی ترتیب میں سنت کو فرض پر مقدم کیوں کیا ہے، جبکہ حق یہ بنتا ہے کہ سنت پر فرض کو مقدم کیا جاتا اور سنتیں بعد میں ہوتیں۔ فقہا نے اس کا یہی جواب دیا ہے کہ جب کوئی آدمی پانی کے ساتھ وضو کرنے لگے گا اور وہ اپنے ہاتھ میں پانی لے گا تو اسے آنکھوں سے دیکھ کر پانی کے رنگ کا پتہ چلے گا، جب منہ میں ڈالے گا تو ذائقہ کا پتہ چلے گا اور جب ناک میں ڈالے گا تو اسے بو کا پتہ چل جائیگا۔ اس طریقہ سے جب اسے تسلی ہو جائے گی کہ پانی کا رنگ بھی ٹھیک ہے، اس کا ذائقہ بھی ٹھیک ہے اور اس کی بو بھی ٹھیک ہے تو وہ شریعت کا حکم پورا کرنے کیلئے چہرے کو دھوئے گا۔

اسی طرح کسی کے پاس جتنا بھی مال کیوں نہ ہو، اگر حرام کی وجہ سے اس کا ذائقہ نہیں بدلا، اگر مشتبہات کی وجہ سے اس کا رنگ نہیں بدلا اور اگر زکوۃ ادا نہ کرنے کی وجہ سے اس کی بو نہیں بدلی تو وہ سب کا سب مال پاک ہوگا۔ یعنی جس بندے کے اندر حرام مال آئے، مشتبہہ مال آئے یا اگرچہ حلال مال آئے مگر اس میں تکبر اور میں بھی آجائے تو پانی کی مانند یہ دنیا بھی ناپاک ہو جائے گی۔

دنیا کھیل تماشا ہے

اللہ رب العزت ایک اور جگہ پر ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ ط وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (عنكبوت:۶۴)

[اور یہ دنیا کی زندگی نہیں مگر کھیل تماشا اور آخرت کی زندگی تو ہمیشہ رہنے والی ہے کاش یہ جان لیتے]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زندگی کو کھیل تماشے کے ساتھ تشبیہ دی اس کی کئی وجوہات ہیں۔

◎ دنیا میں سب سے جلدی ختم ہونے والی چیز کھیل تماشا ہے۔ جتنے بھی کھیل تماشے ہیں وہ چند گھڑیوں کے ہوتے ہیں۔ سکرین پر تماشا دیکھیں تو بھی چند گھڑیوں کا ہوتا ہے اور سرکس کا تماشا بھی چند گھڑیوں کا ہوتا ہے، ریچھ بندر کا تماشا بھی چند گھڑیوں کا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی دنیا کو کھیل تماشے کے ساتھ تشبیہ دی ہے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ دنیا گھڑی دو گھڑی کا معاملہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن کہیں گے:

مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ (الروم:۵۵)

(وہ نہیں کھڑے مگر ایک گھڑی)

حتیٰ کہ کچھ تو یہاں تک کہیں گے

لَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا (النزعٰت:۴۶)

(وہ دنیا میں نہیں رہے مگر صبح کا تھوڑا سا وقت یا شام کا تھوڑا سا وقت)

سو سال کی زندگی بھی تھوڑی سی نظر آئے گی۔ گویا

''خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا''۔

حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال سے زیادہ تھی۔ نوسو پچاس سال تو تبلیغ کی عمر تھی۔ پھر اس کے بعد عذاب آیا اور عذاب کے بعد بھی ساٹھ سال زندہ رہے۔ روایات میں آیا ہے کہ جب ان کی وفات ہوئی تو اللہ رب العزت نے ان سے پوچھا، اے میرے پیارے نبی! آپ نے دنیا کی زندگی کو کیسے پایا؟ انہوں نے جواب دیا، اے اللہ! مجھے یوں محسوس ہوا کہ ایک مکان کے دو دروازے تھے، میں ایک میں سے داخل ہوا اور دوسرے میں سے نکل آیا۔ تو جب ایک ہزار سال کی زندگی یوں نظر آئے گی تو پھر دنیا کی سوسالہ زندگی کا کیا بھروسہ ہے۔

مرنے والے کو یہی محسوس ہوتا ہے کہ دنیا کی زندگی تھوڑی دیر کی بات تھی۔ آپ خود تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ آپ ذرا پرائمری سکول کی زندگی کو یاد کریں، آپ کو یوں محسوس ہو گا کہ کل کی بات ہے حالانکہ اس وقت کو گزرے ہوئے پچاس سال گزر گئے ہوں گے۔

◎ دنیا کو کھیل تماشے سے تشبیہ دینے میں دوسری بات یہ تھی کہ عام طور پر کھیل تماشا دیکھنے کے بعد بندے کو افسوس ہی ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ بس پیسے بھی ضائع کیے اور وقت بھی ضائع کیا۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ جو لوگ کھیل تماشا دیکھتے ہیں وہ بھی بعد میں کہتے ہیں کہ بس ہم ایسے ہی چلے گئے، ہمارے کئی ضروری کام رہ گئے ہیں۔ دنیا دار کا بھی بالکل یہی حال ہوتا ہے کہ اپنی موت کے وقت افسوس کر رہا ہوتا ہے کہ میں نے تو اپنی زندگی ضائع کر دی۔

◎ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آج کل کے کھیل تماشے عام طور پر سائے کی مانند ہوتے ہیں۔ سکرین پر تو نظر آتا ہے کہ بندے چل رہے ہیں مگر حقیقت میں ان کا سایہ چل رہا

ہوتا ہے۔اور جوان کے پیچھے بھاگتے ہیں وہ سائے کے پیچھے بھاگ رہے ہوتے ہیں۔ دنیا کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔جو اس کے پیچھے بھاگتا ہے وہ بھی سایہ کے پیچھے بھاگ رہا ہوتا ہے۔اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

دنیا مردار کی مانند ہے

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اَلدُّنیَا جِیفَةٌ وَطَالِبُوْهَا کِلاَبٌ

(دنیا مردار ہے اور اس کے طلب کرنے والے کتے ہیں)

یہ حدیث بڑی قابل غور ہے کہ نبی علیہ السلام جوامت پر اتنے شفیق اور مہربان ہیں،ان کے یہ الفاظ ہیں کہ دنیا مردار ہے اس کے طلب کرنے والے کتے ہیں۔

حدیث پاک میں کوے کا لفظ استعمال نہیں ہوا بلکہ کتے کا لفظ استعمال ہوا ہے حالانکہ جس طرح کتا مردار کھاتا ہے کوا بھی مردار کھاتا ہے۔اس کے پیچھے کچھ حقائق ہیں۔

پہلا نکتہ مثال کے طور پر کوے کو جہاں کہیں کوئی مردار ملتا ہے تو وہ اسے اکیلا نہیں کھاتا بلکہ وہ مردار دیکھ کر شور مچاتا ہے اور اپنی سب برادری اور قوم کو بلا لیتا ہے اور پھر وہ سب مل کر کھاتے ہیں۔لیکن کتا مردار کو ہمیشہ اکیلا کھاتا ہے۔وہ کسی دوسرے کتے کی بھی شراکت پسند نہیں کرتا۔اس کے سامنے اس کے قد سے بھی پانچ گنا بڑا مردار پڑا ہوتا ہے،وہ خود اکیلے اس کو کھا بھی نہیں سکتا مگر وہ دوسرے کو کبھی برداشت نہیں کرے گا۔بلکہ اگر کوئی دوسرا کتا آجائے تو وہ مردار کو چھوڑ کر اس کتے کے ساتھ لڑنا شروع کر دے گا۔ اور پھر جو زیادہ طاقتور ہوگا وہی اس کو کھائے گا۔یہی حال دنیا دار کا ہے۔وہ بھی دنیا کا

سارا فائدہ خود لینا چاہتا ہے۔ اگر چند بندے مل کر کام کریں تو ان میں سے ہر ایک کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ کسی طرح میرے کھاتے میں زیادہ آ جائے۔ وہ بھی دوسروں کو دینا پسند نہیں کرتا بلکہ سارے کا سارا خود لینا چاہتا ہے۔ گویا اس کے اندر بھی کتے جیسی صفت ہے کہ جس طرح کتا اکیلا مردار کو کھانا چاہتا ہے اسی طرح یہ بھی ساری دنیا کے خزانوں کو اکیلا سمیٹنا چاہتا ہے۔

دوسرا نکتہ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ کوا کبھی کسی مردہ کوے کو نہیں کھاتا۔ بلکہ اگر کہیں پر مردہ کوا پڑا ہو تو کوے وہاں پر آنے سے کتراتے ہیں اور خوب شور مچاتے ہیں۔ جب کہ کتے کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اگر اسے کسی مردار کتے کی ہڈیاں مل جائیں تو وہ ان کو بھی چبالیتا ہے۔ یہی حال دنیا دار کا ہے کہ وہ دنیا سے تو دھوکا کرتا ہی ہے، اگر اس کا کوئی بھائی بھی اس کے ساتھ کام کرے تو وہ اس کو بھی دھوکا دینے سے باز نہیں آتا۔ اس کمینی دنیا کی خاطر اپنا بن کر اپنوں کو دھوکا دیتا ہے۔ قریبی رشتہ دار آپس میں کام کرتے ہیں مگر دھوکا دے جاتے ہیں۔ گویا ان کے اندر بھی وہی بات ہوتی ہے جو کتے کے اندر ہوتی ہے

تیسرا نکتہ تیسرا نکتہ یہ ہے کہ کوا دوسرے کوؤں سے عبرت پکڑتا ہے۔ اگر کوئی آدمی کسی کوے کو مار کر لٹکا دے تو کوے قریب آنا چھوڑ دیں گے۔ وہ اس جگہ سے عبرت پکڑیں گے کہ اس نے جب ایک کوے کو مار ڈالا ہے تو ہم بھی اگر ادھر گئے تو ہمیں بھی مار ڈالے گا، لیکن کتا دوسرے کتوں سے عبرت نہیں پکڑتا۔ یہی حال دنیا دار کا ہوتا ہے۔ اس کے سامنے روزانہ دنیا دار مر رہے ہوتے ہیں اور ان کا برا انجام ہو رہا ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود دنیا دار یہ چاہتا ہے کہ مجھے بھی دنیا مل جائے۔ ایک کرسی کو چھوڑتا ہے اور اسے سولی پر لٹکا دیا جاتا ہے مگر دوسرا تیار رہتا ہے کہ کرسی مجھے دے دی جائے۔ یہ تو روز کا

تماشا ہے۔آپ سنتے ہی ہیں کہ

رات کو امیر ہیں صبح کو فقیر ہیں،

رات کو وزیر ہیں صبح کو اسیر ہیں،

رات کو وزیر اعظم ہیں صبح کو اسیر اعظم ہیں،

رات کو صدر ہیں صبح کو ملک بدر ہیں،

لیکن عبرت کوئی نہیں پکڑتا۔ایک جاتا ہے اور کئی تیار ہوتے ہیں۔وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم سے پہلے والے کا کیا انجام ہوا۔

چوتھا نکتہ ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ اگر کوا مردار کھاتا ہے تو وہ نرم گوشت کھاتا ہے اور ہڈیوں کو چھوڑ دیتا ہے لیکن کتا گوشت بھی کھاتا ہے اور ہڈیوں کو بھی چچوڑتا ہے۔یہی حال دنیا دار کا ہے کہ وہ پہلے جائز منافع کماتا ہے اور پھر سود در سود بھی کھاتا ہے۔گویا ہڈیاں بھی چچوڑتا ہے۔

پانچواں نکتہ ایک نکتہ اور بھی ہے کہ اگر کسی جگہ پر مردار پڑا ہوا اور کوا اس میں سے کچھ کھائے بھی تو وہ رات کو اپنے گھونسلے میں چلا جاتا ہے۔وہ رات کو اس مردار کے پاس نہیں ٹھہرتا۔وہ دن میں اسے کھائے گا اور رات کو واپس چلا جائے گا۔لیکن کتے کی عادت اور ہے۔وہ دن میں اسے کھائے گا اور رات کو اس پر بیٹھ کر پہرہ دے گا تاکہ کوئی اور کتا اس پر قابض نہ ہو جائے۔یہی حال دنیا دار کا ہے۔وہ سارا دن دکان کے اندر ہوتا ہے اور رات کو دکان اس کے اندر ہوتی ہے۔حتیٰ کہ وہ نماز بھی پڑھ رہا ہوتا ہے تو دکان اس کے اندر ہوتی ہے۔پس ثابت ہوا کہ دنیا کا طلبگار کتے کی سی عادات رکھتا ہے۔صدق رسول اللہ ﷺ

اللہ رب العزت ہمیں دنیا کا طلبگار بننے سے محفوظ فرمائیں (آمین ثم آمین)

دورِ حاضر کا سب سے بڑا فتنہ

آج کے دور کا سب سے بڑا فتنہ دنیا کی محبت ہے۔ ہر بندے کے دل کی تمنا ہے کہ

يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○ (القصص:۷۹)

(کاش! ہمارے پاس اتنا ہو جتنا کہ قارون کو دیا گیا ہے بیشک اس کی بڑی قسمت ہے)

ہر بندے کی یہی تمنا ہے، الا ماشاء اللہ۔

دنیا کیا ہے؟

اتنا کچھ سننے کے بعد دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر دنیا ہے کیا؟ مولانا رومؒ نے ایک جگہ پر بہت اچھے انداز میں یہ بات سمجھائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

(دنیا کیا ہے؟ اللہ رب العزت سے غافل ہونے کا نام دنیا ہے۔ مال، پیسے، بچے اور بیوی کا نام دنیا نہیں ہے)

گویا جو چیز بھی انسان کو اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے وہی دنیا ہے۔ خواہ کوئی چیز بھی ہو...... اگر وہ بیوی ہے تو وہ بھی وہ دنیا میں شامل ہوگی، اگر وہ بچے ہیں تو وہ بھی دنیا میں شامل ہوں گے، اگر وہ کاروبار ہے تو وہ بھی دنیا میں شامل ہوگا، مکان ہے تو وہ بھی دنیا میں شامل ہوگا اور اگر کوئی اور کام ہے تو وہ بھی دنیا میں شامل ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی مصلے پر بیٹھا ہوا بھی دنیا دار ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے

کہ کوئی آدمی دکان پر بیٹھا ہوا بھی دین دار ہو۔ یہ دل کی حالت پر منحصر ہے۔

دو آدمیوں کی قلبی کیفیت

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے لکھا ہے کہ میں حج پر گیا۔ میں نے وہاں دیکھا کہ ایک آدمی غلاف کعبہ کو پکڑ کر دعائیں مانگ رہا تھا جب میں اس کے دل کی طرف متوجہ ہوا تو اس کا دل اللہ سے غافل تھا۔ وہ اس لئے کہ اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی حج پر آئے ہوئے تھے، دعا مانگتے وقت اس کے دل میں یہ تمنا پیدا ہو رہی تھی کہ کاش میرے دوست مجھے دیکھتے کہ میں کیسے رو رو کر دعائیں مانگ رہا ہوں۔ وہ آدمی یہ عمل اللہ کے لئے نہیں کر رہا تھا بلکہ دکھاوے کے طور پر کر رہا تھا۔ پھر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد منیٰ میں آیا اور میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان اپنا مال فروخت کر رہا تھا۔ اس کے اردگرد اتنا ہجوم تھا کہ وہ لوگوں کے جھرمٹ میں گھرا ہوا تھا۔ فرماتے ہیں کہ جب میں اس کے دل کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے اس کے دل کو ایک لحہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں پایا۔ یہی مقصود زندگی ہے کہ ہم اپنے کاروبار میں ہوں یا جہاں کہیں بھی ہوں، ہمارا دل ہر وقت اللہ رب العزت کی یاد میں لگا ہوا ہو۔ یعنی دست بہ کار دل بہ یار، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ٥ (النور:۳۷)

(وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے سودا کرنے میں اور نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے اور نماز قائم رکھنے سے اور زکوۃ دینے سے، ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں)

نور نسبت کے طالب کے لئے ایک سنہری اصول

لذات دنیا اللہ تعالیٰ کی معرفت کے حصول میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔ ہمارے مشائخ نے یہ فرمایا ہے کہ سالن دراصل گوشت اور سبزی سے مل کر بنتا ہے گھی اور مرچ مصالحہ زوائد میں سے ہیں۔ اگر کسی کے پاس یہ زائد چیزیں نہ بھی ہوں اور صرف سبزی ہی ابال لے تو سبزی سے ہی کام چل جائیگا۔ اور اگر صرف گوشت ہو اور وہ اسی گوشت کو ابال لے تو بھی کام چل جائیگا۔ لیکن اگر کسی کے پاس سبزی یا گوشت نہ ہو بلکہ فقط پانی گھی اور نمک مرچ ہو تو ان سے بھوک نہیں مٹ سکے گی۔ اوراد و وظائف کی مثال نمک، مرچ اور دوسری زائد چیزوں کی مانند ہے اور ترک لذات دنیا اور ترک خواہشات نفسانی کی مثال سبزی اور گوشت کی مانند ہے۔ لہٰذا جو آدمی چاہتا ہے کہ مجھے نسبت کا نور ملے تو اسے چاہئے کہ وہ دنیا کی لذات سے اجتناب کرے۔ طلب چھوڑ دے۔ کیونکہ اللہ نے جو رزق پہنچانا ہے وہ ضرور پہنچ کر رہے گا، دل میں دنیا کی ہوس اور اشتہا نہ رہے۔ حسن بصریؒ فرماتے تھے، ہم نے اپنے اکابر سے یہ معرفت والا سبق ترک دنیا کے ذریعے سیکھا تسبیحات کے ذریعے سے نہیں۔

باطنی سفر میں آسانیاں

ہمارے مشائخ کسی سے روزگار یا نوکری نہیں چھڑواتے تھے۔ اس لئے آج ہم بھی آپ سے فارغ وقت مانگتے ہیں۔ یقین کیجئے کہ آج کا مسلمان اگر فارغ وقت بھی دین پر لگانا شروع کر دے تو اللہ رب العزت اس کی بھی بگڑی بنا دیں گے۔ کیونکہ روحانی مدارج طے کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت آسانیاں پیدا کر

دی ہیں۔ ذرا یہ بتائیں کہ پروردگار عالم نے ظاہری سفر میں آسانیاں کی ہیں یا نہیں ؟ پہلے اونٹوں اور گھوڑوں پر سفر ہوتا تھا جبکہ آج کل کے زمانہ میں لوگ بسوں، ٹرینوں، اور ہوائی جہازوں میں سفر کرتے ہیں۔ پہلے ایک ہزار میل کا سفر کرنا ہوتا تھا تو انسان کو ایک مہینہ لگتا تھا۔ گھوڑے اور اونٹ پر لوگ ایک دن میں بیس میل کا سفر کرتے تھے۔ یہ ان کے ہاں ایک متفقہ منزل طے تھی۔ وہ بیس بیس میل کا سفر طے کر کے پڑاؤ ڈال دیتے تھے۔ اور آج کل کے دور میں اگر ہزار میل کا سفر کرنا ہو تو ایک گھنٹہ درکار ہوتا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ جو پروردگار اتنا مہربان ہے کہ اس نے بندوں کی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے ان کے ظاہری سفر میں آسانیاں پیدا فرما دی اس نے باطنی سفر میں کتنی آسانیاں پیدا کر دی ہوں گی؟ اس لئے آج کے دور میں باطن کا سفر کرنا بہت آسان ہے۔ ہر بندہ یہ سفر کر سکتا ہے۔ کوئی بندہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تو باطنی سفر کر ہی نہیں سکتا۔ بلکہ بیمار بھی یہ سفر کر سکتا ہے، کام والا بھی طے کر سکتا ہے، بوڑھا بھی طے کر سکتا ہے اور جوان بھی طے کر سکتا ہے۔

خواہشات پوری کرنے کی جگہ

ہمارے بزرگ دنیا کی لذتوں سے دور بھاگتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ اگر ان میں لگیں گے تو انکی کوئی حد نہیں ہوگی۔ اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ضرورت کی ایک حد ہوتی ہے جبکہ خواہشات کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم دنیا میں اپنی ضروریات کو پورا کرو اور تمہاری خواہشات کو پورا کرنے کے لئے میں نے جنت بنا دی ہے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيْ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُوْنَ (حٰم السجدہ:۳۱)

(اور تمہارے لئے اس جنت میں وہ کچھ ہوگا جو تمہارا جی چاہے گا اور وہ کچھ ملے گا جو تم مانگو گے)

اس لئے یہ بات ذہن میں بٹھا لیجئے کہ خواہشات جنت میں پوری ہوں گی۔ لہٰذا دنیا میں اپنی ضروریات پوری کیجئے اور اپنی زندگی گزارتے چلے جائیے۔

خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کی شان استغناء

ہمارے مشائخ اللہ رب العزت کی یاد میں لگے رہتے تھے۔ ان کی نظر میں انسان کی عظمت اس کے دین کی وجہ سے ہوتی تھی اور دنیا کی وجہ سے ان کے ہاں انسان کی عظمت نہیں ہوتی تھی۔

خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں میں سے تھے۔ وہ ایک فقیر آدمی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں قبولیت عامہ تامہ دی ہوئی تھی۔ ان کی خانقاہ پر وقت کے امیر کبیر لوگ بھی آتے تھے۔

ایک مرتبہ انہوں نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ آج ساری خانقاہ کی صفائی کرو۔ اس زمانہ میں چپس کے فرش تو نہیں ہوتے تھے بلکہ کچی مٹی ہوتی تھی۔ جمعہ کا دن تھا۔ اس لئے کچھ لوگ نہانے دھونے میں لگ گئے اور کچھ خانقاہ کی صفائی کرنے میں مصروف ہو گئے۔

حضرتؒ کے سر کے بال لمبے لمبے تھے۔ انہیں سر میں کھجلی سی محسوس ہونے لگی۔ سر میں کھجلی کبھی تو جوؤں کی وجہ سے ہوتی ہے اور کبھی زیادہ دن نہ نہانے کی وجہ سے

بھی خارش سی ہوتی ہے۔ حضرتؒ کو خارش سی محسوس ہوئی تو آپ نے اپنے ایک خادم سے فرمایا کہ ذرا میرے بالوں میں دیکھو کہ جوؤں کی وجہ سے خارش ہو رہی ہے یا کسی اور وجہ سے۔ اس نے کہا، جی بہت اچھا۔ اب حضرت بیٹھ گئے اور اس خادم نے جوئیں ڈھونڈنا شروع کر دیں۔ باہر لوگوں نے جھاڑو دینا شروع کر دیا۔ خوب مٹی اڑنے لگی۔

اللہ کی شان کہ عین اسی وقت سلطان محمود غزنوی حضرتؒ کی ملاقات کے لئے پہنچ گیا۔ جب مریدوں نے دیکھا کہ بادشاہ سلامت آ گئے ہیں تو وہ گھبرائے کہ یہاں تو مٹی اڑ رہی ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک بھاگا کہ میں حضرت کو بادشاہ کے آنے کی اطلاع دے دوں۔ اس نے اندر آ کر عجیب منظر دیکھا کہ حضرتؒ تو سر جھکا کر بیٹھے ہیں اور ایک خادم آپ کے بالوں میں سے جوئیں تلاش کر رہا ہے۔ اس مرید نے خادم کو اشارہ کیا کہ وہ بادشاہ سلامت آ رہے ہیں۔ جب اسے معلوم ہوا کہ بادشاہ سلامت آ رہے ہیں تو وہ خادم بھی گھبرا سا گیا اور اسی حالت میں اس نے کہا، حضرت! حضرت!...... حضرت نے اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو وہ پھر کہنے لگا، حضرت! وہ بادشاہ سلامت آ رہے ہیں۔ حضرت یہ سن کر فرمانے لگے ''اوہو! میں سمجھا کہ تیرے ہاتھ میں کوئی بڑی سی جوں آ گئی ہے'' اس سے اندازہ لگائیے کہ ان کے دل میں دنیا کی کیا حقیقت ہوتی تھی۔

جب سلطان محمود غزنوی حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کے پاس آیا تو حضرتؒ بیٹھے رہے۔ وہ خود آ کر حضرتؒ سے ملا۔ اس نے ملنے کے بعد ایک تھیلی میں کچھ پیسے حضرتؒ کو ہدیے کے طور پر پیش کئے مگر حضرتؒ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے پھر تھیلی پیش کی۔ حضرتؒ کے پاس اس وقت ایک خشک روٹی پڑی ہوئی

تھی۔ آپ نے اس تھیلی کے بدلے وہ خشک روٹی پیش کی اور فرمایا، اسے کھائیے۔ اب اس نے روٹی کا لقمہ تو منہ میں ڈال لیا لیکن خشک لقمہ اس کے گلے کے نیچے اتر نہیں رہا تھا، بلکہ وہ لقمہ اس کے گلے میں پھنس گیا۔ حضرتؒ نے جب دیکھا کہ اس کے گلے میں لقمہ پھنس چکا ہے تو پوچھا، کیا بات ہے، لقمہ نیچے اتر نہیں رہا؟ اس نے کہا، جی ہاں، نہیں اتر رہا۔ حضرتؒ نے فرمایا، آپ کی یہ تھیلی بھی اسی طرح میرے گلے سے نیچے نہیں اتر رہی۔ سبحان اللہ، ایسی نصیحت کی۔

بادشاہ جب حضرت کی محفل میں بیٹھا تو اس نے اثر قبول کیا۔ اس لئے جب وہ اٹھ کر جانے لگا تو حضرتؒ اٹھ کر اس کے ساتھ خانقاہ کے دروازے تک گئے اور وہاں سے رخصت کیا۔ ایک مرید نے بعد میں حضرتؒ سے سوال پوچھا کہ حضرت! جب بادشاہ سلامت آئے تو آپ بیٹھے رہے لیکن جب وہ جانے لگے تو آپ ان کو دروازے تک چھوڑ کر آئے، اس میں کیا راز ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا، جب وہ یہاں آیا تھا تو وہ اپنے آپ کو بادشاہ سمجھ کر آیا تھا اور اس کے دل میں تکبر تھا، اس لئے ہم جہاں بیٹھے تھے وہیں بیٹھے رہے۔ پھر ہم نے اس کے تکبر کا علاج کیا۔ جب وہ کچھ دیر میرے پاس رہا تو اس کے دل میں اہل اللہ کی محبت پیدا ہو گئی تھی، جس کی وجہ سے اس کے اندر عاجزی آ چکی تھی، لہٰذا میں نے اس عاجزی کی قدر کرتے ہوئے اس کو خانقاہ کے اس دروازے تک جا کر چھوڑا۔

سومنات کی فتح

اسی ملاقات کے دوران بادشاہ نے کہا' حضرت! میں نے سومنات پر حملے کا ارادہ کیا ہے۔ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے اس لئے مقابلہ سخت ہے۔ مہربانی

فرما کر دعا فرمادیں کہ اللہ ہمیں کامیابی عطا فرمائے۔ جب سلطان محمود غزنوی نے دعا کے لئے عرض کیا تو حضرت کے پاس ایک جبہ پڑا ہوا تھا، انہوں نے وہ اٹھا کر بادشاہ کو دے دیا اور فرمایا کہ اسے اپنے ساتھ لے جائیں اور جب آپ ضرورت محسوس کریں تو آپ اس جبہ کو سامنے رکھ کر دعا مانگنا کہ اے اللہ! اگر اس جبہ والے کا تیرے ہاں کوئی مقام ہے تو اس کی برکت سے میرے اس معاملہ کو حل فرما دے۔ اس نے کہا، بہت اچھا۔ وہ جبہ لے کر چلا گیا۔

واپسی پر سلطان محمود غزنوی نے تیاری کر کے سومنات پر حملہ کیا۔ اس وقت ہندو اور دوسرے مذاہب کے لوگ سب مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑتے تھے۔ اس لئے کفار کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ مسلمانوں کے لشکر میں کمزوری آ رہی ہے تو اسے یاد آیا کہ حضرت نے تو مجھے ایک جبہ دیا تھا۔ چنانچہ اس نے اس آڑے وقت میں اس جبہ کو سامنے رکھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے بیٹھ گیا کہ اے مالک! اگر اس جبہ والے کا تیرے ہاں کچھ مقام ہے اور وہ تیرے دوستوں میں سے ہے تو اس کی برکت سے تو مجھے سومنات کا فاتح بنا دے۔ چنانچہ جنگ کا پانسہ پلٹا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو سومنات کا فاتح بنا دیا۔

سومنات کی فتح کے کافی عرصہ بعد سلطان محمود غزنوی نے سوچا کہ میں حضرت کے پاس جا کر ان کا شکریہ بھی ادا کروں اور ان کو خوشخبری بھی سناؤں۔ چنانچہ وہ حضرتؒ کو ملنے کے لئے آیا۔ اس نے حضرت کو سارا واقعہ سنایا۔ حضرتؒ نے اس سے پوچھا، آپ نے جبہ سامنے رکھ کر کیا دعا مانگی تھی؟ بادشاہ نے کہا، حضرت! دعا یہ مانگی تھی کہ اے اللہ! اگر اس جبہ والے کا تیرے ہاں کوئی مقام ہے اور وہ تیرے دوستوں میں سے ہے تو مجھے سومنات کا فاتح بنا دے۔ حضرت نے سن کر فرمایا،

’’تونے بہت سستا سودا کرلیا، اگر تو یہ دعا مانگتا کہ اے اللہ! اس کی برکت سے تو مجھے پوری دنیا کا فاتح بنا دے تو تجھے اللہ تعالیٰ پوری دنیا کا فاتح بنا دیتے‘‘

جی ہاں، ان اللہ والوں کا اللہ کے ہاں ایک مقام ہوتا ہے۔ چونکہ انہوں نے زندگی نیکی اور تقوی پر گزاری ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ ان کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کی لاج رکھ لیا کرتے ہیں۔

خانقاہ کی مٹی کا ادب

سلطان محمود غزنوی کو وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا۔ وہ جنت کی سیر کر رہا تھا۔ اس نے کہا، بھئی آپ تو دنیا کے بادشاہ تھے، اور آخرت میں تو بادشاہوں کا بڑا برا حال ہوتا ہے، ان کا تو لمبا چوڑا حساب کتاب ہوتا ہے اور آپ کو میں جنت میں دیکھ رہا ہوں۔ اس نے جواب میں کہا، ہاں میرا ایک چھوٹا سا عمل تھا لیکن پروردگار کو وہی عمل پسند آگیا جس کی وجہ سے میری مغفرت کر دی گئی۔ اس نے پوچھا، وہ کونسا عمل ہے؟ کہنے لگا، میں ایک دفعہ ابوالحسن خرقانیؒ کی خانقاہ پر گیا تھا، وہاں لوگ جھاڑو دے رہے تھے جس کی وجہ سے مٹی اڑ رہی تھی، میں نے اس مٹی میں سے گزرتے ہوئے اس مٹی کو اس نیت سے چہرے پر مل لیا تھا کہ اللہ والوں کے کپڑوں اور بستروں کی مٹی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ تو نے میرے راستے میں نکلنے والے درویشوں کی مٹی کی قدر کی اس لئے اس کی برکت سے تیرے چہرے کو جہنم کی آگ سے بری فرما دیتے ہیں۔ سبحان اللہ۔

حضرت سالمؒ کی شان استغناء

ہمارے اکابرین پر ایسے ایسے واقعات پیش آئے کہ انہیں وقت کے بادشاہوں نے بڑی بڑی جاگیریں پیش کیں مگر انہوں نے اپنی ذات کے لئے کبھی قبول نہ کیں۔ حضرت عمر ابن الخطاب ﷛ کے پوتے حضرت سالمؒ ایک مرتبہ حرم مکہ میں تشریف لائے۔ مطاف میں آپ کی ملاقات وقت کے بادشاہ ہشام بن عبد الملک سے ہوئی۔ ہشام نے سلام کے بعد عرض کیا، حضرت! کوئی ضرورت ہو تو حکم فرمائیں تاکہ میں آپ کی کوئی خدمت کرسکوں۔ آپ نے فرمایا، ہشام! مجھے بیت اللہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر غیر اللہ سے حاجت بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے کیونکہ ادب الٰہی کا تقاضا ہے کہ یہاں فقط اسی کے سامنے ہاتھ پھیلایا جائے۔ ہشام لاجواب ہوگیا۔ قدرتاً جب آپ حرم شریف سے باہر نکلے تو ہشام بھی عین اسی وقت باہر نکلا۔ آپ کو دیکھ کر وہ پھر قریب آیا اور کہنے لگا، حضرت! اب فرمائیے کہ میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا، ہشام! بتاؤ میں تم سے کیا مانگوں، دین یا دنیا؟ ہشام جانتا تھا کہ دین کے میدان میں تو آپ کا شمار وقت کی بزرگ ترین ہستیوں میں ہوتا ہے، لہٰذا کہنے لگا، حضرت! آپ مجھ سے دنیا مانگیں۔ آپ نے فوراً جواب دیا کہ دنیا تو میں نے کبھی دنیا کے بنانے والے سے بھی نہیں مانگی بھلا تم سے کہاں مانگوں گا۔ یہ سنتے ہی ہشام کا چہرہ لٹک گیا اور وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

اللہ رب العزت کیا چاہتے ہیں؟

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ وَ مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَ مَا وَالَاهُ

(دنیا ملعونہ ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اللہ کی یاد کے، اور جو اس کے قریب ہے)۔

یعنی ذکر کرنے والے اور جو ذکر کے قریب ہے یعنی اس کے اسباب، ان کو چھوڑ کر باقی ساری دنیا ملعونہ ہے۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ اللہ رب العزت کیا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہم ذکر کے ذریعے اپنی زندگی کو آخرت کی زندگی بنا لیں اور دنیا سے اپنی زندگی کو ہم علیحدہ کر لیں۔ یہ چیز انسان کو علم اور ذکر سے نصیب ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب سے دنیا بنائی، اس نے کبھی بھی اس کو محبت کی نظر سے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ میرے بندے دنیا سے دل لگانے کی بجائے آخرت سے دل لگائیں۔ اس لئے ہمارے اسلاف کو دنیاوی زندگی تھوڑی دیر کی بات نظر آتی تھی۔ وہ کہتے تھے کہ یہاں کی عارضی لذتوں کے پیچھے کیا لگنا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے ہمیں آخرت کی لذتوں سے محروم کر دیا جائے۔ اگر کسی نوجوان کے دل میں یہ بات آجائے تو سوچے کہ اس کے لئے اپنے نفس کو کنٹرول کرنا کتنا آسان ہوگا۔ کیا وہ نفسانی لذتوں کے پیچھے بھاگے گا؟ نہیں، بلکہ اگر اسے گناہ کی پیشکش بھی ہوگی تو وہ بچے گا اور وہ کہے گا کہ میں فانی لذت کے پیچھے نہیں جاؤں گا کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے بدلے میں آخرت کی لذتوں سے محروم کر دیا جاؤں۔

اعتدال والا راستہ

مومن کا کام یہ ہے کہ وہ رزق حلال کی کوشش کرے اور معاملہ اللہ تعالیٰ پہ

چھوڑ دے۔ اگر اللہ تعالیٰ بہت عطا فرماتے ہیں تو اللہ کا شکر ادا کرے اور اگر اللہ تعالیٰ اسے تنگ رزق دیں تو صبر کرے، شکر کرنے والا بھی جنتی اور صبر کرنے والا بھی جنتی۔ مومن کے لئے دونوں طرف جنت ہے۔ یاد رکھیں کہ نتائج ہمارے اختیار میں نہیں ہیں۔ یہ اللہ رب العزت کی تقسیم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيْشَتَهُمْ (الزخرف:۳۲)

(ہم نے ان کے درمیان رزق تقسیم کیا)

ہم اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی رہیں کیونکہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جس بندے کو دنیا میں تھوڑا رزق ملے گا اور وہ اس کے باوجود بھی اللہ رب العزت سے راضی رہے گا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن فرمائیں گے، اے میرے بندے! تو میرے دیئے ہوئے تھوڑے رزق پر راضی ہو گیا تھا، آج میں تیرے تھوڑے عملوں پر راضی ہو جاتا ہوں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا فرما دیں گے۔ اس لئے اگر اللہ تعالیٰ کسی کو کھلا رزق دیں تو وہ شکر ادا کرے اور اگر وہ کسی کو تنگ رزق دے تو وہ صبر کرے، ایسا نہ ہو کہ رزق تنگ ہونے کی صورت میں رہ جھوٹ بولنا شروع کر دے یا دھوکا دینا شروع کر دے اور دوسرں کا مال غلط طریقہ سے حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اور اگر مال زیادہ مل جائے تو اللہ کو بھول بھی نہ جائے۔ دیکھو، اسلام نے کیسا اعتدال کا راستہ دکھایا ہے کہ آدمی کے پاس مال بھی ہو اور اس کے ساتھ عجز بھی ہو۔

مال ایمان کے لئے ڈھال ہے

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ وہ دنیا کتنی اچھی ہے جو انسان کی آخرت

کے بنانے میں استعمال ہو جائے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ ساری دنیا بری نہیں ہے کیونکہ جو مال آخرت کے سنورنے کا ذریعہ بنتا ہے وہ انسان کے پاس اللہ کی نعمت ہوا کرتا ہے۔ بلکہ یہ فقیر تو کہتا ہے کہ آج کے دور میں مال انسان کے ایمان کے لئے ڈھال ہے۔ کیونکہ

حدیث پاک میں آیا ہے:

كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْراً

(قریب ہے کہ کہیں تنگدستی تجھے کفر میں نہ پہنچا دے)

یقین کیجئے کہ ہم نے لوگوں کو کفر کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ تنگدستی کی وجہ سے چند پیسوں کی خاطر اپنا مسلمانوں والا نام بدل کر کفار والا نام اپنا لیتے ہیں۔ آپ کو پتہ ہی ہے کہ کئی ملکوں میں بڑھتی ہوئی آبادیوں میں مشنریز کام کر رہی ہیں اور چند پیسوں کا ماہانہ وظیفہ دینے کے بدلے ان کا نام مسلمانوں سے عیسائیوں والا کروا کر دین کی دولت سے محروم کر دیتی ہیں۔

یاد رکھیں کہ ہم آزمائشوں کے قابل نہیں ہیں اس لئے تنگدستی سے اللہ رب العزت کی پناہ مانگیں اور جو اللہ رب العزت نے اچھے حال میں رکھا ہوا ہے اس پر اللہ کا شکر ادا کریں۔

مرغابی کی طرح بنئے

مرغابی ایک پرندہ ہے۔ اس پرندے کی یہ صفت ہے کہ وہ پانی میں بیٹھتا ہے۔ لیکن جب بھی اس کے لئے اڑنے کا وقت آتا ہے تو وہ پانی سے ہی اڑ جاتا ہے۔ اسے اڑنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ علماء نے لکھا ہے کہ اسے اڑنے میں

اس لئے رکاوٹ نہیں ہوتی کہ مرغابی پانی میں تو بیٹھتی ہے مگر اس کے پر اتنے ملائم ہوتے ہیں کہ وہ پانی میں بھیگتے نہیں ہیں، لہٰذا وہ اڑنے کے وقت فوراً اڑ جاتی ہے۔ مؤمن کو بھی چاہیے کہ وہ مرغابی کی طرح بنے کہ اگر مال پانی کی طرح ہے تو یہ پانی کے اندر رہے مگر اپنے پروں کو بھیگنے نہ دے جب موت کا وقت آ جائے تو یہ مرغابی کی طرح اڑان لگا کر اپنے اصلی گھر کی طرف چلا جائے۔

بہترین خادم اور بدترین آقا

مال کی مثال پانی کی سی ہے۔ کشتی کے چلنے کے لئے پانی ضروری ہے۔ مگر کشتی تب چلتی ہے جب پانی کشتی کے نیچے ہوتا ہے۔ اور اگر نیچے کی بجائے پانی کشتی کے اندر آ جائے تو یہی پانی اس کے ڈوبنے کا سبب بن جائے گا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ اے مؤمن! تیرا مال پانی کی طرح ہے اور تو کشتی کی مانند ہے، اگر یہ مال تیرے نیچے رہا تو یہ تیرے تیرنے کا ذریعہ بنے گا اور اگر یہاں سے نکل کر تیرے دل میں آ گیا تو پھر یہ تیرے ڈوبنے کا سبب بن جائے گا۔ اس لئے ثابت ہوا کہ اگر مال جیب میں ہو تو وہ بہترین خادم ہے اور اگر دل میں ہو تو بدترین آقا ہے۔

لاجواب کر دینے والا سوال

ہم نے دیکھا ہے کہ جو انسان اللہ کے راستے میں جتنا زیادہ خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اور زیادہ دیتے ہیں۔ آپ میں سے کئی ذی حیثیت لوگ بھی بیٹھے ہیں۔ آپ کوئی ایک بندہ ایسا بتا دیں جس نے دین کے کاموں میں بہت زیادہ مال خرچ کیا ہو اور وہ بینکرپٹ ہو گیا ہو۔ کیا آپ کوئی ایسی مثال پیش کر سکتے ہیں؟ آپ کوئی

ایسی مثال پیش نہیں کر سکتے کیونکہ میں نے دنیا کے کئی ملکوں میں یہ بات پوچھی مگر آج تک کوئی بھی اس کا جواب نہیں دے سکا۔ لیکن میں آپ کو ان لوگوں کی مثالیں دیتا ہوں جنہوں نے خوب دنیا کمائی اور دنیا کے اللے تللے میں پڑے رہے حتی کہ بینکر پٹ ہو گئے۔ سینکڑوں مثالیں دی جا سکتی ہیں کہ کروڑوں پتی بینکر پٹ ہو گئے۔ جو لوگ دنیا کما کر دنیا پہ لگا دیتے ہیں ان کو تو بینکر پٹ ہوتے دیکھا ہے لیکن دین کی خاطر بینکر پٹ ہونے والا کوئی ایک نہیں دیکھا۔ معلوم ہوا کہ جو بندہ دین کے لئے جتنا بھی خرچ کرتا ہے پروردگار عالم اسے اتنا ہی زیادہ عطا فرما دیتے ہیں۔

منافع کی تجارت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک آدمی تھا۔ وہ بیچارہ بہت ہی غریب تھا، وہ نان شبینہ کو ترستا تھا۔ ایک دفعہ ان کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ وہ کہنے لگا، حضرت! آپ کلیم اللہ ہیں اور کوہ طور پر جا رہے ہیں، آپ میری طرف سے اللہ تعالیٰ کی خدمت میں یہ فریاد پیش کر دینا کہ میری آنے والی زندگی کا سارا رزق ایک ہی دم دے دیں تاکہ میں چند دن تو اچھی طرح کھا پی کر جاؤں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی فریاد اللہ رب العزت کی خدمت میں پیش کر دی۔ پروردگار عالم نے اس کی فریاد قبول فرمالی اور اسے چند بکریاں، گندم کی کچھ بوریاں اور جو چیزیں اس کے مقدر میں تھیں وہ سب عطا فرما دیں۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے کام میں لگ گئے۔

ایک سال کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خیال آیا کہ میں اس بندے کا پتہ تو کروں کہ اس کا کیا بنا۔ جب اس کے گھر پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ اس نے ایک

عالیشان مکان بنایا ہوا ہے، اس کے دوست آئے ہوئے ہیں، ان کے لئے دستر خوان لگے ہوئے ہیں، ان پر قسم قسم کے کھانے لگے ہوئے ہیں اور سب لوگ کھا پی کر مزے اڑا رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ سارا منظر دیکھ کر بڑے حیران ہوئے۔ جب کچھ دنوں کے بعد کوہ طور پر حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی ہوئی تو عرض کیا، اے پروردگار عالم! آپ نے اسے جو ساری زندگی کا رزق عطا فرمایا تھا وہ تو تھوڑا سا تھا اور اب تو اس کے پاس کئی گنا زیادہ نعمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، اے میرے پیارے موسیٰ علیہ السلام! اگر وہ رزق اپنی ذات پر استعمال کرتا تو اس کا رزق تو وہی تھا جو ہم نے اس کو دے دیا تھا، لیکن اس نے ہمارے ساتھ نفع کی تجارت کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے اللہ! اس نے کونسی تجارت کی؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، کہ اس نے مہمانوں کو کھانا کھلانا شروع کر دیا اور میرے راستے میں خرچ کرنا شروع کر دیا، اور میرا یہ دستور ہے کہ جو میرے راستے میں ایک روپیہ خرچ کرتا ہے میں اس کو کم از کم دس گنا دیا کرتا ہوں، چونکہ اس تجارت میں نفع بہت زیادہ ہوا ہے اس لئے اس کے پاس مال و دولت بہت زیادہ ہے۔

دو چیزیں قیام کا سبب ہیں

ایک اہم نکتہ سنئے کہ اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کو قیام کا سبب بتایا ہے۔ ایک بیت اللہ شریف کو اور دوسرا مال کو۔ جہاں کعبہ کو قیام کا سبب بتایا وہاں فرمایا

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ (المائدہ:۹۷)

(اللہ نے کر دیا کعبہ کو جو کہ گھر ہے بزرگی والا قیام کا باعث لوگوں کے لئے)

اور جہاں مال کو انسانوں کے لئے قیام کا سبب بتایا، وہاں ارشاد فرمایا:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا

(اور تم اپنا مال بے وقوفوں کے سپرد نہ کرو، جس کو ہم نے تمہارے قیام کا سبب بنایا ہے) (النساء: ۵)

یہاں مفسرین نے یہ نکتہ لکھا ہے کہ بیت اللہ انسان کی روحانی زندگی کے قیام کا سبب ہے اور مال انسان کی جسمانی زندگی کے قیام کا سبب ہے، اس لئے اگر کسی کو اللہ نے مال دیا ہے تو وہ اس کو اللہ رب العزت کی نعمت سمجھے اور اس کو اپنی آخرت کے بنانے میں لگا دے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عافیت والا رزق عطا فرما دیں۔ ایسا مال عطا فرمائیں جو وبال سے خالی ہو اور ہم مال کو اپنی آخرت سنوارنے میں خرچ کریں۔ اللہ رب العزت ہمیں دنیا کی حقیقت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں ہر لمحہ آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرما دیں اور قیامت کے دن ہمیں اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمالے (آمین۔ ثم آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

اشعار مراقبہ

اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن
من کی دنیا من کی دنیا سوز و مستی جذب و شوق
تن کی دنیا تن کی دنیا سود و سودا مکر و فن
من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دولت چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن
پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ

شیطان کے ہتھکنڈے

یہ بیان ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ مطابق ۹ دسمبر ۲۰۰۱ء کو مسجد نور لوساکا (زیمبیا) میں ہوا۔ مخاطبین میں علماء، صلحاء اور عوام الناس کی کثیر تعداد تھی۔

اقتباس

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ شیطان ہمارا ایسا دشمن ہے جو کبھی رشوت قبول نہیں کرتا۔ باقی دشمن ایسے ہوتے ہیں کہ اگر کوئی ہدیے، تحفے اور رشوت دے دے تو وہ نرم پڑ جائیں گے اور مخالفت چھوڑ دیں گے اور اگر خوشامد کی جائے تو اسے بھی وہ مان جائیں گے مگر شیطان وہ دشمن ہے جو نہ تو رشوت قبول کرتا ہے اور نہ خوشامد قبول کرتا ہے۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہم ایک دن بیٹھ کر اس کی خوشامد کر لیں گے اور یہ ہماری جان چھوڑ جائے گا۔ یہ ہرگز نہیں چھوڑے گا کیونکہ یہ ایمان کا ڈاکو ہے اور اس کی ہر وقت اس بات پر نظر ہے کہ میں کس طرح انسان کو ایمان سے محروم کر دوں۔

(حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ)

شیطان کے ہتھکنڈے

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِo بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o
اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا (الفاطر:٦)
سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ o وَ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَo
وَ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

دوسرا بڑا دشمن

اگر انسان کو اپنے دشمنوں کا پتہ ہو تو وہ ان کے حملوں سے بچ سکتا ہے۔ چھپے ہوئے جسمانی دشمن تو نقصان دہ ہوتے ہی ہیں مگر روحانی دشمن ان سے بھی زیادہ نقصان دہ ہوتے ہیں۔ اگر جان چلی جائے تو انسان موت کے منہ میں چلا جاتا ہے اگر روح پر حملہ ہو تو انسان جہنم کے منہ میں چلا جائے گا۔ انسان کا پہلا بڑا دشمن ''دنیا کی محبت'' ہے۔ اس کا تذکرہ پہلی نشست میں ہو چکا ہے۔ اور آج کی محفل میں دوسرے بڑے دشمن ''شیطان'' کے بارے میں تفصیل بیان کی جائے گی۔

شیطان کے مکروفریب سمجھنے کی ضرورت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا (الفاطر:٦)

(بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے پس تم بھی اسے دشمن بنا کے رکھو)

شیطان ایسا بد بخت اور مردود ہے کہ وہ خدا کا بھی دشمن ہے اور خدا کے بندوں کا بھی دشمن ہے۔ ہمیں اس دشمن کے مکروفریب کا اچھی طرح پتہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ جب چور کو پتہ چل جاتا ہے کہ مالک مکان کو میرا پتہ چل گیا ہے تو پھر وہ اس گھر میں آنا چھوڑ دیتا ہے۔ اسی طرح جب شیطان کو پتہ چل جاتا ہے کہ اب یہ میرے مکروفریب سمجھ چکا ہے تو وہ بھی اس سے ناامید ہونے لگ جاتا ہے۔ پھر اس کے جال کام نہیں کرتے۔ اس لئے علماء نے اس پر مستقل کتابیں لکھیں۔ ایک کتاب کا نام ہے "تلبیس ابلیس"۔ یہ امام جوزیؒ کی تصنیف ہے۔ اس کا اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ یہ لے کر پڑھنی چاہیے تاکہ پتہ چلے کہ شیطان کیسے کیسے ورغلاتا ہے۔

شیطان کی کہانی قرآن کی زبانی

قرآن مجید میں شیطان کی پوری ہسٹری بیان کر دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

كَانَ مِنَ الْجِنِّ (الکھف:٥٠)

(وہ جنوں میں سے تھا)

اس نے بڑی عبادت کی، زمین کے چپے چپے پر سجدے کیے۔ حتیٰ کہ اس کو بڑا

قرب ملا۔ کثرت عبادت کی وجہ سے اس کا نام طاؤس الملائکہ پڑ گیا۔

جب اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور فرمایا کہ یہ دنیا میں میرے خلیفہ ہوں گے اور فرشتوں کو حکم دیا کہ

اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ (الاعراف:۱۱)

(آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو)

تو سب فرشتوں نے سجدہ کیا، لیکن شیطان نے سجدہ نہیں کیا۔

اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ (البقرہ:۳۴)

(اس شیطان نے انکار کیا، تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا)

اللہ رب العزت نے پوچھا، تم نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ تو کہنے لگا،

اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ج خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ٥ (الاعراف:۱۲)

(میں اس سے زیادہ بہتر ہوں، مجھے آپ نے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا)

اس نے اپنے بہتر ہونے کی یہ توجیہ پیش کی کہ آپ نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور آگ کے شعلے اوپر کو اٹھتے ہیں، گویا ان میں بلندی کی طرف رجوع ہوتا ہے، جبکہ اس آدم علیہ السلام کو تو نے مٹی سے بنایا ہے اور مٹی میں پستی ہوتی ہے، اس لئے میں بلند مرتبہ ہونے کے باوجود پست مرتبہ چیز کو سجدہ کیوں کروں۔

سجدے کا انکار کر کے شیطان نے دو کام کیئے۔ پہلا کام تو یہ کیا کہ اس نے اجماع کی مخالفت کی اور پوری دنیا میں اجماع کا پہلا مخالف بنا۔ دوسرے لفظوں میں وہ پوری دنیا میں سب سے پہلا غیر مقلد بنا۔ سارے فرشتے ایک طرف تھے اور وہ اکیلا ایک طرف تھا۔ اس نے کہا کہ آپ نے تو فرما دیا ہے کہ میں آدم علیہ السلام کو

سجدہ کروں مگر نہیں، میں کسی کی کیوں مانوں، میں نہیں مانتا، میں تو وہ کام کروں گا جو میرے دل میں آئے گا۔ اور اس نے دوسرا کام یہ کیا کہ اس نے برا قیاس کیا۔ اس نے قیاس کیا کہ میں آدم سے بہتر ہوں۔ حالانکہ بہتر تو وہ ہوتا ہے جسے پروردگار بہتر کہے۔ مگر وہ دھوکا کھا گیا۔ یہاں سوچنے کی بات ہے کہ اسے اس وقت کس چیز کا نشہ چڑھا ہوا تھا؟ اسے اس وقت ''میں'' کا نشہ تھا۔ شراب کا نشہ چھوٹا ہوتا ہے اور ''میں'' کا نشہ اس سے بڑا ہوتا ہے۔

جب شیطان نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تو پروردگار عالم نے فرمایا:

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيْمٌ (الحجر:۳۴)

(نکل جا میرے دربار سے، پس تو مردود ہے)

اور ساتھ ہی ایک اور بات بھی کہہ دی، فرمایا:

اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ (ص:۷۸)

(قیامت تک تیرے اوپر میری لعنتیں برسیں گی)

جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اپنے دربار سے پھٹکار دیا تو اس کے برے انجام سے فرشتے تھر تھر کانپنے لگے...... شیطان بد بخت اور مردود ہے، وہ اس وقت بھی یہ باتیں سن رہا ہوگا اور اسے غصہ بھی آ رہا ہوگا، ہم تو چاہتے ہیں کہ اسے غصہ آئے، جب ہم نے پروردگار کی پناہ مانگی ہے تو پھر ہمیں کس بات کا ڈر ہے...... وہ اتنے بڑے عبرتناک انجام کے باوجود کہنے لگا، اے اللہ! آپ نے مجھے اپنے دربار سے پھٹکار تو دیا ہے، اب میری دعائیں تو قبول کر لیجیے۔

یہاں علماء نے ایک نکتہ لکھا ہے کہ چونکہ شیطان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل تھی اس لئے اس کو یہ نکتہ معلوم تھا کہ اللہ رب العزت کی ایک صفت رحمت بھی ہے اور

ایک صفت غضب بھی ہے اور دونوں اس سے جدا نہیں ہوتیں، عین غصہ کے عالم میں بھی اللہ تعالیٰ رحیم ہوتے ہیں، لہٰذا اگرچہ وہ اس وقت مجھ سے غصے اور جلال میں ہیں مگر رحمت کی صفت بھی ہے۔ چنانچہ اس نے دعا مانگی:

رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (الحجر:۳۶)

(اے پروردگار! مجھے قیامت تک مہلت دے دیجئے)

رب کریم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ (الحجر:۳۷)

(بے شک قیامت تک کے لئے تجھے مہلت دے دی گئی ہے)

یہاں علماء نے ایک نکتہ لکھا ہے کہ اگر اللہ رب العزت شیطان جیسے مردود کو غصے اور جلال کے عالم میں مہلت دے دیتے ہیں تو اے امت محمدیہ کے غلام! تو اگر اللہ سے خوشی کی حالت میں مہلت مانگے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے مہلت کیوں نہیں عطا فرمائیں گے۔

شیطان نے سوچا کہ آدم کو تو جنت میں جگہ مل گئی ہے اور میں راندۂ درگار بن گیا ہوں، اس لئے کسی نہ کسی طرح ان کو جنت میں سے نکلوانا چاہیے۔ چنانچہ وہ اس کوشش میں لگ گیا۔ اس کے پاس وقت کی تو کوئی کمی نہ تھی، اسے بس ایک ہی کام تھا۔ اس نے سوچا کہ میں کس طریقہ سے ان کو جنت سے نکلوا سکتا ہوں تو وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تو یقین دلانا مشکل ہے لیکن ان کی اہلیہ تو ایک عورت ہیں۔ میں ان کے سامنے جا کر قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتا ہوں

اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا تھا کہ تم دونوں اس جنت میں رہو گے مگر فلاں درخت کا پھل نہ کھانا۔ شیطان اماں حوا کے پاس گیا اور ان کے

دل میں یہ بات ڈالی کہ میں آپ کو ایک ایسا کام بتاؤں جس کو کرنے سے آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت میں رہیں گی، کوئی آپ کو نکال ہی نہیں سکے گا اور تمہیں ایسی شاہی ملے گی جو کبھی واپس نہیں لی جائے گی۔ شیطان نے جب یہ خیال دل میں ڈالا تو انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا لیکن حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا نہیں، رب کریم نے ہمیں منع فرمایا ہے اس لئے ہم نہیں کھائیں گے۔

جب حضرت آدم علیہ السلام نے اس درخت کا پھل کھانے سے انکار کر دیا تو شیطان پیچھے نہ ہٹا بلکہ ایک اور پوائنٹ لے کر آیا۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے آ کر کہنے لگا کہ جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے درخت کا پھل کھانے سے منع کیا تھا اس وقت آپ فلاں درخت کے قریب کھڑے تھے اور اللہ تعالیٰ نے تو خاص اس درخت کا پھل کھانے سے منع کیا تھا ایسے تو اور کئی درخت ہیں، آپ خاص اس درخت سے نہ کھائیں بلکہ اور درخت سے کھالیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا، نہیں ہم نہیں کھاتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

وَقَاسَمَهُمَا (الاعراف:۲۱)

(اور اس نے ان دونوں کے سامنے قسمیں کھائیں)

جب کوئی قسمیں کھا کر بات کرے تو دوسرے بندے کو یقین آ جاتا ہے کہ اب تو وہ قسمیں کھا رہا ہے۔ لہٰذا جب اس نے بار بار قسمیں کھائیں تو اماں حوا کے دل میں یہ بات آئی کہ یہ جنت ہے اور یہاں اللہ کا قرب ہے، اگر ہم اس درخت کا پھل کھالیں گے تو ہمیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اللہ کا قرب نصیب رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ وہ وقت آیا جب حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا نے اس درخت کا پھل کھا لیا۔ اس وقت ان کے ذہن میں

یہ بالکل نہیں تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر رہے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ خاص اس درخت کا پھل کھانا نافرمانی ہے، اس کے علاوہ اور درختوں سے پھل کھانا نافرمانی نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صاف فرمادیا:

وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (طٰہٰ:۱۱۵)

(ہم نے آدم کے اندر معصیت کا ارادہ نہیں پایا)

یعنی ان کے دل میں یہ بات نہ تھی کہ یہ ہے بھی اللہ کی نافرمانی اور میں نے کرنی بھی ضرور ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا کی ملاقات

جب اس درخت کا پھل کھا بیٹھے تو پروردگار عالم نے فرمایا۔ اے آدم علیہ السلام! اب آپ کو اس سے نیچے اترنا پڑے گا۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا دونوں کو زمین پر اتار دیا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو سری لنکا کی ایک پہاڑی پر اتارا گیا وہ پہاڑی سرسبز تھی اور اس پر باغات بھی تھے۔ اور اماں حوا کو افریقہ کے ممالک میں اتارا گیا، وہ جگہ بنجر تھی کیونکہ وہ اس ممنوعہ درخت کا پھل کھانے کا سبب بنیں۔ دونوں کو ایک دوسرے کا کچھ پتہ نہیں تھا۔ وہ جدائی میں روتے رہے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہے۔ احادیث مبارک میں آیا ہے کہ وہ دونوں تین سو سال تک روتے رہے۔ بالآخر ادھر سری لنکا سے حضرت آدم علیہ السلام چلے اور افریقہ سے اماں حوا چلیں، میدان عرفات کے ایک پہاڑ ''جبل رحمت'' پر ایک طرف سے حضرت آدم علیہ السلام اوپر چڑھے اور دوسری طرف سے اماں حوا اوپر چڑھیں۔ اس پہاڑی پر دونوں کی ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی۔ اس پہاڑ کو جبل رحمت اس لئے کہتے ہیں کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا کی توبہ کو قبول فرمائی تھی۔

جب ان کی توبہ قبول ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ بیت اللہ شریف کی طرف چلیں۔ چنانچہ جب وہ دونوں عرفات سے مکہ مکرمہ کی طرف چلے تو انہیں مزدلفہ میں رات آئی...... مزدلفہ چادر کو کہتے ہیں۔ اس وقت ان کے پاس ایک بڑی چادر تھی اور دونوں میاں بیوی اس ایک ہی چادر کے اندر سوئے تھے، اس وجہ سے اس جگہ کا نام مزدلفہ پڑ گیا...... اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ کا گھر بنایا۔ ادھر ہی اماں حوا کی وفات ہوئی۔ جس جگہ پر ان کی وفات ہوئی اس شہر کا نام جدہ پڑ گیا، جَدَّۃٌ دادی کو کہتے ہیں۔ اماں حوا کی قبر جدہ شہر میں اس وقت بھی موجود ہے۔

اتنی تفصیل بتانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ شیطان ہمارا بھی دشمن ہے اور ہمارے باپ دادا کا بھی دشمن ہے۔ ہماری اس سے خاندانی دشمنی ہے۔

عورت کی کمزوری

ایک اور بات بھی سمجھ لیں کہ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو پہلے نہیں بہکایا کیونکہ اسے پتہ تھا کہ وہ میری باتوں میں نہیں آئیں گے، اس لئے پہلے اماں حوا کو کہا...... عورت کے اندر یہ کمزوری ہے کہ یہ بے چاری پھسلتی بھی جلدی ہے اور پھسلاتی بھی جلدی ہے۔

شیطان کے ساتھ دشمنی پیدا کرنے کا ایک اچھوتا انداز

اللہ رب العزت کو شیطان سے ذاتی دشمنی ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارا بھی دشمن ہے اور میرا بھی دشمن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں شیطان کے ساتھ نفرت پیدا کرنے کے لئے قرآن مجید میں بڑے

عجیب انداز میں تذکرہ فرمایا۔قرآن عظیم الشان کا یہ حسن و جمال ہے کہ جہاں اثر پیدا کرنا ہوتا ہے وہاں ایسے نکات لائے جاتے ہیں۔

◉ اللہ رب العزت نے بنی اسرائیل کو اپنے احسانات یاد دلانے تھے تو بھی عجیب انداز اپنایا گیا۔فرعون کے بنی اسرائیل پر ہونے والے مظالم کی داستانیں مشہور ہیں۔وہ بچیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا اور چھوٹے بچوں کو ذبح کر دیتا تھا۔لیکن جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بنی اسرائیل کو اپنے احسانات یاد لائے تو فرمایا:

يُذَبِّحُونَ اَبْنَاءَ كُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَ كُمْ (البقرہ:۴۹)

(وہ فرعون تمہارے بیٹوں کو قتل کرتا تھا اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتا تھا)

یہاں سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ تو چھوٹے بچوں کو قتل کرتا تھا اور چھوٹی بچیوں کو زندہ چھوڑتا تھا مگر قرآن مجید میں بچوں کی بجائے بیٹوں اور بچیوں کی بجائے عورتوں کا لفظ استعمال کیا گیا۔اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کسی کو یوں کہیں کہ اس نے تمہارے مردوں کو مارا تو اتنا غصہ نہیں آتا اور اگر کہیں کہ تمہارے معصوم بیٹے کو مارا تو طبیعت میں زیادہ غصہ آتا ہے کہ اچھا وہ معصوموں کو قتل کرتا تھا۔اسی طرح اگر یوں کہیں کہ اس نے تمہاری معصوم بچی کو زندہ رکھا تو اتنا غصہ نہیں آتا اور اگر کہیں کہ اس نے تمہاری عورتوں کو زندہ رکھا تو عورت کی عزت، حرمت، عصمت اور غیرت فوراً آپ کے ذہن میں آتی ہے کہ ہماری عورتوں کو اس نے زندہ رکھا۔اسی لئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بچے کے لئے ابن کا لفظ استعمال کیا تاکہ اس کے دل میں غیرت آئے اور بچی کے لئے بنت کا لفظ استعمال کرنے کی بجائے عورت کا لفظ استعمال کیا تاکہ ان کی غیرت ابھرے۔

◉ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے دلوں میں شیطان کے ساتھ دشمنی پیدا

کرنی تھی تو قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔

كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ (الاعراف:۲۷)

(جیسے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوایا)

اور دوسری جگہ پر فرمایا:

يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا (الاعراف:۲۷)

(اتروائے ان سے ان کے کپڑے)

شیطان کے ساتھ دشمنی پیدا کرنے کا یہ ایک اچھوتا انداز ہے۔ یہی بات آپ کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں تاکہ بات سمجھ میں آجائے۔ فرض کریں کہ آپ کے والدین کسی کے گھر میں ہوں اور کوئی بندہ آکر گھر والوں سے کہتا ہے کہ ان کو باہر نکال دو اور آپ کو پتہ چلے کہ فلاں نے تو میرے ماں باپ کو گھر سے دھکے دلوا کے باہر نکلوا دیا ہے تو سن کر آپ کو کتنا غصہ آئے گا۔ اور اس سے بھی زیادہ غصہ اس بات پر آتا ہے کہ اگر کسی کے ماں باپ کو کوئی پکڑے اور کوئی بندہ آکر ان سے کہے کہ ان کو بے لباس کر دو، اب اگر کسی کو بتایا جائے کہ تیرے ماں باپ کو دشمن نے پکڑا تو تھا لیکن اس آدمی نے مشورہ دیا تھا کہ ان کا لباس بھی اتار دو تو بتائیں کہ اس کے بارے میں اس کو کتنا غصہ آئے گا۔ ان آیات میں اللہ رب العزت نے دونوں باتیں بتلا دیں تاکہ معلوم ہونے پر طبیعت میں غصہ کی لہر دوڑ جائے اور میرے بندے میرے بن کر رہیں اور شیطان کے قریب بھی نہ جائیں۔

ذاتی دشمن کے لئے ذاتی نام کا استعمال

چونکہ اللہ رب العزت کو شیطان سے ذاتی عداوت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے شیطان سے اپنی ذات کے ساتھ پناہ مانگنے کے لئے جو تعوذ ہمیں سکھایا اس میں

صفاتی نام استعمال نہیں کئے بلکہ اس میں فقط اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تعوذ میں ذاتی نام اس لئے استعمال کیا کہ اللہ تعالیٰ بتانا چاہتے ہیں کہ اے میرے بندے! شیطان مردود میرا ذاتی دشمن ہے، جب تمہیں اس سے پناہ مانگنی ہوگی تو تم میرا ذاتی نام لے کر پکارنا، میں تمہیں اس سے بچا کے دکھاؤں گا۔

اگر کوئی آدمی صبح کے وقت دس مرتبہ تعوذ پڑھے تو شام تک اور اگر شام کو دس مرتبہ تعوذ پڑھے تو صبح تک شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔

شیطان کو پیدا کرنے میں حکمتیں

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر شیطان نے اتنا ہی بڑا دشمن بننا تھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا ہی کیوں کیا؟ تو سنئے کہ

فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ

(دانا کا کوئی کام بھی دانائی سے خالی نہیں ہوتا)

اللہ رب العزت نے جو شیطان کو پیدا فرمایا اس میں بھی بہت سی حکمتیں تھیں۔

(۱) ایک حکمت یہ تھی اگر حضرت آدم علیہ السلام کو زمین کے اوپر باطل کی طرف بلانے والا کوئی نہ ہوتا تو حق کی طرف آنے پر اللہ تعالیٰ اجر کیسے عطا فرماتے۔ اصول بھی یہی ہے کہ اگر کوئی Negative Force (منفی طاقت) ہو تو اس کے خلاف کرنے پر کہا جاتا ہے کہ اچھا بھائی! شاباش تو انعام کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی شیطان کو اس لئے پیدا کیا کہ یہ آدم علیہ السلام اور اولاد آدم کو میرے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرے مگر وہ اس کی بات ماننے کی بجائے میری بات مانیں اور جب

میرے پاس آئیں تو میں اپنی بات ماننے پر ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت کی نعمتیں عطا فرما دوں۔

(۲) دیکھیں کہ اگر آگ نہ ہوتی تو عود کی خوشبو کیسے ظاہر ہوتی۔ عود کو آگ کے اوپر جلاتے ہیں اور خوشبو پیدا ہوتی ہے۔ جس طرح آگ کے پیدا ہونے سے ہمیں عود کی خوشبو کا پتہ چلا اسی طرح شیطان کے پیدا ہونے سے ہمیں نیکی کرنے کے اجر کا پتہ چلا۔ یہ دوسری حکمت ہے۔

(۳) علماء نے شیطان کے پیدا کرنے کی ایک حکمت یہ بھی لکھی ہے کہ اگر انسان دنیا میں آتا اور شیطان نہ ہوتا اور یہ اپنے نفس کی وجہ سے برائی کرتا تو پھر اس کی معافی کے چانس ختم ہو جاتے اور کہا جاتا کہ اس نے خود برائی کی اس لئے اب معافی نہیں ہو سکتی۔ اور اب چونکہ شیطان پیدا ہو چکا ہے اور وہ بھی ورغلاتا ہے اس لئے اللہ رب العزت قیامت کے دن جن جن کو معاف کرنا چاہیں گے ان کا سارا بوجھ شیطان کے سر پر ڈال دیں گے اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرے ان بندوں کو شیطان نے بہکایا تھا، لہٰذا اب میں ان کو معاف کر کے جنت میں داخل کر دیتا ہوں۔

شیطان پر الزامات کی بوچھاڑ

اسی لئے اگر آپ قرآن مجید میں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی اپنے نیک بندوں کا تذکرہ فرمایا اور ان سے کوئی اونچی نیچی بات ہو گئی تو اس کو شیطان کی طرف نسبت دی۔ چند مثالوں پر غور کیجئے۔

◉ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا (البقرہ:۳۶)

(پس شیطان نے ان کو بہکا دیا)

یہاں اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا کی طرف نسبت نہیں کی بلکہ شیطان کو مورد الزام ٹھہرایا۔

◎ اسی طرح ایک جگہ فرمایا:

وَمَا اَنۡسٰنِیۡهُ اِلَّا الشَّیۡطٰنُ (الکھف:۶۳)

(اور شیطان نے مجھے بھلا دیا)

◎ ایک اور جگہ فرمایا:

مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ نَّزَغَ الشَّیۡطٰنُ (یوسف:۱۰۰)

(اس کے بعد شیطان نے جھگڑا ڈالا)

ان آیات میں دیکھیں کہ اگرچہ گناہ انسانوں سے سرزد ہوئے مگر اللہ رب العزت نے ان کو مورد الزام ٹھہرانے کی بجائے شیطان کو ٹھہرا دیا۔

شیطان کے ہتھکنڈوں سے بچنے کا حکم

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَیۡکُمۡ یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّیۡطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَکُمۡ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ ۝ وَّاَنِ اعۡبُدُوۡنِیۡ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ (یٰس:۶۰،۶۱)

(اے بنی آدم! کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہہ رکھا تھا کہ تم شیطان کی بندگی نہ کرنا بیشک وہ تمہارا ظاہر باہر دشمن ہے، اور صرف میری عبادت کرنا، یہی سیدھا راستہ ہے)

◎ ایک اور جگہ پر فرمایا:

اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیۡنٌ (القصص :۱۵)

(بیشک وہ کھلا بہکانے والا دشمن ہے)

⑮ کہیں فرمایا:

وَلاَ یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرِ (فاطر:۵)

(اور تمہیں اللہ کے ساتھ دھوکا دینے والا دھوکا نہ دے)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے خوب واضح کر دیا کہ تم نے شیطان کے ہتھکنڈوں سے بچنا ہے اور میرا بندہ بن کر زندگی گزارنی ہے۔

رحمان اور شیطان کے درمیان مکالمہ

جب شیطان کو مہلت مل گئی تو وہ کہنے لگا:

رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ○ (الحجر:۳۹)

(اے میرے رب! جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی ان کے لئے زمین میں چیزیں مزین کر کے دکھاؤں گا اور میں ضرور ان سب کو گمراہ کر دوں گا)

پھر کہنے لگا:

وَلَا تَجِدُ اَکْثَرَهُمْ شٰکِرِیْنَ (الاعراف:۱۷)

(اور تو اکثر کو ناشکرا پائے گا)

اللہ رب العزت نے جواب میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (الحجر:۴۲)

(جو میرے بندے ہوں گے ان پر تیرا کوئی بس نہیں چلے گا)

ناقابل معافی گناہ سے حفاظت

کیا اس سے یہی مراد ہے کہ نیک لوگوں سے گناہ ہو ہی نہیں سکتے؟ نہیں بلکہ

مفسرین نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ جو میرے بندے ہوں گے ان سے تو کوئی ایسا گناہ نہیں کرواسکتا جو نا قابل معافی ہو۔ لہٰذا اگر ایمان والے غفلت کی وجہ سے کوئی گناہ کریں گے بھی سہی تو وہ قابل معافی ہوں گے، توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوتا ہے، جب بھی وہ توبہ کریں گے اللہ تعالیٰ ان کے سب گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔

شیطان کی اولین کوشش

حدیث پاک میں آیا ہے،

شیطان ابن آدم کے قلب کی طرف اپنا منہ کر کے بیٹھا ہوتا ہے، جب وہ دیکھتا ہے کہ اس کا دل ذکر کر رہا ہے تو وہ پیچھے ہٹا رہتا ہے اور جب دیکھتا ہے کہ دل غافل ہو چکا ہے تو پھر وہ وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیطان کی اولین کوشش یہ ہوتی ہے کہ جیسے ہی بندہ غافل ہو وہ اسے برائی پہ لگا دے۔

شیطان کے لئے سب سے مہلک ہتھیار

دنیا کا دستور ہے کہ جب کوئی بندہ اپنے کسی دشمن پر قابو پاتا ہے تو وہ اسے ہینڈز اپ کرا دیتا ہے تاکہ اگر اس وقت اس کے پاس کوئی مہلک چیز ہے جس سے وہ نقصان پہنچا سکتا ہے تو وہ اس کے ہاتھوں سے چھین لے اور اس کے ہاتھ خالی ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں:

اِسۡتَحۡوَذَ عَلَيۡهِمُ الشَّيۡطٰنُ فَاَنۡسٰهُمۡ ذِكۡرَ اللّٰهِ (المجادلہ :۱۹)

(شیطان ان پر غالب آیا اور اس نے انہیں اللہ کے ذکر سے غافل کر دیا)

ذکر اللہ شیطان کے لئے ایک مہلک ہتھیار ہے اس لئے جب اسے موقع ملتا ہے وہ بندے کو ذکر اللہ سے غافل کر دیتا ہے۔

فرسٹ ڈیفنس لائن کی حفاظت

بلکہ شیطان بندے کو نماز سے بھی پہلے اللہ کے ذکر سے غافل کرتا ہے سنئے قرآن عظیم الشان، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّمَا یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَالۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَالۡمَیۡسِرِ وَیَصُدَّکُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ .

(المائدہ:۹۱)

(بے شک شیطان یہ ارادہ کرتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کے ذریعے دشمنی اور بغض ڈالے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے)

یہاں اللہ تعالیٰ نے ذکر کا تذکرہ پہلے کیا اور نماز کا بعد میں۔اس سے معلوم ہوا کہ انسان پہلے اللہ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے اور بعد میں نمازوں سے غافل ہوتا ہے۔ اس لئے عقلمند بندہ وہ ہوتا ہے جو دشمن کو اپنی باؤنڈری لائن سے پرے رکھے۔ ہر ملک کی ایک فرسٹ ڈیفنس لائن ہوتی ہے اور ایک سیکنڈ ڈیفنس لائن ہوتی ہے۔کوشش یہ ہوتی ہے کہ دشمن فرسٹ ڈیفنس لائن سے ہی پیچھے رہے۔اور اگر وہ فرسٹ ڈیفنس لائن سے آگے آ گیا تو پھر وہ دوسری لائن کے پاس بھی پہنچ جائے گا۔

ذکر اللہ ہمارے لئے فرسٹ ڈیفنس لائن ہے۔اگر ہم اللہ کا ذکر کثرت سے کریں گے تو شیطان مردود ویسے ہی ہم سے دور رہے گا اور اگر ہم غافل بن گئے تو فرسٹ ڈیفنس لائن کو کراس کر کے دوسری ڈیفنس لائن (نماز) کے پاس آ جائے گا

اور ہمیں نماز سے بھی غافل کرنا شروع کر دے گا۔ اس لئے کوشش کیجئے کہ اللہ رب العزت کا ذکر کثرت کے ساتھ کریں تاکہ ذکر کی برکت کی وجہ سے ہم شیطان کے مکروفریب سے بچ سکیں۔ اور یقیناً ایسا ہوتا ہے۔ اس کی دلیل کے لئے قرآن مجید کی یہ آیت پیش کی جاسکتی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ. (الاعرف: ۲۰۱)

(بے شک میرے جو بندے متقی ہیں جب ان پر شیطان کی ایک پلٹن حملہ آور ہوتی ہے تو وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان کو شیطان کے ہتھکنڈوں سے بچا لیتے ہیں)

معلوم ہوا کہ مؤمن کے پاس شیطان سے بچنے کا ہتھیار اللہ کا ذکر ہے۔ اسی لئے اللہ رب العزت نے ذکر کی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (الاحزاب: ۴۱)

(اے ایمان والو! اللہ کو کثرت سے یاد کرو)

ذکر کثیر کسے کہتے ہیں

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ذکر کثیر کسے کہتے ہیں؟ اس کے لئے ایک موٹی سی بات ارشاد فرما دی۔ فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ (آل عمران: ۱۹۱)

(وہ بندے جو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے مجھے یاد کرتے ہیں)

ذکر کثیر کی یہی تفسیر ہے کہ ہم کھڑے، بیٹھے اور لیٹے اللہ کو یاد کریں اور اپنے

دل میں اللہ کا دھیان جمائیں۔ جب دل میں اللہ کی یاد آجائے گی تو پھر انسان کا دل شیطان کے وار سے محفوظ ہو جائے گا۔

ایک نادیدہ دشمن سے لڑائی

شیطان تو انسان کو دیکھتا ہے مگر انسان شیطان کو نہیں دیکھ سکتا۔ یہاں ایک طالبعلم کے ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر دو بندوں کے درمیان مقابلہ ہوتا ہے تو پہلوان ایک دوسرے کے سامنے ہوتے ہیں۔ لیکن بندوں کا شیطان سے عجیب مقابلہ ہے کہ شیطان تو بندوں کو دیکھتا ہے لیکن بندے اسے نہیں دیکھ سکتے۔ وہ مردود ہمیں اب بھی دیکھ رہا ہے کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہیں اور اس کے سینے پر مونگ دلی جا رہی ہے۔ وہ سوچ رہا ہو گا کہ میں نے ان کو اتنا بہکایا کہ اس سال نہیں بلکہ اگلے سال اعتکاف بیٹھ جانا لیکن انہوں نے میری بات نہیں مانی اور اسی سال بیٹھ گئے۔

علماء نے اس طالبعلمانہ سوال کا جواب یہ لکھا کہ چونکہ یہ ہمیں دیکھتا ہے اور ہم اسے نہیں دیکھ سکتے، اس لئے ہمارے نہ دیکھ سکنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد ہمارے ساتھ شامل فرما دی۔ اگر ہم بھی دیکھ سکتے تو پھر مقابلہ ایک جیسا ہوتا۔ اور ہمیں اس کے ساتھ لڑائی کرنی پڑ جاتی۔ اس میں یہ حکمت تھی کہ انسان کو اس کے دیکھنے کی طاقت ہی نہ دی۔ بس اتنا ہی کہہ دیا کہ جب اس مردود سے بچنا ہو تو مجھے پکار لینا، تم اس سے کیا لڑو گے میں تمہاری اس سے حفاظت کر کے دکھاؤں گا۔ جیسے چھوٹے بچے کو ماں لڑنے کے لئے ہاتھ میں ڈنڈا نہیں دیتی بلکہ وہ اسے کہتی ہے، بیٹا! اگر کوئی تجھے کچھ کہے تو مجھے بتانا۔ اللہ نے بھی یہی معاملہ فرمایا کہ بندے کو اس کو دیکھنے کی طاقت سے محروم کر دیا۔ پھر اس کو بہانہ بنا دیا کہ میرے بندے! تو تو

اس کو دیکھ نہیں سکتا اور وہ تجھے دیکھتا ہے اور وار کرتا ہے اس لئے جب تو نے اس مردود سے بچنا ہو تو مجھے پکار لینا، میں پروردگار تمہیں شیطان سے محفوظ فرما دوں گا۔ اس لئے جب ہم لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھتے ہیں تو شیطان بھاگ جاتا ہے۔ بلکہ بھاگتے وقت اس کی ہوا بھی نکل رہی ہوتی ہے۔

دو دوست تھے۔ ایک دوسرے سے ملنے آیا تو وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ لٰہذا وہ چلا گیا۔ بعد میں جب ایک دوسرے سے ملے تو اس نے کہا، یار! میں آپ سے ملنے آیا تھا مگر آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ آپس میں بڑے بے تکلف تھے۔ اس نے کہا، پھر آپ چلے کیوں گئے میں کونسا لا حول و لا قوۃ پڑھ رہا تھا۔

ہمیں چاہیے کہ جب بھی گناہ کا وسوسہ دل میں آئے ہم لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھیں۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا:

قَالَ مَعَاذَ اللّٰه [کہا، میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں] (یوسف:۲۳)

ہم بھی اسی طرح فوراً اللہ کی پناہ چاہیں، اللہ رب العزت ہمیں محفوظ فرما دیں گے۔ گویا شیطان کے وسوسوں سے بچنے کا آسان گر یہ ہے کہ جیسے ہی ذہن میں وسوسہ آئے، اسے ذہن میں جمنے نہ دیں بلکہ فوراً لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھ لیں، شیطان اسی وقت بھاگ جائے گا اور وسوسہ ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھ لینے سے بھی شیطان بھاگ جاتا ہے اور وسوسہ ختم ہو جاتا ہے۔

شیطانی اور نفسانی وساوس کی پہچان

یہاں ایک علمی نکتہ سنتے چلیں، انسان کے دل میں جو گناہ کے خیال آتے ہیں وہ کبھی کبھی تو شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اور کبھی کبھی نفس کی طرف سے ہوتے

ہیں...... یہ نفس بھی بڑا گرو گھنٹال ہے بلکہ یہ مہا بدمعاش ہے۔ اس کی بھی باری آئے گی تاہم آج تو شیطان کی باری ہے...... سوچنے کی بات ہے کہ بندے کو کیسے پتہ چلے کہ یہ وسوسہ شیطان کی طرف سے ہے یا نفس کی طرف سے؟ اس کو پرکھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اگر کوئی وسوسہ دل میں آئے اور انسان تعوذ پڑھ لے یا لا حول پڑھ لے، اگر وہ شیطانی وسوسہ ہوگا تو فوراً رخصت ہو جائے گا اور اگر اس کو پڑھنے کے باوجود بھی دل میں گناہ کا خیال رہے تو سمجھ لے کہ یہ شیطان کی طرف سے نہیں بلکہ اندر کے نفس کی طرف سے وسوسہ ہوگا۔

شیطان کے عجیب وغریب ہتھکنڈے ہیں جن سے وہ انسان کو بہکاتا ہے۔ جب آپ کو پتہ چل جائے گا تو پھر آپ کو سمجھنا آسان ہو جائے گا کہ شیطان مجھے بہکا رہا ہے یا نہیں۔ پھر آپ دھوکا نہیں کھائیں گے، کم از کم یہ ضرور پتہ ہوگا کہ کیا ہو رہا ہے۔ تاہم اس کا ایک گُر یہ ہے کہ یہ انسان کو بڑی نیکی سے ہٹا کر چھوٹی نیکی پر لے آتا ہے۔ مثلاً اگر کسی کو نیکی کا ایک کام کرنے پر ایک لاکھ نیکیاں ملنی تھیں تو وہ اسے کسی ایک سو نیکیوں والے کام پر لگا دے گا تاکہ اسے زیادہ فائدہ نہ ہو۔

شیطان نے تہجد کے لئے جگا دیا

ایک بزرگ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک رات ان کی تہجد کی نماز قضا ہوگئی۔ انہوں نے اس کے افسوس کی وجہ سے صبح اٹھ کر اللہ کے سامنے گڑگڑا کر معافی مانگی۔ کچھ دنوں کے بعد پھر وہ رات کو سوئے ہوئے تھے۔ اس رات جہاد کی وجہ سے بہت زیادہ تھکاوٹ تھی۔ تہجد کے قضا ہونے کا وقت قریب تھا۔ کوئی آدمی آیا اور اس نے انہیں پکڑ کر جگایا اور کہنے لگا، جی آپ اٹھیں اور جلدی سے نماز پڑھ لیں تہجد کا وقت جا رہا ہے۔ وہ بزرگ اٹھ بیٹھے اور کہنے لگے تو تو میرا بڑا خیر خواہ ہے کہ

عین وقت پر جگا دیا ہے تمہاری مہربانی، یہ تو بتا کہ تو کون ہے؟ وہ کہنے لگا، میں شیطان ہوں۔ انہوں نے کہا، شیطان تو کسی کو تہجد کے لئے نہیں جگاتا تو نے مجھے کیسے جگا دیا، تم تو کسی کا بھلا نہیں چاہتے۔ وہ کہنے لگا، میں آپ کا بھلا آج بھی نہیں چاہ رہا۔ وہ بزرگ بڑے حیران ہوئے اور فرمایا کہ تو نے مجھے تہجد کے لئے جگایا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میں بھلا نہیں چاہ رہا۔ وہ مردود کہنے لگا، وجہ یہ ہے کہ جب آپ کی پہلے تہجد کی نماز قضا ہوئی تھی تو اس وقت آپ اتنا روئے تھے کہ آپ کو اس رونے پر اتنا اجر ملا کہ سالوں کی تہجد پر بھی اتنا اجر نہیں مل سکتا۔ آپ آج بھی سو گئے تھے، تہجد کا وقت جا رہا تھا میں نے سوچا کہ اگر آپ آج بھی اتنا روئے تو آپ کو آج پھر اتنا اجر مل جائے گا، اس لئے میں نے بہتر سمجھا کہ آپ کو جگا دوں تا کہ آپ کو صرف ایک رات کی تہجد کا اجر ملے۔

کہیں شہادت کا رتبہ نہ مل جائے

ایک بزرگ دیوار کے ساتھ چارپائی بچھا کر سوئے ہوئے تھے۔ ان کے پاس شیطان آیا اور انہیں جگا دیا۔ انہوں نے پوچھا، کیا ہوا؟ وہ تیزی کے ساتھ کہنے لگا، یہ دیوار گرنے والی ہے بس تو ایک طرف ہٹ جا۔ جب انہوں نے جلدی میں سنا تو وہ ایک طرف ہٹ گئے۔ جیسے ہی وہ ایک طرف ہٹے دیوار نیچے گر گئی۔ وہ بزرگ کہنے لگے، بھئی! تیرا بھلا ہو، تو میرا کتنا خیر خواہ ہے، تو کون ہے؟ وہ کہنے لگا، میں شیطان ہوں، انہوں نے فرمایا، شیطان تو کبھی کسی کی خیر خواہی نہیں کرتا، تو نے کیسے خیر خواہی کی؟ وہ کہنے لگا، میں نے اب بھی کوئی خیر خواہی نہیں کی۔ وہ حیران ہو کر کہنے لگے، یہ خیر خواہی ہی تو ہے کہ تو نے مجھے دیوار کے نیچے دبنے سے بچا لیا۔ شیطان کہنے لگا، یہی تو میرا فن تھا، اگر آپ وہیں لیٹے رہتے اور دیوار گر جاتی تو

اچانک دیوار کے نیچے دبنے کی وجہ سے آپ کو شہادت کی موت آتی، میں نے آپ کو پہلے ہی جگا دیا تا کہ کہیں آپ کو شہادت کا رتبہ نہ مل جائے۔

ازدواجی زندگی کو برباد کرنے میں شیطان کا کردار

شیطان خوشگوار ازدواجی زندگی کو قطعاً ناپسند کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ میاں بیوی میں رنجش پیدا ہو اور ازدواجی تعلقات میں خرابی پیدا ہو۔ وہ خاص طور پر خاوندوں کے دماغ میں فتور ڈالتا ہے۔ لہٰذا خاوند باہر دوستوں کے اندر گلاب کا پھول بنا رہتا ہے اور گھر کے اندر کریلا نیم چڑھا بن جاتا ہے۔ نوجوان آ کر کہتے ہیں، حضرت! پتہ نہیں کیا وجہ ہے کہ گھر میں آتے ہی دماغ گرم ہو جاتا ہے۔ وہ اصل میں شیطان گرم کر رہا ہوتا ہے۔ وہ میاں بیوی کے درمیان الجھنیں پیدا کرنا چاہتا ہے۔

شیطان پہلے میاں بیوی کے درمیان جھگڑا لڑوا کر خاوند کے منہ سے طلاق کے الفاظ کہلواتا ہے۔ جب اس کی عقل ٹھکانے آتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ وہ تو میں نے غصے میں طلاق کے الفاظ کہہ دیئے تھے۔ چنانچہ وہ بغیر کسی کو بتائے میاں بیوی کے طور پر آپس میں رہنا شروع کر دیں گے۔ وہ جتنا عرصہ اسی حال میں ایک دوسرے سے ملتے رہیں گے تب تک انہیں زنا کا گناہ ملتا رہے گا۔ اب دیکھیں کہ کتنا بڑا گناہ کروا دیا، یہ ایسے کلیدی گناہ کرواتا ہے......!!!

حدیث پاک میں آیا ہے کہ قربِ قیامت کی علامات میں سے ہے کہ خاوند اپنی بیویوں کو طلاق دیں گے اور پھر بغیر نکاح اور رجوع کے ان کے ساتھ اسی طرح اپنی زندگی گزاریں گے۔

شیطان کی انگلی کا فساد

ایک مرتبہ ایک آدمی نے شیطان کو دیکھا۔ اس نے کہا، مردود! تو بڑا ہی بدمعاش ہے، تو نے کیا فساد مچایا ہوا ہے، اگر تو آرام سے ایک جگہ بیٹھ جاتا تو دنیا میں امن ہو جاتا۔ وہ مردود جواب میں کہنے لگا، میں تو کچھ نہیں کرتا، صرف انگلی لگاتا ہوں۔ اس نے پوچھا' کیا مطلب؟ شیطان کہنے لگا، ابھی دیکھنا۔

قریب ہی ایک حلوائی کی دکان تھی۔ وہاں کسی برتن میں شیرہ پڑا ہوا تھا۔ شیطان نے انگلی شیرے میں ڈبوئی اور دیوار پر لگا دی۔ مکھی آکر شیرے پر بیٹھ گئی۔ اس مکھی کو کھانے کے لئے ایک چھپکلی آ گئی۔ ساتھ ہی ایک آدمی کام کر رہا تھا۔ اس نے چھپکلی کو دیکھا تو اس نے جوتا اٹھا کر چھپکلی کو دے مارا۔ وہ جوتا دیوار سے ٹکرا کر حلوائی کی مٹھائی پر گرا۔ جیسے ہی جوتا مٹھائی پر گرا تو حلوائی اٹھ کھڑا ہوا اور غصہ میں آکر کہنے لگا، اوئے! تو نے میری مٹھائی میں جوتا کیوں مارا؟ اب وہ الجھنے لگ گئے۔ ادھر سے اس کے دوست آ گئے اور ادھر سے اس کے دوست پہنچ گئے، بالآخر ایسا جھگڑا مچا کہ خدا کی پناہ۔ اب شیطان اس آدمی سے کہنے لگا، دیکھ! میں نہیں کہتا تھا کہ میں تو صرف انگلی لگاتا ہوں۔ جب اس کی ایک انگلی کا یہ فساد ہے تو پھر پورے شیطان میں کتنی نحوست ہو گی۔

غصہ میں شیطان کا کردار

واقعی شیطان ایسے کام کرواتا ہے جس سے انسان کے اندر غصہ پیدا ہو۔ اس کے بعد باقی سارے کام انسان کا اپنا نفس کرتا ہے۔ اس لئے مؤمن کو چاہیے کہ وہ اپنے اندر صبر و تحمل پیدا کرے اور اپنے آپ پر قابو پانا سیکھے۔ کیونکہ جب کوئی

انسان غصے کی حالت میں ہوتا ہے تو شیطان اس کی رگوں کے اندر خون کی طرح دوڑتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب انسان غصہ کی حالت میں ہوتا ہے تو شیطان اس کے ساتھ ایسے کھیلتا ہے جیسے کوئی بچہ گیند کے ساتھ کھیل رہا ہوتا ہے۔ آجکل کے نوجوانوں کی سب سے بڑی بیماری ہی ''غصہ'' ہے۔ ان بیچاروں سے تو غصہ برداشت ہی نہیں ہوتا، ان کو کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ غصہ میں شیطان ان سے کیا کچھ کروالیتا ہے۔

علم سے روکنے میں شیطان کا کردار

حدیث پاک میں آیا ہے کہ شیطان کا تخت سمندر کی سطح پر لگتا ہے۔ وہ وہاں اپنا دربار لگاتا ہے اور اپنے چیلوں چانٹوں کو بلاتا ہے اور ان سے دن بھر کی کارگزاری سنتا ہے۔ ان میں سے ایک کہتا ہے کہ میں نے یہ برا کام کروایا، یہ برا کام کروایا۔

دوسرا کہتا ہے کہ میں نے میاں بیوی میں طلاق دلوادی۔ وہ اسے کہتا ہے، Well done (شاباش) تو نے بہت اچھا کام کیا، وہ اسے اپنے قریب بٹھا لیتا ہے۔ جب سب اپنی اپنی کارگزاری سنا لیتے ہیں تو وہ دیکھتا ہے کہ ایک چھوٹا سا شطونگڑا ایک طرف بیٹھا ہوا ہے۔ وہ اس سے پوچھتا ہے کہ تو نے کیا کیا؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے تو چھوٹا سا کام کیا ہے۔ اس نے پوچھا، وہ کونسا؟ وہ کہنے لگا کہ ایک چھوٹا سا طالبعلم گھر سے نکلا تھا، اسے ماں نے پڑھنے کے لئے مدرسے بھیجا اور میں نے اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ پڑھنے کیا جانا ہے، چلیں فلاں گراؤنڈ میں جا کر کھیلتے ہیں، لہٰذا وہ مدرسے جانے کی بجائے کھیلنے میں لگ گیا اور وہ وہیں وقت گزار کر واپس چلا گیا۔ شیطان نے جب یہ سنا کہ اس نے اس بچے کو پڑھنے سے ہٹایا ہے تو کہنے لگا، واہ! تو نے تو وہ کام کیا جو کسی دوسرے نے نہیں کیا۔ چنانچہ

شیطان اس شطونگڑے کو انعام میں ایک تاج پہنا دیتا ہے۔

معلوم ہوا کہ علم سے روکنا شیطان کے نزدیک سب سے بڑا کام ہے۔ کیونکہ اس کو پتہ ہے کہ اگر اس کو علم حاصل ہو گیا تو پھر میرے ہتھکنڈوں سے بچ جائے گا۔ اس لئے جو دوست علم حاصل کرتے ہیں اور نیکی کی زندگی گزارتے ہیں وہ اللہ رب العزت کی حفاظت میں ہوتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا شیطان مسلمان ہو گیا

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے پوچھا، اے اللہ کے نبی ﷺ! کیا آپ کے ساتھ بھی؟ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، ہاں میرے ساتھ بھی ایک شیطان ہے لیکن میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے...... اللہ کرے کہ ہمارا شیطان بھی مسلمان ہو جائے۔ (آمین) اللہ کے حضور یہ دعائیں مانگا کریں۔

اللہ تعالیٰ کا بندے سے شکوہ

حدیث قدسی میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا

یا ابن آدم ما انصفتنی

(اے ابن آدم! تو نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا)

وہ کیوں؟ اس لئے کہ اے ابن آدم! شیطان تمہارا دشمن تھا، میں نے تمہارے دشمن کو جنت سے جو تمہارا گھر تھا دھتکار کر باہر نکال دیا، لیکن یہ شیطان میرا دشمن ہے، تم اسے میرے گھر یعنی اپنے دل سے کیوں نہیں نکالتے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم شیطان کو اللہ کے گھر سے دھکیل کر نکال دیں۔

دل کی صفائی کا ذمہ دار کون ہے؟

یہاں ایک طالبعلمانہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کا دل اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں آتے ہیں اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ شیطان اس میں سے نکل جائے تو اللہ تعالیٰ خود ہی اسے نکال دیں۔ علماء نے اس کا جواب لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اے انسان! تیری حیثیت میزبان کی سی ہے اور پروردگار کی حیثیت مہمان کی سی ہے، اور گھر کی صفائی میزبان کے ذمہ ہوا کرتی ہے مہمان کے ذمہ نہیں۔ اس لئے دل کو صاف کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ جب یہ دل صاف ہو جائے گا تو پھر اللہ رب العزت انسان کے قلب پر تجلیات عطا فرما دیں گے۔

سالکین کو بہکانے کے دو طریقے

شیطان سالکین کو دو طرح سے بہکاتا ہے۔

(۱) شہوات کے ذریعے

(۲) شبہات کے ذریعے

شہوات سے مراد چیزوں یا غیر محرم کی محبت ہے۔ کئی سالک تو ان زنجیروں میں الجھے ہوئے ہوتے ہیں، وہ کچھ کرنا بھی چاہتے ہوں تو کچھ نہیں کر سکتے۔ اور جن سالکین کی طبائع زیادہ سلیم ہوتی ہیں اور مخلوق کی طرف التفات نہیں کرتیں، فقط اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رکھتی ہیں، ان کو شیطان شبہات کے ذریعے راستے سے ہٹاتا ہے۔ مثلاً دین کی باتوں میں کوئی شبہ پیدا کر دیتا ہے، تصوف وسلوک کے بارے میں کوئی شبہ پیدا کر دیتا ہے، پیر کے بارے میں شبہ پیدا کر دیتا ہے اور کبھی ذکر اذکار کے طریقہ کار کے بارے میں کوئی شبہ پیدا کر دیتا ہے۔ اس طرح وہ انسان کو

بہکانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ حتی کہ بعض اوقات تو یہ حالت ہوتی ہے کہ سالکین کے ذہن میں عبادات کرتے ہوئے بھی اتنے گندے خیالات ہوتے ہیں کہ پریشان ہو جاتے ہیں۔ آپ یہ بات سن کر حیران ہونگے کہ مجھے ایک طالبعلم نے لکھا، حضرت! میں قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ رہا تھا اور میں استاد کی موجودگی میں اس درس کے دوران بیٹھا کبیرہ گناہ کا پلان (منصوبہ) بنا رہا تھا۔

مؤمن اور فاسق کی گناہ کرتے وقت کیفیت

شیطان انسان کے سامنے گناہوں کو ہلکا کر کے پیش کرتا ہے۔ لہٰذا وہ کبیرہ گناہ بھی کرے گا تو اسے بھی چھوٹا سمجھے گا۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ مؤمن کی یہ شان ہے کہ وہ کبیرہ گناہ کو یوں سمجھتا ہے جیسے سر کے اوپر کوئی پہاڑ آ گرا ہو اور فاسق آدمی گناہ کو یوں سمجھتا ہے جیسے مکھی بیٹھی ہوئی تھی جسے اڑا دیا۔

سالک کے لئے سب سے بڑا فتنہ

شیطان انسان کے سامنے اعمال کو مزین کر کے پیش کرتا ہے۔ اس لئے آپ کو ایسے سالکین بھی ملیں گے جو ورد وظیفہ بھی کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ ان کی زندگی میں شریعت کی پابندی بھی نہیں ہوتی اور وہ اس کے باوجود بھی وہ اپنے آپ کو سالک سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ اس سے بڑا فتنہ کیا ہو سکتا ہے کہ شریعت کے کاموں کی نافرمانی بھی کی جائے اور پھر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا مقرب بھی سمجھا جائے۔ یعنی

اوپر سے لا الٰہ اور اندر سے کالی بلا

طریقت کی نمازوں کا واویلا

اس لئے شیطان نے بعض لوگوں کے دلوں میں ڈالا کہ جو لوگ پانچ نمازیں پڑھتے ہیں وہ شریعت کی نمازیں ہیں اور ہم تو طریقت کی نمازیں پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں۔

تہاڈی پنج ویلے ساڈی ہر ویلے

یہ سب کفر والحاد والی باتیں ہیں۔ اللہ رب العزت نے اپنے تک پہنچنے کے سب راستوں کو بند کر دیا سوائے اس راستہ کے جس پر نبی ﷺ چلے۔ جو آدمی اس راستے پر چلے گا وہی اپنے رب کا قرب حاصل کر سکے گا اور اگر اس راستے سے ہٹے گا تو اس کی منزل بھی بدل جائے گی۔

شیطان کا ساتھ

شیطان بہت برا ساتھی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا (النساء: ۳۸)

(اور شیطان جس کا ساتھی ہوا، یہ بہت برا ساتھی ہے)

اللہ رب العزت ہم سب کو اس کا ساتھی بننے سے اور اس کے ہتھکنڈوں سے محفوظ فرمادے۔ (آمین ثم آمین)

ایمان کا ڈاکو

شیطان انسان کے ایمان کا ڈاکو ہے۔ اس لئے یہ ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اس بات کی دلیل ہمیں اس سے ملتی ہے کہ اللہ رب العزت نے انسان کی جان کی حفاظت فرشتوں کے ذمے لگائی اور اس کے ایمان کی حفاظت خود اپنے ذمہ

لی۔حدیث پاک میں آیا ہے کہ جس طرح دنیا میں انسان چلتے پھرتے ہیں اسی طرح کئی جگہوں پر جن بھی ہوتے ہیں۔جنوں میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ اگر وہ چاہیں تو وہ انسانوں کو جان سے ماردیں مگر اللہ رب العزت نے ہر انسان کے ساتھ فرشتے متعین کردیئے ہیں جو ان کی حفاظت کرتے ہیں اور ان کی وجہ سے جن انسان کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔اسی طرح یہ بھی فرشتوں کی طرف سے حفاظت ہی ہوتی ہے کہ انسان ایکسیڈنٹ سے بال بال بچ جاتا ہے۔چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے ایمان کی حفاظت اپنے ذمہ لی ہے اس لئے معلوم ہوا کہ ایمان کی حفاظت جان کی حفاظت سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔شیطان ہماری سب سے قیمتی متاع ''ایمان'' کا ڈاکو ہے اس لئے اس کے ہتھکنڈوں سے بچنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

ضدی دشمن

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ شیطان ہمارا ایسا دشمن ہے جو کبھی رشوت قبول نہیں کرتا۔باقی دشمن ایسے ہوتے ہیں کہ اگر کوئی ہدیے، تحفے اور رشوت دے دے تو وہ نرم پڑ جائیں گے اور مخالفت چھوڑ دیں گے اور اگر خوشامد کی جائے تو اسے بھی وہ مان جائیں گے مگر شیطان وہ دشمن ہے جو نہ تو رشوت قبول کرتا ہے اور نہ خوشامد قبول کرتا ہے۔یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہم ایک دن بیٹھ کر اس کی خوشامد کرلیں گے اور یہ ہماری جان چھوڑ جائے گا۔یہ ہرگز نہیں چھوڑے گا کیونکہ یہ ایمان کا ڈاکو ہے اور اس کی ہر وقت اس بات پر نظر رہتی ہے کہ میں کسی طرح انسان کو ایمان سے محروم کردوں۔

دو خطرناک روحانی بیماریاں

جب حضرت نوح علیہ السلام اپنے امتیوں کو لے کر کشتی میں بیٹھے تو انہیں کشتی میں ایک بوڑھا نظر آیا۔اسے کوئی پہچانتا بھی نہیں تھا۔آپ علیہ السلام نے ہر چیز کا جوڑا جوڑا کشتی میں بٹھایا تھا مگر وہ اکیلا تھا۔لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔وہ حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھنے لگے کہ یہ بوڑھا کون ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام نے اس سے پوچھا، بتاؤ تم کون ہو؟ وہ کہنے لگا، جی میں شیطان ہوں۔آپ نے سن کر فرمایا، تو اتنا چالاک بدمعاش ہے کہ کشتی میں آ گیا۔کہنے لگا، جی مجھ سے غلطی ہو گئی ہے اب آپ مجھے معاف فرما دیں۔آپ نے فرمایا، تمہیں ہم ایسے ہی نہیں چھوڑیں گے، تو ہمیں اپنا گر بتاتا جا جس سے تو لوگوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچاتا ہے۔کہنے لگا ، جی میں سچ سچ بتاؤں گا البتہ آپ وعدہ کریں کہ آپ مجھے چھوڑ دیں گے۔آپ علیہ السلام نے فرمایا، ٹھیک ہے ہم تمہیں چھوڑ دیں گے۔وہ کہنے لگا، میں دو باتوں سے انسان کو زیادہ نقصان پہنچاتا ہوں۔

(۱) حسد

(۲) حرص

وہ پھر کہنے لگا کہ حسد ایک ایسی چیز ہے کہ میں خود اس کی وجہ سے برباد ہوا اور حرص وہ چیز ہے جس کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتار دیا گیا۔اس لئے میں انہی دو چیزوں کی وجہ سے انسانوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچاتا ہوں۔

واقعی یہ دونوں ایسی خطرناک بیماریاں ہیں جو تمام بیماریوں کی بنیاد بنتی ہیں۔ آج کے سب لڑائی جھگڑے یا تو حسد کی وجہ سے ہیں یا حرص کی وجہ سے۔حاسد انسان اندر ہی اندر آگ میں جلتا رہتا ہے۔وہ کسی کو اچھی حالت میں دیکھ نہیں

سکتا۔ دوسرے انسان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہوتی ہیں اور حاسد کے اندر مروڑ پیدا ہوتے ہیں کہ وہ اچھی حالت میں کیوں ہے۔

شیطان کے تجربات کا نچوڑ

ایک دفعہ شیطان کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے پوچھا، تو کون ہے؟ وہ کہنے لگا، میں شیطان ہوں۔ انہوں نے فرمایا، تم لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے بڑے ڈورے ڈالتے پھرتے ہو، تمہارے تجربے میں کونسی بات آئی ہے؟ وہ کہنے لگا، آپ نے تو بڑی عجیب بات پوچھی ہے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں آپ کو اپنی ساری زندگی کا تجربہ بتا دوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، پھر کیا ہے بتا دے۔ وہ کہنے لگا، تین باتیں میرے تجربات کا نچوڑ ہیں۔

- پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر آپ صدقہ کرنے کی نیت کرلیں تو فوراً دے دیں کیونکہ میری کوشش یہ ہوتی ہے کہ نیت کرنے کے بعد بندے کو بھلا دوں۔ جب میں کسی کو بھلا دیتا ہوں تو پھر اسے یاد ہی نہیں ہوتا کہ میں نے نیت کی تھی یا نہیں۔
- دوسری بات یہ ہے کہ جب آپ اللہ تعالیٰ سے کوئی وعدہ کریں تو اسے فوراً پورا کردینا کیونکہ میری کوشش یہ ہوتی ہے کہ میں اس وعدے کو تڑوا دوں۔ مثلاً کوئی وعدہ کرے کہ اے اللہ! میں یہ گناہ نہیں کروں گا تو میں خاص محنت کرتا ہوں کہ وہ اس گناہ میں ضرور مبتلا ہو۔
- تیسری بات یہ ہے کہ کسی غیر محرم کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھنا کیونکہ میں مرد کی کشش عورت کے دل میں پیدا کردیتا ہوں اور عورت کی کشش مرد کے دل میں پیدا کردیتا ہوں۔ میں یہ کام اپنے چیلوں سے نہیں لیتا بلکہ میں بذات خود

یہ کام کرتا ہوں۔

شیطان کی رسیاں

حدیث پاک میں آیا ہے:

اَلنِّسَاءُ حَبَائِلُ الشَّیْطٰنِ (عورتیں شیطان کی رسیاں ہیں)

عورتیں شیطان کا ایسا جال ہیں جس میں آدمی پھنس ہی جاتا ہے۔ بعض کتابوں میں شیطان کا قول نقل کیا گیا ہے کہ عورت میرا وہ تیر ہے جو کبھی خطا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ شیطان نے مردوں کو عورتوں کے ذریعے تباہ کر رکھا ہے اور عورتوں کو مال کے ذریعے۔ تزکیہ نفس نہ ہو تو نوجوان اور بوڑھے سب بدنظری کے مریض ہوتے ہیں۔ بلکہ فاسق و فاجر قسم کے لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اولاد تو اپنی اچھی لگتی ہے مگر بیوی دوسرے کی اچھی لگتی ہے۔ (العیاذ باللہ) ہمارے اسلاف عورت کے فتنہ سے بہت بچتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ بوڑھے ہو گئے اور بال بھی سارے سفید ہو گئے تو اس وقت بھی یہ دعا مانگتے تھے، اے اللہ! مجھے قتل اور زنا سے محفوظ فرمانا۔ کسی نے دعا سنی تو پوچھا۔ آپ اس بڑھاپے میں بھی ایسی دعا مانگ رہے ہیں؟ فرمانے لگے کہ میرا شیطان ابھی تک میرے ساتھ موجود ہے ابھی پیچھے ہٹا تو نہیں ہے۔

ہمارے سلسلے کے ایک بزرگ حضرت خواجہ عبدالمالکؒ چوک قریشیاں والے ایک مرتبہ کسی مرید کے گھر تشریف لے گئے۔ مرید کی بیوی نے حضرت سے پردہ نہ کیا۔ حضرت نے مرید کو بلا کر ڈانٹا اور کہا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں میرا شیطان تو بوڑھا نہیں ہوا۔ لہٰذا مرید کو یہ بات سن کر عقل آئی اور پردے کا انتظام کیا۔

برصیصا راہب کی گمراہی اور اس کا عبرتناک انجام

شیطان کے مکروفریب کے بارے میں حدیث پاک میں بہت ہی عجیب واقعہ آیا ہے۔ ابن عامر نے عبید بن یسار سے لے کر نبی ﷺ تک اس واقعہ کی سند پہنچائی ہے۔ یہ واقعہ تلبیس ابلیس میں بھی نقل کیا گیا ہے۔

بنی اسرائیل میں برصیصا نامی ایک راہب تھا۔ اس وقت بنی اسرائیل میں اس جیسا کوئی عبادت گزار نہیں تھا۔ اس نے ایک عبادت خانہ بنایا ہوا تھا۔ وہ اسی میں عبادت میں مست رہتا تھا۔ اسے لوگوں سے کوئی غرض نہیں تھی۔ نہ تو وہ کسی کو ملتا تھا اور نہ ہی کسی کے پاس آتا جاتا تھا۔ شیطان نے اسے گمراہ کرنے کا ارادہ کرلیا۔

برصیصا اپنے کمرے سے باہر نکلتا ہی نہیں تھا۔ وہ ایسا عبادت گزار تھا کہ اپنا وقت ہرگز ضائع نہیں کرتا تھا۔ شیطان نے دیکھا کہ جب دن میں کچھ وقت یہ تھکتے ہیں تو کبھی کبھی اپنی کھڑکی سے باہر جھانک کر دیکھ لیتے ہیں۔ ادھر کوئی آبادی نہیں تھی۔ اس کا اکیلا صومعہ تھا۔ اس کے اردگرد کھیت اور باغات تھے۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ دن میں ایک یا دو مرتبہ کھڑکی سے دیکھتے ہیں تو اس مردود نے انسانی شکل میں آکر اس کھڑکی کے سامنے نماز کی نیت باندھ لی ...... اس نے نماز کیا پڑھنی تھی، فقط شکل بنا کر کھڑا تھا...... اب دیکھو کہ جس کی جو لائن ہوتی ہے اس کو گمراہ کرنے کے لئے اس کے مطابق (دلکش) بہروپ بناتا ہے۔

چنانچہ جب اس نے کھڑکی میں سے باہر جھانکا تو ایک آدمی کو قیام کی حالت میں دیکھا۔ وہ بڑا حیران ہوا۔ جب دن کے دوسرے حصے میں اس نے دوبارہ ارادتاً باہر دیکھا تو وہ رکوع میں تھا۔ بڑا لمبا رکوع کیا۔ پھر تیسری مرتبہ سجدے کی حالت میں دیکھا۔ کئی دن اسی طرح ہوتا رہا۔ آہستہ آہستہ برصیصا کے دل میں یہ

بات آنے لگی کہ یہ تو کوئی بڑا ہی بزرگ انسان ہے جو دن رات اتنی عبادتیں کر رہا ہے۔ وہ کئی مہینوں تک اسی طرح شکل بنا کر قیام، رکوع اور سجدے کرتا رہا۔ یہاں تک کہ برصیصا کے دل میں یہ بات آنے لگی کہ میں اس سے پوچھوں تو سہی کہ یہ کون ہے۔

جب برصیصا کے دل میں یہ بات آنے لگی تو شیطان نے کھڑکی کے قریب مصلے بچھانا شروع کر دیا۔ جب مصلے کھڑکی کے قریب آ گیا اور برصیصا نے باہر جھانکا تو اس نے شیطان سے پوچھا، تم کون ہو؟ وہ کہنے لگا، آپ کو مجھ سے کیا غرض ہے، میں اپنے کام میں لگا ہوا ہوں، مجھے ڈسٹرب نہ کریں۔ وہ سوچنے لگا کہ عجیب بات ہے کہ کسی کی کوئی بات سننا گوارا ہی نہیں کرتا۔ دوسرے دن برصیصا نے پھر پوچھا کہ آپ اپنا تعارف تو کروائیں۔ وہ کہنے لگا، مجھے اپنا کام کرنے دو۔

اللہ کی شان کہ ایک دن بارش ہونے لگی۔ وہ بارش میں بھی نماز کی شکل بنا کر کھڑا ہو گیا۔ برصیصا کے دل میں بات آئی کہ جب یہ اتنا عبادت گزار ہے کہ اس نے بارش کی بھی کوئی پروا نہیں کی تو کیوں نہ میں ہی اچھے اخلاق کا مظاہرہ کروں اور اس سے کہوں کہ میاں! اندر آ جاؤ۔ چنانچہ اس نے شیطان کو پیشکش کی کہ باہر بارش ہو رہی ہے، تم اندر آ جاؤ۔ وہ جواب میں کہنے لگا، ٹھیک ہے، مؤمن کو مؤمن کی دعوت قبول کر لینی چاہیے، لہٰذا میں آپ کی دعوت قبول کر لیتا ہوں۔ وہ تو چاہتا ہی یہی تھا۔ چنانچہ اس نے کمرے میں آ کر نماز کی نیت باندھ لی۔ وہ کئی مہینوں تک اس کے کمرے میں عبادت کی شکل بناتا رہا۔ وہ دراصل عبادت نہیں کر رہا تھا، فقط نماز کی شکل بنا رہا تھا، لیکن برصیصا یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے۔ اس کو نماز سے کیا غرض تھی، وہ تو اپنے مشن پر تھا۔

جب کئی مہینے گزر گئے تو برصیصا نے اسے واقعی بہت بڑا بزرگ سمجھنا شروع کر دیا اور اس کے دل میں اس کی عقیدت پیدا ہونا شروع ہوگئی۔ اتنے عرصے کے بعد شیطان برصیصا سے کہنے لگا کہ اب میرا سال پورا ہو چکا ہے لہٰذا میں اب یہاں سے جاتا ہوں، میرا مقام کہیں اور ہے۔ روانہ ہوتے وقت ویسے ہی دل نرم ہو چکا ہوتا ہے لہٰذا وہ برصیصا سے کہنے لگا، اچھا میں آپ کو جاتے جاتے ایک ایسا تحفہ دے جاتا ہوں جو مجھے اپنے بڑوں سے ملا تھا۔ وہ تحفہ یہ ہے کہ اگر تمہارے پاس کوئی بھی بیمار آئے تو اس پر یہ پڑھ کر دم کر دیا کرنا، وہ ٹھیک ہو جایا کرے گا۔ تم بھی کیا یاد کرو گے کہ کوئی آیا تھا اور تحفہ دے گیا تھا۔ برصیصا نے کہا، مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ کہنے لگا کہ ہمیں یہ نعمت طویل مدت کی محنت کے بعد ملی ہے، میں وہ نعمت تمہیں تحفے میں دے رہا ہوں اور تم انکار کر رہے ہو، تم تو بڑے نالائق انسان ہو۔ یہ سن کر برصیصا کہنے لگا، اچھا جی، مجھے بھی سکھا ہی دیں۔ چنانچہ شیطان نے اسے ایک دم سکھا دیا اور یہ کہتے ہوئے رخصت ہوگیا کہ اچھا پھر کبھی ملیں گے۔

وہ وہاں سے سیدھا بادشاہ کے گھر گیا۔ بادشاہ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ شیطان نے جا کر اس کی بیٹی پر اثر ڈالا اور وہ مجنونہ سی بن گئی۔ وہ خوبصورت اور پڑھی لکھی لڑکی تھی لیکن شیطان کے اثر سے اسے دورے پڑنا شروع ہوگئے۔ بادشاہ نے اس کے علاج کے لئے حکیم اور ڈاکٹر بلوا لئے۔ کئی دنوں تک وہ اس کا علاج کرتے رہے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔

جب کئی دنوں کے علاج کے بعد بھی کچھ افاقہ نہ ہوا تو شیطان نے بادشاہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ بڑے حکیموں اور ڈاکٹروں سے علاج کروا لیا ہے، اب کسی دم والے سے ہی دم کروا کر دیکھ لو۔ یہ خیال آتے ہی اس نے سوچا کہ ہاں

کسی دم والے کو تلاش کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس نے اپنے سرکاری ہرکارے بھیجے تاکہ وہ پتہ کر کے آئیں کہ اس وقت سب سے زیادہ نیک بندہ کون ہے۔ سب نے کہا کہ اس وقت سب سے زیادہ نیک آدمی تو برصیصا ہے اور وہ تو کسی سے ملتا ہی نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر وہ کسی سے نہیں ملتا تو ان کے پاس جا کر میری طرف سے درخواست کرو کہ ہم آپ کے پاس آجاتے ہیں۔

کچھ آدمی برصیصا کے پاس گئے۔ اس نے انہیں دیکھ کر کہا کہ آپ مجھے ڈسٹرب کرنے کیوں آئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ بادشاہ کی بیٹی بیمار ہے، حکیموں اور ڈاکٹروں سے بڑا علاج کروایا ہے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، بادشاہ چاہتے ہیں کہ آپ بیشک یہاں نہ آئیں تاکہ آپ کی عبادت میں خلل نہ آئے، ہم آپ کے پاس بچی کو لے کر آجاتے ہیں، آپ یہیں اس بچی کو دم کر دینا، ہمیں امید ہے کہ آپ کے دم کرنے سے وہ ٹھیک ہو جائے گی۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ ہاں میں نے ایک دم سیکھا تو تھا، اس دم کو آزمانے کا یہ اچھا موقع ہے، چلو یہ تو پتہ چل جائے گا کہ وہ دم ٹھیک بھی ہے یا نہیں، چنانچہ اس نے ان لوگوں کو بادشاہ کی بیٹی کو لانے کی اجازت دے دی۔

بادشاہ اپنی بیٹی کو لے کر برصیصا کے پاس آگیا، اس نے جیسے ہی دم کیا وہ فوراً ٹھیک ہو گئی۔ مرض بھی شیطان نے لگایا تھا اور دم بھی اسی نے بتایا تھا لہٰذا دم کرتے ہی شیطان اس کو چھوڑ کر چلا گیا اور وہ بالکل ٹھیک ہو گئی۔ بادشاہ کو پکا یقین ہو گیا کہ میری بیٹی اس کے دم سے ٹھیک ہوئی ہے۔

ایک ڈیڑھ ماہ کے بعد اس نے پھر اسی طرح بچی پر حملہ کیا اور وہ اسے پھر برصیصا کے پاس لے آئے۔ اس نے دم کیا تو وہ پھر اسے چھوڑ کر چلا گیا۔ حتی کہ دو

چار دن کے بعد بادشاہ کو پکا یقین ہو گیا کہ میری بیٹی کا علاج اس کے دم میں ہے۔
اب برصیصا کی بڑی شہرت ہوئی کہ اس کے دم سے بادشاہ کی بیٹی ٹھیک ہو جاتی ہے۔

کچھ عرصہ کے بعد اس بادشاہ کے ملک پر کسی نے حملہ کیا۔ وہ اپنے شہزادوں کے ہمراہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاری کرنے لگا۔ اب بادشاہ سوچ میں پڑ گیا کہ اگر جنگ میں جائیں تو بیٹی کو کس کے پاس چھوڑ کر جائیں۔ کسی نے مشورہ دیا کہ کسی وزیر کے پاس چھوڑ جائیں اور کسی نے کوئی اور مشورہ دیا۔ بادشاہ کہنے لگا کہ اگر اس کو دوبارہ بیماری لگ گئی تو پھر کیا بنے گا، برصیصا تو کسی کی بات بھی نہیں سنے گا۔ چنانچہ بادشاہ نے کہا کہ میں خود برصیصا کے پاس اپنی بیٹی کو چھوڑ جاتا ہوں...... دیکھو، شیطان کیسے جوڑ ملا رہا ہے...... بادشاہ اپنے تینوں بیٹوں اور بیٹی کو لے کر برصیصا کے پاس پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ ہم جنگ پر جا رہے ہیں، زندگی اور موت کا پتہ نہیں ہے، مجھے اس وقت سب سے زیادہ اعتماد تمہی پر ہے اور میری بیٹی کا علاج بھی تمہارے ہی پاس ہے، لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ یہ بچی تمہارے پاس ہی ٹھہر جائے۔ برصیصا کہنے لگا، توبہ توبہ!!! میں یہ کام کیسے کر سکتا ہوں کہ یہ اکیلی میرے پاس ٹھہرے۔ بادشاہ نے کہا، نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے، بس آپ اجازت دے دیں، میں اس کے رہنے کے لئے آپ کے عبادت خانے کے سامنے ایک گھر بنوا دیتا ہوں اور یہ اسی گھر میں ٹھہرے گی۔ برصیصا نے یہ سن کر کہا، چلو ٹھیک ہے۔ جب اس نے اجازت دی تو بادشاہ نے اس کے عبادت خانے کے سامنے گھر بنوا دیا اور بچی کو وہاں چھوڑ کر جنگ پر روانہ ہو گئے۔

اب برصیصا کے دل میں بات آئی کہ میں اپنے لئے تو کھانا بناتا ہی ہوں، اگر

بچی کا کھانا بھی میں ہی بنا دیا کروں تو اس میں کیا حرج ہے کیونکہ وہ اکیلی ہے پتہ نہیں کہ اپنے لئے کھانا پکائے گی بھی یا نہیں پکائے گی۔ چنانچہ وہ کھانا بناتا اور آدھا خود کھا کر باقی آدھا کھانا اپنے عبادت خانے کے دروازے سے باہر رکھ دیتا اور اپنا دروازہ کھٹکھٹا دیتا۔ یہ اس لڑکی کے لئے اشارہ ہوتا تھا کہ وہ اپنا کھانا اٹھا لے۔ اس طرح وہ لڑکی کھانا اٹھا کر لے جاتی اور کھا لیتی۔ کئی مہینوں تک یہی معمول رہا۔

اس کے بعد شیطان نے اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ دیکھو، وہ لڑکی اکیلی رہتی ہے، تم کھانا پکا کر اپنے دروازے کے باہر رکھ دیتے ہو اور لڑکی کو وہ کھانا اٹھانے کے لئے گلی میں نکلنا پڑتا ہے۔ اگر کبھی کسی مرد نے دیکھ لیا تو وہ تو اس کی عزت خراب کر دے گا۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ کھانا بنا کر اس کے دروازے کے اندر رکھ دیا کرو تا کہ اس کو باہر نہ نکلنا پڑے۔ چنانچہ برصیصا نے کھانا بنا کر اس کے دروازے کے اندر رکھنا شروع کر دیا۔ وہ کھانا رکھ کر کنڈی کھٹکھٹا دیتا اور وہ کھانا اٹھا لیتی۔ یہی سلسلہ چلتا رہا۔

جب کچھ اور مہینے بھی گزر گئے تو شیطان نے اس کے دل میں ڈالا کہ تم خود تو عبادت میں لگے ہوتے ہو، یہ لڑکی اکیلی ہے، ایسا نہ ہو کہ تنہائی کی وجہ سے اور زیادہ بیمار ہو جائے، اس لئے بہتر ہے کہ اس کو کچھ نصیحت کر دیا کرو تا کہ یہ بھی عبادت گزار بن جائے اور اس کا وقت ضائع نہ ہو۔ یہ خیال دل میں آتے ہی اس نے کہا کہ ہاں، یہ بات تو بہت اچھی ہے لیکن اس کام کی کیا ترتیب ہونی چاہیے۔ شیطان نے اس بات کا جواب بھی اس کے دل میں ڈالا کہ اس کو کہہ دو کہ وہ اپنے گھر کی چھت پر آ جایا کرے اور تم بھی اپنے گھر کی چھت پر بیٹھ جایا کرو اور اسے وعظ و نصیحت کیا کرو، چنانچہ اس نے اسی ترتیب سے وعظ و نصیحت کرنا شروع کر دی۔

اس کے وعظ کا اس لڑکی پر بڑا اثر ہوا۔ اس نے نمازیں اور وظیفے شروع کر دیئے۔ اب شیطان نے اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ دیکھ، تیری نصیحت کا اس پر کتنا اثر ہوا۔ ایسی نصیحت تو ہر روز ہونی چاہیے۔ چنانچہ اس نے روزانہ نصیحت کرنا شروع کر دی۔

اسی طرح کرتے کرتے جب کچھ وقت گزر گیا تو شیطان نے پھر اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تم اپنے گھر کی چھت پر بیٹھتے ہو اور وہ اپنے گھر کی چھت پر بیٹھتی ہے، راستے میں سے گزرنے والے کیا باتیں سوچیں گے کہ یہ کون باتیں کر رہے ہیں، اس طرح تو بہت ہی غلط تاثر پیدا ہو جائے گا، اس لئے بہتر یہ ہے کہ چھت پر بیٹھ کر اونچی آواز سے بات کرنے کی بجائے تم دروازے سے باہر کھڑے ہو کر تقریر کرو اور وہ دروازے کے اندر کھڑی ہو کر سن لے، پردہ تو ہوگا ہی سہی۔ چنانچہ اب اس ترتیب سے وعظ و نصیحت شروع ہو گئی۔ کچھ عرصہ تک اسی طرح معمول رہا۔

اس کے بعد شیطان نے پھر برصیصا کے دل میں خیال ڈالا کہ تم باہر کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہو، دیکھنے والے کیا کہیں گے کہ پاگلوں کی طرح ایسے ہی باتیں کر رہا ہے، اس لئے اگر تقریر کرنی ہی ہے تو چلو کواڑ کے اندر کھڑے ہو کر کر لیا کرو۔ وہ دور کھڑی ہو کر سن لیا کرے گی۔ چنانچہ اب اس نے دروازے کے اندر کھڑے ہو کر تقریر کرنا شروع کر دی۔ جب اس نے اندر کھڑے ہو کر تقریر کرنا شروع کر دی تو لڑکی نے اس کو بتایا کہ اتنی نمازیں پڑھتی ہوں اور اتنی عبادت کرتی ہوں۔ یہ سن کر اسے بڑی خوشی ہوئی کہ میری باتوں کا اس پر بڑا اثر ہو رہا ہے۔ اب میں اکیلا ہی عبادت نہیں کر رہا ہوتا بلکہ یہ بھی عبادت کر رہی ہوتی ہے۔

کئی دنوں تک یہی سلسلہ چلتا رہا۔

بالآخر شیطان نے لڑکی کے دل میں برصیصا کی محبت ڈالی اور برصیصا کے دل میں لڑکی کی محبت ڈالی۔ چنانچہ لڑکی نے کہا کہ آپ جو کھڑے کھڑے بیان کرتے ہیں، میں آپ کے لئے چارپائی ڈال دیا کروں گی، آپ اس پر بیٹھ کر بیان کر دیا کرنا اور میں دور بیٹھ کر سن لیا کروں گی۔ اس نے کہا، بہت اچھا۔ لڑکی نے دروازے کے قریب چارپائی ڈال دی۔ برصیصا اس پر بیٹھ کر نصیحت کرتا رہا اور لڑکی دور بیٹھ کر بات سنتی رہی۔ اس دوران شیطان نے برصیصا کے دل میں لڑکی کے لئے بڑی شفقت و ہمدردی پیدا کر دی۔ کچھ دن گزرے تو شیطان نے عابد کے دل میں بات ڈالی کہ نصیحت سنانی تو لڑکی کو ہوتی ہے، دور بیٹھنے کی وجہ سے اونچا بولنا پڑتا ہے، گلی سے گزرنے والے لوگ بھی سنتے ہیں، کتنا اچھا ہو کہ یہ چارپائی ذرا آگے کر کے رکھ لیا کریں اور پست آواز میں گفتگو کر لیا کریں۔ چنانچہ برصیصا کی چارپائی لڑکی کی چارپائی کے قریب تر ہو گئی اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری رہا۔

کچھ عرصہ اسی طرح گزرا تو شیطان نے لڑکی کو مزین کر کے برصیصا کے سامنے پیش کرنا شروع کر دیا اور وہ یوں اس لڑکی کے حسن و جمال کا گرویدہ ہوتا گیا۔ اب شیطان نے برصیصا کے دل میں جوانی کے خیالات ڈالنا شروع کر دیے۔ حتیٰ کہ برصیصا کا دل عبادت خانے سے اچاٹ ہو گیا اور اس کا زیادہ وقت لڑکی سے باتیں کرنے میں گزر جاتا۔

سال گزر چکا تھا۔ ایک دفعہ شہزادوں نے آ کر شہزادی کی خبر گیری کی تو شہزادی کو خوش خرم پایا اور راہب کے گن گاتے دیکھا۔ شہزادوں کو لڑائی کے لئے دوبارہ سفر پر جانا تھا اسلئے وہ مطمئن ہو کر چلے گئے۔ اب شہزادوں کے جانے کے بعد

شیطان نے اپنی کوششیں تیز تر کر دیں۔ چنانچہ اس نے برصیصا کے دل میں لڑکی کا عشق پیدا کر دیا اور لڑکی کے دل میں برصیصا کا عشق بھر دیا۔ حتی کہ دونوں طرف برابر کی آگ سلگ اٹھی۔

اب جس وقت عابد نصیحت کرتا تو سارا وقت اس کی نگاہیں شہزادی کے چہرے پر جمی رہتیں۔ شیطان لڑکی کو ناز و انداز سکھاتا اور وہ سراپا نازنین رشک قمر اپنے انداز و اطوار سے برصیصا کا دل لبھاتی۔ حتیٰ کہ عابد نے علیحدہ چارپائی پر بیٹھنے کی بجائے لڑکی کے ساتھ ایک ہی چارپائی پر بیٹھنا شروع کر دیا۔ اب اس کی نگاہیں جب شہزادی کے چہرے پر پڑیں تو اس نے اسے سراپا حسن و جمال اور جاذب نظر پایا۔ چنانچہ عابد اپنے شہوانی جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور اس شہزادی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ شہزادی نے مسکرا کر اس کی حوصلہ افزائی کی۔ یہاں تک کہ برصیصا زنا کا مرتکب ہو گیا۔ جب دونوں کے درمیان سے حیا کی دیوار ہٹ گئی اور زنا کے مرتکب ہوئے تو وہ آپس میں میاں بیوی کی طرح رہنے لگ گئے۔ اس دوران شہزادی حاملہ ہو گئی۔

اب برصیصا کو فکر لاحق ہوئی کہ اگر کسی کو پتہ چل گیا تو کیا بنے گا، مگر شیطان نے اس کے دل میں خیال ڈالا کہ کوئی فکر کی بات نہیں، جب وضع حمل ہو گا تو نومولود کو زندہ درگور کر دینا اور لڑکی کو سمجھا دینا، وہ اپنا بھی عیب چھپائے گی اور تمہارا عیب بھی چھپائے گی۔ اس خیال کے آتے ہی ڈر اور خوف کے تمام حجاب دور ہو گئے اور برصیصا بے خوف و خطر ہوس پرستی اور نفس پرستی میں مشغول رہا۔

ایک وہ دن بھی آیا جب اس شہزادی نے بچے کو جنم دیا۔ جب بچے کو وہ دودھ پلانے لگی تو شیطان نے برصیصا کے دل میں ڈالا کہ اب تو ڈیڑھ دو سال گزر گئے

ہیں اور بادشاہ اور دیگر لوگ جنگ سے واپس آنے والے ہیں۔شہزادی تو ان کو سارا ماجرا سنا دے گی۔اس لئے تم اس کا بیٹا کسی بہانے سے قتل کر دو تاکہ گناہ کا ثبوت نہ رہے۔

چنانچہ ایک دفعہ شہزادی سوئی ہوئی تھی۔اس نے بچے کو اٹھایا اور قتل کر کے گھر کے صحن میں دبا دیا۔اب ماں تو ماں ہی ہوتی ہے۔جب وہ اٹھی تو اس نے کہا، میرا بیٹا کدھر ہے؟ اس نے کہا، مجھے تو کوئی خبر نہیں۔ماں نے ادھر ادھر دیکھا تو بیٹے کا کہیں سراغ نہ ملا۔چنانچہ وہ اس سے خفا ہونے لگی۔جب وہ خفا ہونے لگی تو شیطان نے برصیصا کے دل میں بات ڈالی کہ دیکھو، یہ ماں ہے، یہ اپنے بچے کو ہرگز نہیں بھولے گی، پہلے تو نہ معلوم یہ بتاتی یا نہ بتاتی اب تو یہ ضرور بتا دے گی لہٰذا اب ایک ہی علاج باقی ہے لڑکی کو بھی قتل کر دو۔تاکہ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ جب بادشاہ آکر پوچھے گا تو بتا دینا کہ بس وہ بیمار ہوئی تھی اور مر گئی تھی۔جیسے ہی اس کے دل میں یہ بات آئی کہنے لگا کہ بالکل ٹھیک ہے۔چنانچہ اس نے لڑکی کو بھی قتل کر دیا اور لڑکے کے ساتھ ہی صحن میں دفن کر دیا۔اس کے بعد وہ اپنی عبادت میں لگ گیا۔

کچھ مہینوں کے بعد بادشاہ سلامت واپس آگئے۔اس نے بیٹوں کو بھیجا کہ جاؤ اپنی بہن کو لے آؤ۔وہ برصیصا کے پاس آئے اور کہنے لگے، جی ہماری بہن آپ کے پاس تھی، ہم اسے لینے آئے ہیں۔برصیصا ان کی بات سن کر رو پڑا اور کہنے لگا کہ آپ کی بہن بہت اچھی تھی، بڑی نیک تھی اور ایسے ایسے عبادت کرتی تھی، لیکن وہ اللہ کو پیاری ہو گئی تھی، یہ صحن میں اس کی قبر ہے۔بھائیوں نے جب سنا تو وہ رو دھو کر واپس چلے گئے۔

گھر جا کر جب وہ رات کو سوئے تو شیطان خواب میں بڑے بھائی کے پاس گیا اور اس سے پوچھنے لگا، بتاؤ تمہاری بہن کا کیا بنا؟ وہ کہنے لگا، ہم جنگ کے لئے گئے ہوئے تھے، اسے برصیصا کے پاس چھوڑ کر گئے تھے، وہ اب فوت ہو چکی ہے۔ شیطان کہنے لگا، وہ تو فوت نہیں ہوئی تھی۔ اس نے پوچھا کہ اگر فوت نہیں ہوئی تھی تو پھر کیا ہوا تھا؟ وہ کہنے لگا برصیصا نے خود یہ یہ کرتوت کیا ہے اور اس نے خود اسے قتل کیا ہے اور فلاں جگہ اسے دفن کیا اور بچے کو بھی اس نے اسی کے ساتھ دفن کیا تھا۔ اس کے بعد وہ خواب میں ہی اس کے درمیانے بھائی کے پاس گیا اور اس کو بھی یہی کچھ کہا اور پھر اسکے چھوٹے بھائی کے پاس جا کر بھی یہی کچھ کہا۔

تینوں بھائی جب صبح اٹھے تو ایک نے کہا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے، دوسرے نے کہا کہ میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے اور تیسرے نے کہا کہ میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ وہ آپس میں کہنے لگے کہ یہ عجیب اتفاق ہے کہ سب کو ایک جیسا خواب آیا ہے۔ سب سے چھوٹے بھائی نے کہا، یہ اتفاق کی بات نہیں ہے بلکہ میں تو جا کر تحقیق کروں گا۔ دوسروں نے کہا، چھوڑو بھائی یہ کونسی بات ہے، جانے دو۔ وہ کہنے لگا، نہیں میں ضرور تفتیش کروں گا۔ چنانچہ چھوٹا بھائی غصہ میں آ کر چل پڑا۔ اسے دیکھ کر باقی بھائی بھی اس کے ساتھ ہو لیے۔ انہوں نے جا کر جب زمین کو کھودا تو انہیں اس میں بہن کی ہڈیاں بھی مل گئیں اور ساتھ ہی چھوٹے سے بچے کی ہڈیوں کا ڈھانچہ بھی مل گیا۔

جب ثبوت مل گیا تو انہوں نے برصیصا کو گرفتار کر لیا۔ اسے جب قاضی کے پاس لے جایا گیا تو اس نے قاضی کے روبرو اپنے اس گھناؤنے اور مکروہ فعل کا اقرار کر لیا اور قاضی نے برصیصا کو پھانسی دینے کا حکم دے دیا۔

جب برصیصا کو پھانسی کے تختے پر لایا گیا اور اس کے گلے میں پھندا ڈالا گیا اور پھر پھندا کھینچنے کا وقت آیا تو پھندہ کھینچنے سے عین دو چار لمحے پہلے شیطان اس کے پاس وہی عبادت گزار کی شکل میں آیا۔ وہ اسے کہنے لگا، کیا مجھے پہچانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ برصیصا نے کہا، ہاں میں تمہیں پہچانتا ہوں، تم وہی عبادت گزار ہو جس نے مجھے وہ دم بتایا تھا۔ شیطان نے کہا، وہ دم بھی آپ کو میں نے بتایا تھا، لڑکی کو بھی میں نے اپنا اثر ڈال کر بیمار کیا تھا، اسے قتل بھی میں نے تجھ سے کروایا تھا اور اگر اب تو بچنا چاہے تو میں ہی تمہیں بچا سکتا ہوں۔ برصیصا نے کہا، اب تم مجھے کیسے بچا سکتے ہو؟ وہ کہنے لگا، تم میری ایک بات مان لو میں تمہارا یہ کام کر دیتا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ میں آپ کی کون سی بات مانوں؟ شیطان نے کہا کہ بس یہ کہہ دو کہ خدا نہیں ہے۔ برصیصا کے تو حواس باختہ ہو چکے تھے۔ اس نے سوچا کہ چلو، میں ایک دفعہ یہ کہہ دیتا ہوں، پھر پھانسی سے بچنے کے بعد دوبارہ اقرار کر لوں گا۔ چنانچہ اس نے کہہ دیا، خدا موجود نہیں ہے۔ عین اس لمحہ میں کھینچنے والے نے رسہ کھینچ دیا اور یوں اس عبادت گزار کی کفر پر موت آ گئی۔

اس سے اندازہ لگائیے کہ یہ کتنی لانگ ٹرم پلاننگ کر کے انسان کو گناہ کے قریب کرتا چلا جاتا ہے اس سے انسان نہیں بچ سکتا، اللہ ہی اس سے بچا سکتا ہے۔ لہٰذا اللہ رب العزت کے حضور یوں دعا مانگنی چاہیے۔

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ.

(اے اللہ! ہمیں شیطان مردود کے شر سے محفوظ فرما۔ اے پروردگار! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس آئیں)۔

حضرت عمر ﷜ کی احتیاط

انسان کو چاہیے کہ نہ تو وہ اپنی عبادت پہ ناز کرے اور نہ ہی اپنے آپ پر اعتماد کرے۔ ایک دفعہ کسی نے حضرت عمر ﷜ کو دیکھا کہ اپنے دروازے کی دہلیز پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس نے انہیں سلام کیا اور آگے چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر واپسی پر اسی راستے سے گزرنے لگا تو دیکھا کہ ابھی تک حضرت عمر ﷜ دروازے کی دہلیز پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ حیران ہوکر پوچھنے لگا، اے امیر المؤمنین ! آپ دروازے پر اس وقت سے بیٹھے ہوئے ہیں؟ آپ فرمانے لگے، میری بیٹی حفصہ ام المؤمنین ہے، وہ آج گھر آئی ہوئی ہے اور میری بیوی گھر پر نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ گھر میں اکیلی ہے اس لئے میں نے گھر میں اس کے پاس اکیلے بیٹھنے کی بجائے یہاں دروازے پر بیٹھنا پسند کیا ہے......اللہ اکبر...... ہمارے اسلاف شیطان مردود کے شر سے اس قدر بچتے تھے۔ اس مردود کی چالوں کو اس وقت تک سمجھنا ممکن ہی نہیں ہے جب تک اللہ رب العزت کی مدد شامل حال نہ ہو۔

شیطان کی سواری

ایک آدمی کی بڑی تمنا تھی کہ شیطان سے میری ملاقات ہو اور اس سے باتیں کروں۔ ایک دفعہ اس کی ملاقات شیطان سے ہوگئی۔ اس کے پاس بڑے جال تھے۔ اس آدمی نے پوچھا، تم کون ہو؟ کہنے لگا، شیطان ہوں۔ اس نے جال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا، یہ سارا کچھ کیا ہے، کس لیے لیے پھرتے ہو؟ کہنے لگا کہ یہ پھندے اور جال ہیں جن سے میں لوگوں کو پکڑتا ہوں۔ اس نے پوچھا، میرے لئے کون سا جال ہے؟ شیطان کہنے لگا کہ تیرے لیے کسی جال کی

ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس نے کہا، واہ! میں ایسا بھی نہیں ہوں کہ جال کے بغیر تیرے ہاتھ آ جاؤں، شیطان نے کہا، اچھا، دیکھ لینا۔ خیر بات آئی گئی ہو گئی۔

اس کے بعد وہ آدمی اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں ایک دریا تھا۔ جب وہ دریا کے کنارے پہنچا تو کشتی جا چکی تھی۔ لہٰذا اس نے فیصلہ کر لیا کہ دریا عبور کر کے جاتا ہوں۔ کنارے پر ہی ایک بڑھیا، فتنے کی پڑیا، جو ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکی تھی، لاٹھی لے کر بیٹھی رو رہی ہے۔ اس نے پوچھا، اماں! کیا ہوا؟ کہنے لگی، میں نے دریا کے اس پار جانا تھا، کشتی جا چکی ہے اور میں اکیلی ہوں، میں یہاں رہ بھی نہیں سکتی، میرے بچے گھر میں اکیلے ہیں، تو مجھے بھی کسی طرح ساتھ لے جا، میں تیرے بچوں کو دعائیں دوں گی۔ اس نے کہا، میں تجھے کیسے لے کر جاؤں؟ کہنے لگی، تم خود تو جاؤ گے ہی، میں تو ہڈیوں کا ڈھانچہ ہوں، مجھے بھی کندھوں پہ اٹھا کر لے جانا۔ اس نے کہا نہیں، میں نہیں لے جاتا۔ اس نے اسے بڑی دعائیں دیں اور کہا کہ تمہارا بھلا ہوگا، میرے بچے اکیلے ہیں، میں گھر پہنچ جاؤں گی تو وہ بھی آپ کو دعائیں دیں گے۔ اس کے دل میں اس بڑھیا کے بارے میں ہمدردی آ گئی۔ چنانچہ اس نے کہا، اچھا، چلیں میں آپ کو اٹھا لیتا ہوں۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ میں اسے کمر پہ اٹھا لیتا ہوں، پھر کہنے لگا کہ کہیں پھسل نہ جائے لہٰذا کہنے لگا کہ چلو میرے کندھوں پہ بیٹھ جاؤ۔

وہ بڑھیا کو کندھوں پر بٹھا کر دریا کے اندر داخل ہو گیا۔ چلتے چلتے جب وہ دریا کے بالکل درمیان میں پہنچا تو بڑھیا نے اس کے بال پکڑ کر کھینچے اور کہنے لگی، اے میرے گدھے! تیزی سے چل۔ وہ آدمی حیران ہو کر پوچھنے لگا، تو کون ہے؟ اس نے کہا، میں وہی ہوں جس نے تجھے کہا تھا کہ تجھے قابو کرنے کے لئے کسی بھی جال

کی ضرورت نہیں ہے، اب دیکھ کہ تجھے میں نے بغیر جال کے کیسے پھنسالیا، تجھے نظر نہیں آرہا تھا کہ میں غیر محرم ہوں تو نے مجھے کندھوں پر کیسے بٹھالیا تھا۔

لمحہء فکریہ

شیطان کا سب سے بڑا حملہ موت کے وقت ہوتا ہے۔ میرے دوستو! ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ یہ مردود تو ہمیں زندگی میں جیتے جاگتے بہکا دیتا ہے، موت کے وقت جب ہوش وحواس بھی پورے نہیں ہوتے اس وقت اس کے لئے ہمیں بہکانا کتنا آسان ہوگا۔ اس لئے ہمیں اپنے خاتمے کے بارے میں فکرمند ہونے کی بہت ضرورت ہے۔ ہمارے اسلاف رورو کر دعائیں مانگتے تھے کہ اے اللہ! ہمارا خاتمہ بالخیر فرمادینا۔

بے دین بنانے کی آخری کوشش

حدیث پاک میں آیا ہے کہ شیطان موت کے وقت فوت شدہ رشتہ داروں مثلاً ماں، باپ یا بھائی کی شکل میں آتا ہے اور چارپائی پر بیٹھ جاتا ہے اور اسے بے دین بنانے کے لئے نصیحت کرنا شروع کر دیتا ہے۔ مثلاً ماں کی شکل میں آتا ہے تو بیٹے کو پیار کرتا ہے، اسی طرح بولتا ہے جیسے ماں بولتی تھی، کہتا ہے، بیٹا! میں اسلام پر مری تھی اور مجھے آگے عذاب ہوا ہے، اب تیرے مرنے کا وقت ہے، میں تمہیں نصیحت کرنے کے لئے آئی ہوں تاکہ تو بھی کہیں جہنم میں نہ چلا جائے، تو میری بات مان لے اور خدا کا انکار کر دے۔ مرنے والا چونکہ سامنے ماں کی شکل دیکھ رہا ہوتا ہے اس لئے وہ اس کی بات مان کر دہریہ بن جاتا ہے۔ اس طرح وہ کسی کو نصرانی بننے کی تعلیم کرتا ہے اور کسی کو یہودیت اپنانے کی نصیحت کرتا ہے۔ اب بتائیے کہ جب

شیطان ان محبت والی شخصیتوں کی شکل میں آکر ڈورے ڈالے گا تو پھر اس کے شر سے بچنا کتنا مشکل ہو گا۔ اس لئے ایمان کے معاملہ میں بہت محتاط ہونے کی ضرورت ہے۔

تکبیر اولیٰ اور مسواک کی پابندی پر انعام الٰہی

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو انسان تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز کی پابندی کرتا ہے اور مسواک کی پابندی کرتا ہے اس کے پاس موت کے وقت اللہ تعالیٰ جب ملک الموت کو بھیجتے ہیں تو ملک الموت تین کام کرتا ہے۔

(۱) شیطان کو مار کر اس بندے سے دور بھگا دیتا ہے۔

(۲) اس بندے کو بتا دیتا ہے کہ اب تیرے مرنے کا وقت قریب ہے۔

(۳) اسے کلمہ یاد دلا دیتا ہے۔

چنانچہ وہ بندہ کلمہ پڑھتا ہے اور ملک الموت اس کی روح کو قبض کر کے لے جاتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے۔

من کان آخر کلامه لا اله الا الله دخل الجنة

(جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا)

اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم یہ دعا مانگا کریں کہ اے اللہ! ہمیں اپنے اوپر کوئی بھروسہ نہیں ہے فقط تیری ذات پر بھروسہ ہے، موت کے وقت تو ملک الموت کو فرما دینا کہ وہ ہمیں کلمہ یاد کرا دے۔

امام رازیؒ پر شیطان کا حملہ

امام رازیؒ ایک بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے وجود باری تعالیٰ کے

بارے میں ایک کتاب لکھی جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے وجود کے بارے میں سو دلیلیں دیں۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو شیطان نے آکر کہا، رازی! خدا تو موجود نہیں ہے۔ انہوں نے کہا نہیں، خدا موجود ہے۔ وہ کہنے لگا، دلیل پیش کرو۔ انہوں نے ایک دلیل دی۔ شیطان نے اس دلیل کو توڑ دیا۔ انہوں نے دوسری دلیل دی مگر اس نے اس کو بھی توڑ دیا، انہوں نے تیسری دلیل دی اور اس نے اس کو بھی توڑ دیا۔ بالآخر انہوں نے اپنی جمع کردہ سو دلیلیں دیں اور اس نے ان سو دلیلوں کو توڑ ڈالا۔ اب امام رازیؒ گھبرا گئے۔ لیکن چونکہ ان کے دل میں اخلاص تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کی حفاظت کا انتظام فرما دیا۔

اس وقت آپ کے پیر و مرشد شیخ نجم الدین کبریٰؒ دور دراز کسی جگہ وضو فرما رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں امام رازیؒ کی پریشانی کے بارے میں کشفاً مطلع فرما دیا۔ انہوں نے غصہ میں آکر وہ لوٹا جس سے وضو فرما رہے تھے دیوار پر دے مارا اور امام رازیؒ کو پکار کر کہا، اے رازی! تو یہ کیوں نہیں کہہ دیتا کہ میں اللہ تعالیٰ کو بغیر دلیل کے ایک مانتا ہوں۔ اس وقت شیخ نجم الدین کبریٰؒ کا غصہ بھرا چہرہ امام رازیؒ کے بالکل سامنے تھا۔ جب امام رازیؒ نے یہ کہا تو شیطان ان سے دور ہو گیا۔

ڈاکٹر موت کے وقت نشے کا ٹیکہ نہ لگائیں

جب آپ دیکھیں کہ کسی کی موت کا وقت قریب ہے تو اسے ڈاکٹروں سے بچائیں۔ اللہ ان ڈاکٹروں کو ہدایت دے کہ وہ موت کی علامات ظاہر ہونے کے بعد بھی اسے نشے کا ٹیکہ لگا دیتے ہیں۔ نشے کا ٹیکہ لگنے کی وجہ سے اس بیچارے کو کلمہ پڑھنے کی توفیق ہی نہیں ملتی اور وہ اسی طرح دنیا سے چلا جاتا ہے۔ اس لئے جب

پتہ چل جائے کہ اب موت کا وقت قریب ہے تو ڈاکٹر کو ڈانٹ کر کہیں کہ خبردار! اسے نشے کا ٹیکہ مت لگانا، کیونکہ ہم مسلمان ہیں، اور مؤمن مرنے کے لئے ہر وقت تیار ہوتا ہے۔ اسے کہہ دیں کہ جناب! آپ اپنی طرف سے اس کا علاج کر چکے ہیں، اب چونکہ موت کی علامات ظاہر ہو رہی ہیں اس لئے اسے اللہ کے حضور پہنچنے کے لئے تیاری کرنے دیں اور اسے ہوش میں رہنے دیں تاکہ آخری وقت میں کلمہ پڑھ کر دنیا سے رخصت ہو۔

مرنے والے پر ظلم مت کریں

اگر مریض ایک دفعہ کلمہ پڑھ لے تو اس کے ساتھ بار بار باتیں مت کریں اور اس کا آخری کلام کلمہ ہی رہنے دیں۔ یہ نہ ہو کہ بہن آ کر کہے، مجھے پہچان رہے ہو میں کون ہوں۔ اس وقت اسے اپنی پہچان مت کروائیں اور خاموش رہیں تاکہ اس کا پڑھا ہوا کلمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جائے۔ یہ چیزیں صاحب دل لوگوں کے پاس بیٹھ کر سمجھ میں آتی ہیں ورنہ اکثر رشتہ دار اس پر ظلم کرتے ہیں اور اسے اس وقت کلمہ سے محروم کر دیتے ہیں۔ اللہ کرے کہ موت کے وقت کوئی صاحب دل پاس ہو جو بندے کو اس وقت کلمہ پڑھنے کی تلقین کر دے۔

مریض کو کلمہ پڑھنے کی تلقین کرنے کا طریقہ

مریض کو ہرگز نہ کہا جائے کہ آپ کلمہ پڑھیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بیماری کی وجہ سے نہ پڑھ سکے یا انکار کر دے تو......!!!! اس کا طریقہ یہ ہے کہ قریب بیٹھ کر اونچی آواز سے خود کلمہ پڑھنا شروع کر دیں تاکہ وہ ان کی آواز سن کر کلمہ پڑھ لے۔

نسبت نقشبندیہ کی برکت کا واقعہ

اب آپ کو راز کی ایک بات بتاتا ہوں...... ویسے میری عادت ایسی باتیں کرنے کی نہیں ہے، اس وقت وہ بات قدرتاً یاد آگئی، بتا دیتا ہوں، شاید کسی کا فائدہ ہو جائے...... ہمارے ایک پرانے دوست ہیں۔ وہ میرے ہم عمر بھی ہیں اور کلاس فیلو بھی۔ ان کے والد صاحب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ جب وہ فوت ہوئے تو یہ عاجز بیرون ملک میں تھا۔ واپسی پر اس دوست نے یہ واقعہ مسجد میں باوضو کھڑے ہو کر خود سنایا۔

وہ کہنے لگے کہ میرے والد صاحب پر موت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ ہم سب بہن بھائی قریب بیٹھ گئے۔ کسی نے سورۃ یٰسٓ پڑھنا شروع کر دی اور کسی نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا، کہنے لگے کہ میں اپنے والد کے چہرے کے بالکل قریب ہو کر بیٹھ گیا اور اونچی آواز سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کرنا شروع کر دیا۔ میں پندرہ منٹ ان کے چہرے پر ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا اور کلمہ پڑھتا رہا۔ مگر میرے والد کے ہونٹ گویا سلے ہوئے تھے اور کچھ حرکت نہ کی۔

اتنے میں بہن نے اشارہ کیا کہ ابو کے پاؤں پہلے کھڑے تھے اب وہ ڈھلک گئے ہیں، اس سے ہمیں یوں محسوس ہوا کہ پاؤں کی طرف سے روح نکلنا شروع ہو گئی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ والد صاحب کے گھٹنے جو پہلے کھڑے تھے وہ بھی ڈھیلے پڑ گئے۔ ابھی تک سانس تیز ہو کر اکھڑی نہیں تھی، لیکن اب پہلے کی نسبت سانس تیز ہونا شروع ہو گئی۔ ہمیں صاف پتہ چل رہا تھا کہ اب چند منٹوں کی بات ہے۔ کہنے لگے کہ جب میں نے گھٹنوں کو ڈھلکتے ہوئے دیکھا تو اس وقت میرے دل میں بات آئی کہ میں پندرہ منٹ سے ابو کے چہرے کی طرف دیکھ رہا ہوں، میں نے ان کے ہونٹ ہلتے نہیں دیکھے، کیا میرے والد صاحب کلمہ

پڑھے بغیر دنیا سے رخصت ہو جائیں گے؟ یہ سوچ کر میں زار و قطار رونے لگا اور دعائیں مانگنے لگا۔ کہنے لگے کہ اچانک میرے دل میں ایک خیال آیا اور دعا مانگتے ہوئے میں نے یہ دعا مانگی، ''اے اللہ! میرے والد کا تعلق شیخ ذوالفقار احمد دامت برکاتہم کے ساتھ ہے، ان کا تعلق اپنے شیخ کے ساتھ ہے، اوپر چلتے چلتے یہ روحانی تعلق نبی اکرم ﷺ تک پہنچتا ہے، اے اللہ! اگر اس نسبت کا تیرے ہاں کوئی مقام ہے تو اس کی برکت سے میرے والد کو کلمہ پڑھنے کی توفیق عطا فرما دے۔'' کہنے لگے کہ میں نے پلک جھپکنے کی دیر میں دعا مانگی اور میرے والد نے ہونٹ کھول کر پانچ مرتبہ کلمہ پڑھا اور اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ سبحان اللہ،

اللہ رب العزت کے ہاں اس نسبت کا بڑا مقام ہے ہمارے اسلاف کی زندگیاں تقوی سے بھری ہوئی تھیں، ہم تو مفت خورے ہیں، ہماری اپنی محنت تو ہے ہی نہیں، لیکن ہمارے بڑے واقعی اللہ کے مقبول بندے تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ پر شیطان کا حملہ

جب امام احمد بن حنبلؒ کا آخری وقت آیا تو طلبا نے ان کے سامنے کلمہ طیبہ کا ورد کرنا شروع کر دیا۔ ان کی آواز سن کر امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا، لا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آواز نکال کر کہا، لا۔ ان کے شاگرد بڑے حیران ہوئے کہ پورا کلمہ پڑھنے کی بجائے فقط لا پڑھ رہے ہیں۔ جب تھوڑی دیر کے بعد ان کی طبیعت سنبھلی اور ہوش میں آئے تو کچھ باتیں بھی کرنے لگے۔ اس دوران ایک طالبعلم نے پوچھا، حضرت! جب ہم کلمہ پڑھ رہے تھے تو آپ پورا کلمہ پڑھنے کی بجائے صرف لا کہہ رہے تھے، اس کی کیا وجہ تھی؟ امام صاحب نے فرمایا، اس وقت شیطان میرے سامنے تھا اور وہ مجھے کہہ رہا تھا، احمد بن حنبل! تو ایمان بچا کر

دنیا سے جارہا ہے اور میں اس مردود سے کہہ رہا تھا، لا ، ابھی نہیں، ابھی نہیں، بلکہ جب تک میری روح نکل نہیں جاتی اس وقت تک میں تجھ سے امن میں نہیں ہوں۔

امام رازیؒ کا فرمان

امام رازیؒ فرماتے تھے۔

”اے بندے! شیطان فارغ ہے اور تو مشغول ہے۔شیطان تجھے دیکھتا ہے اور تو اسے نہیں دیکھ سکتا۔تو اسے بھول جاتا ہے مگر وہ تجھے نہیں بھولتا اور تیرے اندر سے تیرا نفس اس کا مددگار ہے اس لئے لازمی ہے کہ شیطان کے حملوں سے اپنا بچاؤ کرلے ورنہ یہ اس جنگ کے اندر تمہیں شکست دے کر ایمان سے محروم کردے گا“

شیطان کی مکاری کی انتہا

نبی ﷺ نے ایک مرتبہ نماز پڑھائی اور سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی۔ پڑھتے پڑھتے آپ اس آیت پر پہنچے

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ○ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ○ (النجم:۱۹،۲۰)

(کیا رائے ہے تمہاری لات اور عزّیٰ کے بارے میں اور پچھلے تیسرے منات کے بارے میں)

جب آپ ﷺ نے یہ آیات پڑھیں تو سانس لینے کے لئے رکے۔اس وقفے کے دوران صحابہ کرامؓ کو یہ محسوس ہوا کہ نبی علیہ السلام نے چند الفاظ یہ بھی پڑھے کہ

وَ اِنَّ شَفَاعَتُهُنَّ لَتُرْتَجٰى (ان سے شفاعت کی امید کی جاتی ہے)

مشرکین بھی تلاوت سن رہے تھے۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ یہ آیت بھی

پڑھی ہے تو انہوں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ مل کر سجدہ کیا اور خوش ہوئے کہ آج کے بعد جھگڑا ختم ہوا۔

صحابہ کرامؓ کے دل بڑے ڈوبے۔حتیٰ کہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا، اے اللہ کے نبی! کیا یہ آیت نئی اتری ہے۔فرمایا، نہیں۔عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! ہم نے یہ آیت نئی سنی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا، میں نے تو نہیں پڑھی۔اتنے میں جبرئیل علیہ السلام آگئے اور انہوں نے بتایا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! جب آپ نے لات، منات اور عزّیٰ والی آیت پڑھ کر وقف کیا تو شیطان نے ایسی آواز بنائی کہ صحابہ کو پہچان نہ ہو سکی کہ کون پڑھ رہا ہے اور وہ سمجھے کہ شاید آپ کی طرف سے یہ آیت پڑھی گئی ہے، شیطان نے ان کو مغالطے میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی موجودگی میں جب کہ جماعت ہو رہی تھی اور خشوع والی نماز تھی، اس وقت یہ شیطان فتنہ ڈالنے سے باز نہ آیا تو پھر ہمیں تو یہ آسانی سے فتنے میں ڈال سکتا ہے۔

شیطان کے مختلف ہتھکنڈے

شیطان مختلف طریقوں سے فتنہ میں ڈالتا ہے۔

(۱) علماء نے لکھا ہے کہ یہ سب سے پہلے انسان کو طاعات سے روکتا ہے۔یعنی انسان کے دل سے طاعات کی اہمیت نکال دیتا ہے۔جس کی وجہ سے بندہ کہتا ہے کہ اچھا، میں نماز پڑھ لوں گا، حالانکہ دل میں پڑھنے کی نیت نہیں ہوتی۔

(۲) اگر انسان شیطان کے کہنے سے بھی نیکی سے نہ رکے اور وہ نیت کر لے کہ میں نے یہ نیکی کرنی ہے تو پھر وہ دوسرا ہتھیار استعمال کرتا ہے کہ وہ اس نیک کام کو ٹالنے

کی کوشش کرتا ہے۔ مثلاً کسی کے دل میں یہ بات آئی کہ میں توبہ کر لیتا ہوں تو یہ اس کے دل میں ڈالتا ہے کہ اچھا، پھر کل سے توبہ کر لینا، کسی کے دل میں یہ بات آئی کہ میں نماز پڑھوں گا تو وہ کہتا ہے کہ کل سے نماز شروع کر دینا۔ یوں شیطان اسے نیکی کے کام سے ٹالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور یاد رکھیں کہ جو کام ٹال دیا جاتا ہے وہ کام ٹل جایا کرتا ہے۔

(۳) اگر کوئی بندہ شیطان کے اکسانے پر بھی نیک کام کرنے سے نہ ٹلے اور وہ کہے کہ میں نے یہ کام کرنا ہے تو پھر وہ دل میں ڈالتا ہے کہ جلدی کر لو۔ مثلاً کسی جگہ پر کھانا بھی کھانا ہو اور نماز بھی پڑھنی ہو تو دل میں ڈالتا ہے کہ جلدی سے نماز پڑھ لے پھر تسلی سے کھانا کھا لینا۔ نہیں بھئی نہیں، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ بھئی! جلدی جلدی کھانا کھالو، پھر تسلی سے نماز پڑھیں گے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ السلام نے ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزوں میں جلد بازی جائز ہے اور ان پانچ چیزوں کے علاوہ باقی چیزوں میں جلدی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔

- جب لڑکی جوان ہو جائے تو جتنا جلدی اس کا رشتہ مل سکے اتنا اچھا ہے، جب مل جائے تو پھر اس کی شادی میں جلدی کرنی چاہیے۔
- اگر کسی کے ذمہ قرض ہو تو اس قرض کو ادا کرنے میں جلدی کرنی چاہیے۔
- جب کوئی بندہ فوت ہو جائے تو اس مردہ کو دفن کرنے میں جلدی کرنی چاہیے۔
- جب کوئی مہمان آ جائے تو اس کی مہمان نوازی میں جلدی کرنی چاہیے۔ اس لئے ہم نے وسط ایشیا کی ریاستوں میں دیکھا کہ جیسے ہی مہمان گھر میں آتا ہے تو وہ فوراً کم از کم پانی تو ضرور ہی مہمان کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ اس کے

بعد مشروبات اور کھانے پیش کیے جاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ پانی پلانا بھی مہمان نوازی میں شامل ہے لہٰذا جس نے مہمان کے سامنے پانی کا کٹورا بھر کر رکھ دیا اس نے گویا مہمان نوازی کر لی۔

◎ جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس سے توبہ کرنے میں جلدی کرو۔

ان پانچ چیزوں کے علاوہ باقی سب چیزوں میں جلدی کرنا شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔

④ اگر کوئی آدمی جلدی میں کوئی نیک کام کر لیتا ہے تو پھر وہ اس میں ریاء کرواتا ہے۔ اور یوں وہ ریاء کے ذریعے اس کے کیے ہوئے عمل کو برباد کروا دیتا ہے۔ وہ دل میں سوچنے لگتا ہے کہ ذرا دوسرے بھی دیکھ لیں کہ میں کیسا نیک عمل کر رہا ہوں۔

⑤ اگر اس میں کام کرتے وقت ریاء پیدا نہ ہو تو وہ اس کے دل میں عجب ڈال دیتا ہے اور وہ سوچتا ہے کہ میں دوسروں سے بہتر ہوں۔ مثلاً یہ کہتا ہے کہ میں تو پھر بھی نمازیں پڑھ لیتا ہوں لیکن فلاں تو نمازیں ہی نہیں پڑھتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں تو آخر پڑھا لکھا ہوں، حافظ ہوں، قاری ہوں، عالم ہوں اور میں نے اتنے حج کیے ہیں۔ جب اس طرح اس میں ہوا بھر جاتی ہے تو یہی عجب اس کی بربادی کا سبب بن جاتا ہے۔

⑥ اگر اس کے دل میں عجب بھی پیدا نہ ہو تو وہ آخری حربہ یہ استعمال کرتا ہے وہ اس کے دل میں شہرت کی تمنا پیدا کر دیتا ہے۔ وہ زبان سے شہرت پسندی کی باتیں نہیں کرے گا بلکہ اس کے دل میں یہ بات ہو گی کہ لوگ میری تعریفیں کریں اور جب لوگ اس کی تعریفیں کریں گے تو وہ خوش ہو گا۔

شیطان ان چھ ہتھکنڈوں سے انسان کے نیک اعمال کو برباد کر دیتا ہے۔

شیطان کے ہتھکنڈوں سے بچنے کے طریقے

شیطان کے ان ہتھکنڈوں سے بچنے کے تین طریقے ہیں۔

(1) ہمارے مشائخ نے مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر ایک آدمی اپنے دوست کو ملنے کے لئے جائے اور اس کے صحن میں ایک پالتو کتا ہو اور وہ بھونکے اور بندے کو کاٹنے کے لئے آئے تو اس سے بچنے کے لئے تین طریقے ہیں۔

☆ ایک تو یہ کہ وہ واپس اپنے گھر کو آجائے۔ اس طرح اسے اپنے دوست کا وصل بھی حاصل نہ ہوگا۔

☆ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کتے کے ساتھ لڑنا جھگڑنا شروع کر دے۔ اس سے بھی وہ نقصان اٹھائے گا۔

☆ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اس وقت اپنے دوست کو پکارے کہ ذرا کتے کو آواز دے دیں۔ جب اس کا دوست کتے کو اشارہ کر دے گا تو وہ دبک کر کونے میں بیٹھ جائے گا۔

ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ شیطان اسی کتے کی مانند ہے۔ اگر ہم شیطان سے الجھ پڑیں گے تو ہم اپنا وقت برباد کریں گے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس کے مالک کو پکاریں کہ اے پروردگار! اس مردود سے ہمیں محفوظ فرما۔ اللہ رب العزت کا اشارہ ہوگا تو یہ مردود دبک کر کونے میں بیٹھ جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے شر سے محفوظ فرما دیں گے۔ اس لئے اس کے فتنے سے بچنے کے لئے روزانہ دعا کیا کریں۔ ہمارے مشائخ کا یہ معمول تھا کہ وہ عشاء کی نماز کے بعد دو رکعت نفل پڑھ کر اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے روزانہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! ہم عاجز اور مسکین ہیں، تو ہمارے ایمان کی حفاظت فرما دینا۔

﴿۲﴾ اس کے ہتھکنڈوں سے بچنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے سنت کی اتباع کرے۔اس لئے کہ جب انسان ہر کام سنت کے مطابق کرتا ہے تو شیطان کو دخل اندازی کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔گویا نبی کریم علیہ الصلوۃ السلام نے ہر وہ کام کیا جس سے شیطان کے راستوں کو بند کیا جا سکتا ہے۔اس کے برعکس آپ جہاں بھی سنت چھوڑیں گے آپ وہاں پر شیطان کو دخل اندازی کا موقع دیں گے۔اس لئے سر کے بالوں سے لیکر پاؤں کے ناخنوں تک نبی کریم ﷺ کی ایک ایک سنت کو اپنا لینا شیطان کے راستے کو بند کر دیتا ہے۔

﴿۳﴾ اس کے فتنوں سے بچنے کا تیسرا طریقہ ذکر اللہ کی کثرت کرنا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ ذکر اللہ کی کثرت کرنے سے اللہ تعالیٰ شیطان سے حفاظت فرما دیتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شیطان کا ڈرنا

ہمارے اسلاف نے ایسی پاکیزہ زندگیاں گزاریں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شیطان مردود کے شر سے محفوظ فرما دیا تھا۔حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شیطان عمر رضی اللہ عنہ کے سایہ سے بھی ڈرتا ہے۔ایک اور روایت میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ جس راستے سے گزرتا ہے شیطان اس راستے کو بھی چھوڑ جاتا ہے۔ اللہ اکبر، اللہ رب العزت کے ہاں ایسی قبولیت اور محبوبیت تھی کہ شیطان ہی بھاگ جاتا تھا۔یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ ان کا ہر ہر کام سو فیصد نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق ہوتا تھا۔

روایت میں آیا ہے کہ شیطان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تین مرتبہ الجھنے کی کوشش کی اور انہوں نے اسے تینوں دفعہ زمین پر پٹخ دیا اور تیسری مرتبہ انہوں نے اس کا

کندھا پکڑ کر کہا کہ تو کتنا بودا اور ضعیف ہے۔ اس وقت کے بعد شیطان ان کا راستہ ہی چھوڑ گیا۔

شیطان ہڈیوں کا ڈھانچہ کیسے بنا؟

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ نے فضائل ذکر میں لکھا ہے کہ ایک آدمی نے شیطان کو دیکھا۔ وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا ہوا تھا اور اس کا برا حال تھا۔ اس نے پوچھا، یہ کیا ہوا؟ کہنے لگا، کیا بتاؤں کہ کچھ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے میرے جگر کے کباب بنا دیئے ہیں اور انہوں نے مجھے ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا دیا ہے۔ اس نے کہا، وہ کون لوگ ہیں؟ کہنے لگا کہ وہ جوشونیزیہ کی جامع مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ آدمی فوراً شونیزیہ کی مسجد میں گیا۔ جب وہ اس مسجد میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ وہاں کچھ متقی، پرہیزگار اور باخدا انسان بیٹھے اللہ کو یاد کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں بھی یہ بات القا کر دی۔ چنانچہ جیسے ہی وہ مسجد میں داخل ہوا تو انہوں نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ اس مردود کی باتوں پر اعتماد نہ کرنا۔

شیطان کا ننگے پھرنا

ایک بزرگ کہیں جا رہے تھے۔ انہوں نے شیطان کو ننگا دیکھا۔ انہوں نے کہا، او مردود! تجھے آدمیوں کے درمیان اس طرح چلتے شرم نہیں آتی۔ وہ کہنے لگا، خدا کی قسم! یہ آدمی نہیں ہیں، اگر یہ آدمی ہوتے تو میں ان کے ساتھ اس طرح نہ کھیلتا جس طرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں، آدمی تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے ذکر اللہ کے ذریعے میرے بدن کو بیمار کیا ہوا ہے۔

شیطان کس چیز سے ڈرتا ہے

شیطان ذاکر شاغل آدمی سے اس کے دل کی نورانیت کی وجہ سے ڈر رہا ہوتا ہے کیونکہ وہ دل تجلیات ربانی کی گزرگاہ بن چکا ہوتا ہے۔ابوسعید خزازؒ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے جواب میں ایک لکڑی اٹھائی اور اسے مارنا شروع کر دیا۔اس نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی ۔اس وقت غیب سے آواز آئی کہ یہ مردود اس لکڑی سے نہیں ڈرتا بلکہ یہ دل کے نور سے ڈرتا ہے ۔گویا جس کا دل جتنا زیادہ نورانی ہوگا شیطان اتنا ہی اس بندے سے ڈرے گا۔

ایک عابد کی شیطان سے کشتی

احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد رہتا تھا۔ وہ ہر وقت عبادت الٰہی میں مشغول رہتا تھا۔ایک مرتبہ ان کے پاس چند لوگ حاضر خدمت ہوئے اور کہنے لگے،حضرت! یہاں ایک ایسی قوم رہتی ہے جو ایک درخت کی پوجا کرتی ہے اگر ہو سکے تو ان لوگوں کو اس درخت کی پرستش سے کسی طرح روک دیا جائے ۔ یہ سن کر ان کو غصہ آیا اور کلہاڑا کندھے پر رکھ کر اس درخت کو کاٹنے کے لئے چل دیئے۔

راستہ میں انہیں شیطان ایک بوڑھے آدمی کی شکل میں ملا۔اس مردود نے ان سے پوچھا، جی آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا، فلاں درخت کو کاٹنے کے لئے جا رہا ہوں ۔شیطان نے کہا،تمہیں اس درخت سے کیا واسطہ،تم اپنی عبادت میں مشغول رہو، ایک فضول کام کی خاطر اپنی عبادت کیوں چھوڑتے ہو۔عبادت

گزار نے کہا، یہ بھی عبادت ہے۔ شیطان نے کہا میں تمہیں وہ درخت نہیں کاٹنے دوں گا۔ بالآخر دونوں میں مقابلہ ہوا۔ وہ عابد بہت جلد اس پر غالب آ گیا اور اس کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔

شیطان نے اپنے آپ کو بے بس دیکھ کر ایک اور چال چلی۔ وہ کہنے لگا، اچھا ایک بات سن لے۔ عابد نے اسے چھوڑ دیا۔ شیطان کہنے لگا کہ اللہ نے تجھ پر یہ فرض تو نہیں کیا، تیرا اس سے کوئی نقصان نہیں ہے، تو تو اس کی پرستش بھی نہیں کرتا، اللہ کے بہت سے نبی آئے اگر اللہ چاہتا تو وہ کسی نبی کے ذریعے اس کو کٹوا دیتا، اس لئے میں یہی کہتا ہوں کہ تو اس کو کاٹنے کا ارادہ ترک کر دے۔ لیکن عابد نے عزم صمیم کے ساتھ کہا کہ نہیں میں تو اس کو ضرور کاٹوں گا۔ یہ سن کر شیطان نے پھر اس سے لڑائی شروع کر دی اور وہ عابد پھر عزم صمیم کی برکت سے اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔

اب شیطان نے ایک اور پینترا بدلا۔ وہ کہنے لگا کہ تو ایک غریب آدمی ہے، دنیا والوں پر بوجھ بنا ہوا ہے، اب میں فیصلہ کن بات کہتا ہوں کہ تو اس کام سے باز آ جا، میں تجھے روزانہ تین دینار دے دیا کروں گا جو روزانہ تجھے اپنے سرہانے سے مل جایا کریں گے، اس رقم سے تیری اپنی ضروریات بھی پوری ہوں گی، نادار لوگوں کی مدد بھی کرنا اور اپنے رشتہ داروں پر احسان بھی کرتے رہنا۔ اس طرح تمہیں بہت زیادہ ثواب ملے گا جبکہ درخت کاٹنے سے صرف درخت کو کاٹنے کا ہی ثواب ملے گا اس سے زیادہ نہیں۔

اس عابد نے شیطان کی یہ بات مان لی۔ چنانچہ اسے اپنے تکیے کے نیچے سے روزانہ تین دینار ملنا شروع ہو گئے۔ چند دنوں کے بعد وہ دینار ملنا بند ہو گئے تو

اسے پھر شیطان پہ غصہ آیا اور پھر کلہاڑا اٹھا کر درخت کو کاٹنے کے لئے چل دیا۔ راستے میں وہی بوڑھا پھر ملا اور پوچھا کہ اب کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ عابد نے کہا کہ اسی درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔ اس بوڑھے (شیطان) نے کہا کہ تو اس کو نہیں کاٹ سکے گا۔ چنانچہ اب پھر دونوں کے درمیان جھگڑا ہوا۔ اب کی بار وہ بوڑھا غالب آ گیا اور عابد کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ عابد نے حیران ہو کر اس سے پوچھا، کیا بات ہے کہ اس مرتبہ تم مجھ پر غالب آ گئے۔ شیطان نے کہا پہلی مرتبہ تیرا غصہ خالصتاً اللہ کے لئے تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے تجھے غالب رکھا اور اب چونکہ اس میں دیناروں کے لالچ کی آمیزش شامل تھی اس لئے میں تجھ پر غالب آ گیا۔

شیطان سے بڑھ کر شیطان

آج کے دور میں ہمیں اپنے اوپر زیادہ محنت کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ پہلے زمانے میں تو فتنے پیدل آیا کرتے تھے اور آج کے دور میں فتنے سواریوں پر سوار ہو کر آ رہے ہیں۔ ایک مرتبہ کسی نے شیطان کو فارغ بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اس نے کہا، کیا بات ہے آج تو چھٹی منا رہے ہو، کہنے لگا' اب تو انسانوں میں بھی میرے بہت چیلے ہو گئے ہیں اس لئے اب مجھے اتنا کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ میرا کام خود ہی کرتے رہتے ہیں۔ اس نے حیران ہو کر کہا، اچھا وہ تیرا کام کرتے رہتے ہیں......!!! کہنے لگا، ہاں میرے چیلے بڑے پکے ہیں، پہلے میں انہیں گناہوں کے طریقے سکھاتا تھا اور وہ ایسے بن گئے ہیں کہ میں ان سے گناہوں کے طریقے سیکھتا ہوں۔ واقعی جب انسان بگڑتا ہے تو شیطان سے بڑھ کر شیطان بن جاتا ہے۔

شیطان کی فریاد

شاعر مشرق علامہ اقبال کا کلام دلوں میں بہت زیادہ تاثیر پیدا کرتا ہے۔ اس کا فارسی کا کلام اس کے اردو کے کلام سے بہت بہتر ہے۔ جن کو اللہ نے فارسی کی سمجھ دی ہے وہ اس بات کا بخوبی ادراک کر سکتے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس کا فارسی میں ایسا عجیب کلام ہے کہ وہ واقعی پیر رومی کا شاگرد ہندی ثابت ہوا۔ اس نے فارسی میں ایک عجیب نظم لکھی، جس کا نام ''نالہ شیطان'' ہے۔ یعنی شیطان کی فریاد۔ وہ فرماتے ہیں کہ شیطان نے ایک مرتبہ مجلس قائم کی اور اس نے اللہ سے یوں فریاد کی:

ابن آدم چیست یک مشت خس است
مشت خس را یک شرر از من بس است

(اے اللہ! ابن آدم کیا ہے؟ پس تنکوں کی ایک مٹھی ہے۔ تنکوں کی ایک مٹھی کو جلانے کے لئے تو میری طرف سے ایک ہی شرر کافی ہے)

اندریں عالم اگر جذ خس نہ بود
ایں قدر آتش مرا دادن چہ سود

(اے اللہ! اگر اس خس کے علاوہ دنیا میں اور کچھ نہیں تھا تو مجھے جو آپ نے اتنی آگ دی ہے مجھے وہ آگ آپ نے کس لئے عطا کی)

اے خدا! یک زندہ مرد حق پرست
لذتے شاید کہ یابم در شکست

(اے اللہ! کوئی ایک باخدا مجھے بھی ملا دیجئے تا کہ میں بھی شکست کھانے کی لذت پا سکوں)

شیطان کا ذلیل وخوار ہونا

اللہ رب العزت کا یہ بہت بڑا کرم ہے کہ شیطان انسان سے جتنے بھی گناہ کرواتا ہے، بندہ جب نادم ہوکر توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتے ہیں اور یہ مردود اس وقت اپنے سر میں مٹی ڈالتا ہے۔ اس لئے وقوف عرفہ کے وقت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے شیطان کو جتنا ذلیل وخوار ہوتے بدر کے دن دیکھا یا عرفہ کے دن دیکھا، اس سے زیادہ ذلیل وخوار ہوتے میں نے کہیں اور نہیں دیکھا۔ اس کے بال کھلے ہوئے ہوتے ہیں، سر میں مٹی ڈال رہا ہوتا ہے اور رو رہا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نے انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے سالہا سال محنت کی ہوتی ہے اور مقام عرفات پر آ کر وہ توبہ کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی غلطیوں کو معاف فرما دیتے ہیں، اور توبہ ایک ایسی چیز ہے کہ

It can change our minus into plus.

یہ ہمارے گناہوں کو ہماری نیکیوں میں بدل سکتی ہے۔

اولاد آدم کو بہکانے کا عزم اور اس کا جواب

جب شیطان نے یہ کہا کہ اے اللہ! مجھے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے دھتکارا گیا ہے، **فَبِعِزَّتِیْ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ** **مجھے تیری عزت کی قسم! اب میں اولاد آدم کو بہکاؤں گا، ورغلاؤں گا اور ان میں سے اکثر بندے تیرے ناشکرے ہوں گے تو اس وقت اللہ کی رحمت جوش میں آئی اور پروردگار عالم نے فرمایا، او شیطان بدبخت! تو میری قسم کھا کر کہتا ہے کہ تو میرے بندوں کو بہکائے گا، ورغلائے گا اور میرا نافرمان بنا دے گا تو ذرا میری بات بھی سن لے کہ میرے**

بندے بتقاضائے بشریت گناہ کرتے پھریں گے، کرتے پھریں گے، کرتے پھریں گے، اگر وہ اپنی موت سے پہلے پہلے میرے در پر آکر معافی مانگ لیں گے فَبِعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَا اَزَالُ اَغْفِرُ لَهُمْ مَا سْتَغْفَرُوْنِیْ ! مجھے اپنی عزت کی قسم مجھے اپنے جلال کی قسم ! میں ان کی توبہ کو قبول کرتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے معافی مانگتے رہیں گے...... شیطان نے بہکانے کے لئے ایک قسم کھائی اور رحمان نے بخشنے کے لئے دو قسمیں کھائی ہیں...... اس لئے ہمیں چاہیے کہ شیطان نے ہم سے جو جو گناہ کروائے ہم ان سے سچی پکی توبہ کریں۔

دو محفوظ سمتیں

جب شیطان نے کہا کہ اے اللہ ! میں اولاد آدم پر دائیں، بائیں، آگے اور پیچھے چاروں طرف سے حملے کروں گا تو فرشتے یہ سن کر بڑے حیران ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میرے فرشتو! اتنے متعجب کیوں ہو رہے ہو؟ فرشتوں نے کہا، اے اللہ ! اب تو ابن آدم علیہ السلام کیلئے مشکل بن گئی ہے، وہ تو اس مردود کے ہتھکنڈوں سے نہیں بچ سکیں گے۔ پروردگار عالم نے فرمایا، تم اتنے متعجب نہ ہو، اس نے چار سمتوں کا تو نام لیا ہے مگر اوپر اور نیچے والی دو سمتوں کو بھول گیا ہے، اس لئے میرا گنہگار بندہ جب کبھی نادم اور شرمندہ ہو کر میرے در پہ آجائے گا اور اپنے ہاتھ دعا مانگنے کے لئے اٹھائے گا تو چونکہ اس کے ہاتھ اوپر کی سمت کو اٹھیں گے اور شیطان اثر انداز نہیں ہو سکے گا اس لئے ابھی میرے بندے کے ہاتھ نیچے نہیں جائیں گے کہ میں اس سے پہلے اس کے گناہوں کو معاف فرما دوں گا۔ اور اگر کبھی میرا بندہ نادم و شرمندہ ہو کر میرے در پہ آکر اپنے سر کو جھکا دے گا تو چونکہ سر نیچے کی سمت کو جھکائے گا اور شیطان نیچے کی سمت سے اثر انداز نہیں ہو سکے گا اسلئے میرا بندہ ابھی

سجدہ سے سر نہیں اٹھائے گا کہ اس سے پہلے میں اس کے گناہوں کو معاف فرما دوں گا۔

میرے دوستو! اوپر اور نیچے کی سمتیں محفوظ ہیں اس لئے پروردگار عالم سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیجئے۔ تنہائیوں میں ہاتھ اٹھا کر معافی مانگئے، سجدے میں سر ڈال کر مانگئے۔ پروردگار عالم کی رحمتوں کی مہینہ ہے، بلکہ مغفرت کا عشرہ ہے اور آپ حضرات یہاں اللہ کے در کی چوکھٹ کو پکڑ کر بیٹھے ہیں، کیا بعید ہے کہ ہم میں کسی کی ندامت اللہ کو پسند آئے اور اس کے اخلاص کی برکت سے اللہ تعالیٰ سب کی توبہ کو قبول فرمالے۔

رب کریم! ہمیں آنے والی زندگی میں شیطان کے ہتھکنڈوں سے محفوظ فرما لے اور موت کے وقت ایمان کی حفاظت عطا فرما دے۔ (آمین ثم آمین)

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ

یہ بیان ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۲۰۰۱ء کو مسجد نور لوسا کا (زیمبیا) میں ہوا۔ مخاطبین میں علماء، صلحاء اور عوام الناس کی کثیر تعداد تھی۔

اقتباس

ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ جب کوئی چیز حد سے بڑھ جاتی ہے تو وہ نقصان دہ بن جاتی ہے۔ بیوی بچوں کی محبت محمود ہے بشرطیکہ انسان شریعت کی حدود کے اندر رہ کر اس سے تعلق رکھے۔ جب یہ تعلق انسان کو غیر شرعی کاموں پر مجبور کر دے تو پھر وہ مذموم بن جاتا ہے۔ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو بیوی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے رشوت لیتے ہیں، دھوکا دیتے ہیں اور معلوم نہیں کہ کون کونسے پاپڑ بیلتے ہیں۔ علاوہ ازیں اولاد کا بہانہ بنا کر ناجائز مال کماتے ہیں۔ اگر ایسی صورتحال ہے تو بیوی بچوں کا یہ پیار ان کے لئے قابل اجر نہیں بلکہ قابل مذمت ہے۔

(حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ)

مخلوق کی محبت

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ
اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط (البقرہ:۱۶۵)

..............قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي مَقَامٍ اٰخَرِ..............

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ
فَاحْذَرُوْهُمْ (التغابن:۱۴)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ○ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○
وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّم
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ

تیسرا بڑا دشمن

دشمن کے لفظ میں تیسرا حرف ''میم'' ہے۔اس سے مراد ''مخلوق'' ہے۔ یہ بھی ہماری دشمن ہے کیونکہ مخلوق کئی مرتبہ بندے اور اللہ کے درمیان ایک رکاوٹ بن جاتی ہے۔ کچھ محبتیں ایسی ہیں جن کے کرنے کا اللہ رب العزت کی طرف سے حکم ہے اور کچھ محبتیں ایسی ہیں جن سے منع کر دیا ہے۔اس لئے مخلوق کے ساتھ شرعی

حدود کے اندر رہتے ہوئے محبتوں کو رکھنا ایک نازک مسئلہ ہے۔ اگر تعلق گھٹے تب بھی مؤاخذہ ہوگا اور اگر ضرورت سے زیادہ تعلق بڑھے تب بھی مؤاخذہ ہوگا۔ چونکہ انسان ''انس'' سے بنا ہے اس لئے ان کی طبیعتیں آپس میں مانوس ہو جاتی ہیں اور وہ ایک دوسرے کے قریب رہنا شروع کر دیتے ہیں۔ کئی مرتبہ جب دو بندے اکٹھے ہو جاتے ہیں تو ان کی خیر اکٹھی ہو جاتی ہے اور کئی مرتبہ دو بندے اکٹھے ہو جاتے ہیں تو ان کا شر اکٹھا ہو جاتا ہے۔ گویا وہ ڈبل شر ہو جاتا ہے جو کہ دونوں کے لئے فتنہ کا باعث بنتا ہے۔ اس لئے اس مضمون کو اچھی طرح سمجھنا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ انسانوں کو انسانیت کی معراج تک پہنچانے اور اللہ کا قرب حاصل کرنے میں ایک بڑی رکاوٹ اس کی ماسوی سے گرفتاری ہے۔

مخلوق کی محبت میں حد فاصل

اس میں حد فاصل یہ ہے کہ انسان مخلوق سے کٹ جائے اور اللہ رب العزت سے جڑ جائے اور پھر اللہ رب العزت کی نسبت کے ساتھ مخلوق سے تعلق قائم کرلے۔ یعنی کسی انسان سے بھی اپنی نفسانی خواہش کی بنیاد پر تعلق نہ ہو بلکہ اللہ رب العزت کی نسبت سے ہو۔ اس لئے تصوف وسلوک کی کتابوں میں اس کو انقطاع عن الخلوق کہہ دیتے ہیں۔ جو بندہ انقطاع عن الخلوق حاصل نہیں کرسکتا اس کو اللہ رب العزت کی معرفت حاصل نہیں ہوسکتی۔ اب انقطاع عن الخلوق سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ لوگوں سے بالکل ہٹ کٹ کر کسی غار میں جا کر چھپ جائیں بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ سالک کے دل میں اس کے تعلق کے اثرات نہ ہوں۔ یہ انقطاع عن الخلوق تبتل بھی کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں،

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝ (المزمل:۸)

(اور ذکر کر اپنے رب کے نام کا اور اس کی طرف تبتل اختیار کر)

یعنی مخلوق سے توڑ اور اللہ سے جوڑ، پھر اللہ کی نسبت سے مخلوق سے تعلق قائم کر۔ اسی لئے انسان

......اپنے ماں باپ سے محبت کرتا ہے اللہ رب العزت کی وجہ سے۔

......پیر استاد سے محبت کرتا ہے اللہ رب العزت کی وجہ سے۔

......بیوی سے محبت کرتا ہے اللہ رب العزت کی وجہ سے۔

......بچوں سے محبت کرتا ہے اللہ رب العزت کی وجہ سے۔

......مسلمان بھائیوں سے محبت کرتا ہے اللہ رب العزت کی وجہ سے۔

اگر یہ تمام محبتیں اللہ رب العزت کی نسبت سے ہیں تو یہ سب جائز ہیں اور ان پر اجر ملے گا اور اگر ان محبتوں کی وجہ سے اللہ رب العزت کی نسبت دب گئی اور نفس کی نسبت قائم ہو گئی تو پھر یہ مذموم ہو جائے گی۔ اس لئے آج یہ بیان کیا جائے گا کہ جائز محبتیں کونسی ہیں اور ناجائز محبتیں کونسی ہیں۔

تکمیل ایمان

چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے۔

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَ اَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِاسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ

(جس نے اللہ کے لئے محبت کی، اللہ کے لئے کسی سے بغض رکھا، اللہ کے لئے کسی کو عطا کیا اور اللہ کے لئے ہی روکا، تحقیق اس نے ایمان کو مکمل کر لیا)

یہ حب فی اللہ سب سے پہلا قدم ہے جو کہ محمود اور مطلوب ہے۔ اسی لئے حدیث پاک میں آیا ہے کہ قیامت کے دن سات قسم کے لوگ اللہ رب العزت

کے عرش کے سایہ میں ہوں گے جس دن عرش کے سایہ کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا۔ ان میں سے دو وہ ہوں گے جو اللہ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں گے۔

محبت فی اللہ کا مقام

محبت فی اللہ کا اللہ رب العزت کے ہاں بڑا مقام ہے۔ اسی لئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا'

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

(قیامت کے دن انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہوگی)

صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ جب ہم نے یہ حدیث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنی تو ہمیں جتنی خوشی اس حدیث کو سن کر ہوئی اتنی خوشی ہمیں زندگی میں کبھی نہیں ہوئی تھی۔ ان کو نبی علیہ السلام سے سچی محبت تو پہلے ہی تھی اس لئے جب یہ حدیث مبارک سنی کہ انسان آخرت میں اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہوگی تو ان کو گارنٹی مل گئی کہ قیامت کے دن محبوب ﷺ کے قدموں میں جگہ نصیب ہو جائے گی، اس لئے وہ خوش ہو گئے۔

آج بھی یہ چیز اسی طرح موجود ہے۔ اگر آج بھی کسی کو اللہ والوں سے اللہ کے لئے محبت ہو تو یہ حدیث پاک ان پر بھی صادق آسکتی ہے کیونکہ یہ حدیث پاک اب بھی انہی فضائل کے ساتھ موجود ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہی کا ساتھ عطا فرمائیں گے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ (الطور:۲۱)

(اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور ان کی اولادوں نے ان کی اتباع کرنے کی کوشش کی تو ہم ان کی اولادوں کو قیامت کے دن ان کے ساتھ اکٹھا کر دیں گے اور ان کے اعمال کی کمی کو پورا کر کے ان کو وہی درجہ عطا فرمادیں گے)

اس آیت کے تحت مفسرین نے ایک بات تو یہ لکھی کہ جو علما اور مشائخ کی اولاد ہے ان کے لئے اس آیت میں خوشخبری ہے کہ اگر ان کی اولاد اپنے والدین کی طرح تقویٰ وطہارت کی زندگی اختیار کرنے کی کوشش کریں گی تو اللہ تعالیٰ ان پر نرمی فرمادیں گے اور ان کو ان کے ماں باپ کے ساتھ ملا دیں گے۔ اور دوسری بات یہ لکھی کہ اس آیت میں اساتذہ اور مشائخ کے شاگردوں کے لئے خوشخبری ہے کیونکہ وہ بھی ان کی روحانی اولاد ہوتی ہے۔ اگر ان کو اپنے اساتذہ اور مشائخ کے ساتھ سچی محبت ہوگی تو ان کا بھی اپنے اساتذہ اور مشائخ کے ساتھ حشر فرمادیا جائے گا۔

علماء نے تفاسیر کے اندر لکھا ہے کہ جن دو بندوں کو اللہ کے لئے محبت ہوگی اگر ان میں سے ایک اپنے تقویٰ کی وجہ سے بڑا بلند پرواز ہوگا اور اونچے مقامات پائے گا اور دوسرا کوشش تو کرے گا مگر پست پرواز ہوگا، اگر ان کو اسی محبت پر موت آئی ہوگی تو اللہ رب العزت قیامت کے دن اس پست پرواز کو بھی اس کے بلند پرواز ساتھی کا مقام عطا فرمادیں گے۔ سبحان اللہ، اللہ کے لئے کی جانے والی محبت کا اللہ کے ہاں بڑا مقام ہے، اس محبت کے سلامت رہنے کی دعا کیا کریں، کیا معلوم کہ کس بھائی کے ساتھ قائم کیا ہوا دینی تعلق قبول ہو جائے اور ہماری بخشش کا ذریعہ بن جائے۔

اب یہاں سے پتہ چلا کہ جس بندے کو اپنے شیخ کے ساتھ سچی اور کھری محبت کا تعلق ہوگا وہ قیامت کے دن اپنے شیخ کے ساتھ ہوگا، اس کے شیخ کو اپنے شیخ کے ساتھ محبت تھی وہ ان کے ساتھ، اس طرح یہ بھی اوپر پہنچ گیا، ان کو اپنے شیخ سے محبت تھی، وہ اوپر پہنچے تو یہ بھی پہنچ گیا۔ اسی طرح چلتے چلتے سب کو بالآخر صحابہ میں سے کسی صحابیؓ سے محبت ہوگی، یہ سب اس صحابیؓ کے ساتھ مل جائیں گے، پھر اس صحابیؓ کو نبی علیہ السلام سے محبت ہوگی، جب وہ نبی علیہ السلام کے ساتھ ملیں گے تو اس کو بھی نبی علیہ السلام کا ساتھ نصیب ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کے ساتھ محبت کرنے والوں کو قیامت کے دن نبی علیہ السلام کے قدموں میں جگہ نصیب ہو جائے گی۔

تین منفرد احکام

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ایک چیز پر نظریں جمانے کا حکم دیا اور دو چیزوں سے نظریں ہٹانے کا حکم دیا۔ جس چیز پر نظر میں جمانے کا حکم دیا اس کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ (الکھف:۲۸)

(اور تو اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ تھمی رکھ جو صبح و شام اللہ کی رضا جوئی کے لئے اس کو یاد کرتے ہیں اور تو اپنی نگاہیں ان کے چہروں سے اِدھر اُدھر مت ہٹا)

اب دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نگاہیں جمانے کا حکم دے رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ اللہ کرنے والے اللہ رب العزت کے ہاں اتنا بلند مقام پالیتے ہیں کہ پروردگار

چاہتے ہیں کہ ان کے چہرے پر نظر پڑے تو جمی رہے۔ اگر نظر ہٹائی تو تُرِیۡدُ زِیۡنَةَ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا کے مصداق ہم دنیاوی زیب وزینت کو چاہنے والے بن جائیں گے۔

یہاں دل میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ والوں کے چہروں پر نظریں جمانے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے چہروں کو دیکھ کر اللہ یاد آ جاتا ہے۔ انسان اپنی شکل کو ان کے آئینہ میں دیکھتا ہے جس کی وجہ سے احساس ندامت پیدا ہوتا ہے اور دھیان اللہ رب العزت کی طرف جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ بات پسند فرمائی کہ میرے پیارے بندوں کو لوگ محبت کی نظر دیکھتے رہیں۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کے ایک شاگرد تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی میرے دل پر ظلمت آتی تھی تو میں جا کر اپنے شیخ کے چہرے پر نظر ڈالتا تھا اور میرے دل کی گرہ کھل جاتی تھی۔ یہ اللہ والوں کی زیارت کی تاثیر ہوتی ہے جس کی وجہ سے دل نیکی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ ان کی صحبت میں رہ کر دنیا بھول جاتی ہے۔ جتنی دیر بھی ان کے پاس بیٹھا جائے دنیا کا خیال نہیں آتا۔ ان کے دلوں سے دنیا ایسے نکل چکی ہوتی ہے کہ جو بندہ ان کے پاس بیٹھ جائے اس کو بھی دنیا یاد نہیں آتی۔ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اس قدر اتر چکی ہوتی ہے کہ جو بھی ان کے پاس بیٹھ جائیں ان کے دل بھی اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھر جاتے ہیں۔

اور جن دو چیزوں سے نظریں ہٹانے کا حکم دیا ہے ان میں سے ایک غیر محرم ہے، فرمایا:

قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ (النور:۳۰)

(آپ ایمان والوں کو فرما دیجئے کہ آپ اپنی نظریں نیچی رکھیں)

یعنی غیر محرموں سے اپنی نگاہوں کو ہٹا لیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ جن لوگوں کو مال پیسہ مل جاتا ہے، مسلمان ہو یا کافر، ان کو دوسرے لوگ دیکھ دیکھ کر للچاتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان سے بھی نظریں ہٹانے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ فرمایا،

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ (الحجر:۸۸)

(اور اے محبوب! ان کو جو کچھ بھی ملا ہے آپ اس پر نگاہ نہ ڈالئے)

کیونکہ یہ چند دن کی بات ہے۔ گویا فرمایا کہ چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات۔

چونکہ جمال اور مال دونوں بندے کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اس لئے اللہ رب العزت نے دونوں پر نظریں جمانے سے منع فرما دیا ہے۔ ان دونوں پر نظریں جمانے کی بجائے اللہ والوں پر نظریں جماؤ، تمہیں اللہ کی محبت نصیب ہو جائے گی۔

شعاعوں کے ذریعے علاج

یہ نظر بھی بڑی قیمتی چیز ہے۔ اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک روحانی قوت دی ہوتی ہے...... دیکھیں کہ سائنس کی دنیا مقناطیس کی شعاعوں کو مانتی ہے۔ ظاہر میں تو مقناطیس دور پڑا ہوتا ہے لیکن لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ حقیقت میں اس کی شعاعیں لوہے کو اپنی طرف کھینچ رہی ہوتی ہیں...... جس طرح مقناطیس کی شعاعیں لوہے کو کھینچتی ہیں اسی طرح اللہ والوں کے دلوں کی شعاعیں بھی سالکین کے دلوں کو کھینچ رہی ہوتی ہیں اور لوگ کشش محسوس کر رہے ہوتے ہیں...... آج کئی بیماریوں کا شعاعوں سے علاج ہوتا ہے۔ مثلاً لوگ ہاسپٹل میں جا کر کینسر کا علاج شعاعوں

کے ذریعے کرواتے ہیں...... اگر شعاعوں کے ذریعے بدن کی ظاہری بیماریاں ختم ہوسکتی ہیں تو کیا نگاہوں کی شعاعوں سے بدن کی باطنی بیماریاں دور نہیں ہوسکتیں۔ یاد رکھیں کہ جب بروں کی نظر پڑتی ہے تو لوگ بیمار ہو جاتے ہیں اور جب نیکوں کی نظر پڑتی ہے تو لوگ شفا پا جاتے ہیں۔ اس لئے علامہ اقبال نے کہا،

عقل کے پاس خرد کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

اللہ کرے کہ ہم بھی کسی کی نظر میں رہنا سیکھیں۔ کہنے والوں نے کہا،

کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

آنکھوں میں بس گئی ہیں قیامت کی شوخیاں
دو چار دن رہے تھے کسی کی نگاہ میں

جو کسی اللہ والے کی نظر کے سامنے چند دن گزار لیتا ہے تو وہ نظر ایسی تاثیر پیدا کر دیتی ہے کہ اس کی اپنی نظر بھی کام کرنا شروع کر دیتی ہے۔ سبحان اللہ۔

اللہ والوں کی محبت انسان کے لئے ضروری ہوتی ہے تا کہ اس کی باطنی بیماریاں دور ہوں اور اس کے دل میں اللہ رب العزت کی محبت سما سکے۔

تعارف کی اہمیت

ایمان والوں کے ساتھ بھائی چارہ اور دوستی انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ اگر معاشرہ میں رہتے ہوئے انسان سلام، کلام اور پیغام کا سلسلہ نہ رکھے تو زندگی کیسے

گزرے گی۔اسی لئے حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا،

اکثروا من معرفة الناس فان لکل مومن شفاعة

(تم لوگوں سے زیادہ تعارف کیا کرو کیونکہ ہر مؤمن کو شفاعت کا حق حاصل ہے)

ہوسکتا ہے کہ جب کل قیامت کے دن تمہارا مؤاخذہ ہو رہا ہو تو کوئی ایسا واقف بندہ مل جائے جس کی بخشش ہو چکی ہو، وہ شفاعت کرے اور تمہاری بخشش کا ذریعہ بن جائے۔اس لئے ایمان والوں کو چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعارف کیا کریں۔اللہ تعالیٰ بھی ارشاد فرماتے ہیں۔

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا (الحجرات:۱۳)

(اور ہم نے تمہارے قبیلے اس لئے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ تعارف کرسکو)

ہم نے کئی لوگوں کو دیکھا ہے کہ ان کو لوگوں کے ساتھ تعارف کا کوئی خیال نہیں ہوتا۔اگرچہ یہ چیز مطلوب نہیں ہے لیکن اگر کہیں موقع ملے تو بات چیت کر کے پوچھ لینا چاہیے کہ آپ کون ہیں، کہاں سے ہیں، کیونکہ مسلمان ہونے کی وجہ سے ایک تعلق ہے۔

بے وفائی کا زمانہ

ان تعلقات کو اگر ہم شرعی حدود کے اندر رہ کر مضبوط کریں گے تو اللہ کے ہاں اس کا فائدہ ہوگا۔لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج ایسی بے وفائی کا زمانہ آچکا ہے کہ سالوں کی رشتہ داریوں کو لمحوں کے اندر توڑ کر رکھ دیتے ہیں۔خون اتنے سفید ہوگئے ہیں کہ سگا بھائی سگے بھائی سے نہیں بولتا۔یہ کہاں کی انسانیت ہے

اور کہاں کی مسلمانی ہے۔ان کے درمیان ''میں'' اور حسد کی وجہ سے ایسی جنگ چل رہی ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کی گردن مار دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ چیز پسند نہیں ہے۔

دوستی میں دینداری کی اہمیت

دینی بھائیوں کی اپنی اہمیت ہے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (الحجرات:۱۰)

(بے شک ایمان والے بھائی بھائی ہیں)

دینی رشتہ خونی رشتہ سے بھی زیادہ گہرا رشتہ ہوتا ہے۔اس رشتہ کی اپنی ایک مٹھاس اور کشش ہے۔ البتہ انسان جس کو بھی دوست بنائے چاہیے کہ اس کی دینداری کی بنیاد پر اسے دوست بنائے۔ کیونکہ اگر فاسق کو دوست بنائے گا تو خود بھی فاسق بن جائے گا اور اگر نیک آدمی کو دوست بنائے گا تو وہ خود بھی نیک بن جائے گا۔اسی لئے فرمایا گیا'

اَلْمَرْءُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِه فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ يُّخَالِكَ

[آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، پس تم میں سے ہر کوئی دیکھے کہ وہ کس کو خلیل (دوست) بنا رہا ہے]

عام مشاہدہ کیا گیا ہے کہ اگر دوستی کی بنیاد نیکی اور تقوی پر ہو تو پھر یہ تعلق اچھا چلتا ہے اور اگر فقط اغراض دنیوی کی بنا پر تعلق ہو تو الٹا وبال بن جاتا ہے۔

دوستی کے آداب

امام باقرؒ نے اپنے بیٹے امام جعفر صادقؒ کو نصیحت کی ''اے بیٹے! پانچ بندوں

کے ساتھ ہرگز دوستی نہ کرنا، بلکہ راستے میں چلتے ہوئے اگر وہ تمہارے ساتھ چلیں تو ان کے ساتھ بھی نہ چلنا''۔ امام جعفر صادقؒ نے پوچھا، ابا جان! وہ کونسے پانچ بندے ہیں؟ وہ فرمانے لگے کہ:

ایک جھوٹا انسان ہے۔ پوچھا، کیوں؟ انہوں نے فرمایا کہ جھوٹا انسان دور کو قریب ثابت کرے گا اور قریب کو دور ثابت کرے گا۔ اس طرح وہ تجھے دھوکا دے گا۔

دوسرا انسان فاسق وفاجر ہے۔ فاسق اس آدمی کو کہتے ہیں جس کو اللہ کے حکموں کی پرواہ نہ ہو۔ جب اپنی مرضی ہو تو عمل کر لے اور مرضی نہ ہو تو عمل نہ کرے۔ پوچھا، وہ کیوں؟ فرمایا، اس لئے کہ فاسق انسان تمہیں ایک لقمے یا ایک لقمے سے کم کی قیمت میں بیچ ڈالے گا۔ بلکہ وہ سودا بھی کر دے گا اور بھاؤ کا پتہ بھی نہیں چلنے دے گا۔ بیٹے نے پوچھا، ابو! ایک لقمے کی تو سمجھ آتی ہے لیکن ایک لقمے سے کم کا کیا مطلب ہے؟ فرمانے لگے، ایک لقمے سے کم سے مراد یہ ہے کہ وہ تجھے ایک لقمہ ملنے کی امید پر بیچ دے گا۔

تیسرا بے وقوف انسان ہے۔ پوچھا بے وقوف سے دوستی کیوں نہ کریں؟ فرمایا، اس لئے کہ وہ تجھے فائدہ پہنچانا چاہے گا لیکن نقصان پہنچا بیٹھے گا۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ بے وقوف دوست سے عقلمند دشمن بہتر ہوتا ہے۔

چوتھا انسان بخیل ہے۔ اس کنجوس اور مکھی چوس بندے سے بھی دوستی نہ کرنا۔ پوچھا، وہ کیوں؟ فرمایا، اس لئے کہ وہ تجھے اس وقت چھوڑ دے گا جب تجھے اس کی بہت زیادہ ضرورت ہوگی یعنی جب تو اس کا محتاج ہوگا تو وہ تجھے دھوکا دے جائے گا

پانچویں نمبر پر فرمایا کہ جو انسان رشتے ناتے توڑنے والا ہو اس سے بھی دوستی

نہ کرنا اس لئے کہ قرآن میں اس پر اللہ کی لعنت آئی ہے۔

سبحان اللہ، پہلے زمانے میں ماں باپ نے علم سیکھا ہوتا تھا اس لئے وہ اپنے تجربات کا نچوڑ اپنے بچوں کو بتایا کرتے تھے۔آج ہے کوئی ایسا باپ جو بچوں سے کہے کہ میں نے معرفت کی یہ چند باتیں سیکھی ہیں، ان کو تم ذہن میں رکھنا۔اس قسم کی کوئی نصیحت کرتے ہی نہیں، بچوں سے کیا گلہ کریں کہ وہ مانتے نہیں ۔ یہ ہماری کمزوری ہے کہ ہم ان کو آداب سکھاتے ہی نہیں۔

حضرت سلطان باہوؒ پاکستان میں ہمارے ہی ضلع (جھنگ) میں ایک بزرگ گزرے ہیں۔ان کو سلطان العارفین کہا جاتا ہے۔وہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے پہلے دور کے بڑے مشائخ میں سے تھے۔ان کے پنجابی کے اشعار بڑے ہی معروف ہیں۔وہ دوستی کے آداب کے بارے میں فرماتے ہیں۔

نال کسنگی سنگ نہ کریئے کنڑ نوں لاج نہ لایئے ہو
کوڑے کھوہ کدیں مٹھے نہ ہوندے بھانویں لکھ مناں گڑ پایئے ہو
کانواں دے بچے کدیں ہنس نہیں بندے بھانویں موتی چوگ چگایئے ہو
سپاں دے بچے متر نہ ہوندے بھانویں چلیاں دودھ پلایئے ہو
تمے کدیں تربوز نہ ہوندے بھانویں توڑ مکے لے جایئے ہو

(برے آدمی کے ساتھ دوستی نہ کریں اور اپنے نسب کو دھبہ نہ لگائیں، کڑوے کنویں کبھی میٹھے نہیں ہو سکتے چاہے تم اس میں لاکھوں من گڑ ڈال دو۔کوے کے بچے کبھی ہنس نہیں بنا کرتے چاہے تم اس کو موتیوں کی غذا کھلاتے رہو، سانپ کے بچے وفادار نہیں ہو سکتے چاہے چلو میں دودھ لے کر اس کو وہ پلاتے رہیں اور حنظل کبھی تربوز نہیں بنتا چاہے اس پھل کو تم مکے ہی کیوں نہ لے کر چلے جاؤ)

بات تو بالکل ٹھیک ہے، کچھ لوگ واقعی ایسے ہوتے ہیں جن پر نیکی کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اگر ایسا دوست ہو تو اس سے بچنے کی ضرورت ہے، وہ کڑوے کنویں کی مانند ہے، سانپ کے بچے کی مانند ہے، کوے کے بچے کی مانند ہے اور وہ حنظل کے پھل کی مانند ہے۔ اس سے جدا رہنا، ورنہ اس کی محبت تجھے بھی برا بنادے گی۔ جو آدمی بروں کی دوستی بھی اختیار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا دوست تو واقعی برا ہے لیکن مجھ پر اس کی برائی کا کوئی اثر نہیں ہوتا وہ جھوٹ بولتا ہے۔ یقین جانئے کہ وہ ایسے یقین سے جھوٹ بولتا ہے جیسے یقین سے اللہ کے ولی دین کی دعوت دیتے ہیں۔

بیوی بچوں کی محبت

انسان کی زندگی میں بہت سارے تعلقات جذبات کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ بالخصوص بیوی بچوں کیساتھ بہت ہی جذباتی تعلق ہوتا ہے۔ اس لئے انسان ان کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھتا ہے اور ان کے غم کو اپنا غم سمجھتا ہے۔ اسے ان کے ساتھ اتنا پیار ہوتا ہے کہ وہ اپنی تکلیف تو برداشت کر جاتا ہے لیکن اس سے ان کی تکلیف برداشت نہیں ہوتی۔ یہ محبت شرعی محبت ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا،

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ

(تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو تم میں سے اپنے اہل خانہ کے لئے بہتر ہے)

محبت قابل مذمت کب بنتی ہے؟

ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ جب کوئی چیز حد سے بڑھ جاتی ہے تو وہ نقصان دہ بن جاتی ہے۔ بیوی کی محبت محمود ہے بشرطیکہ انسان شریعت کی حدود کے اندر رہ کر اس سے تعلق رکھے۔ جب یہ تعلق انسان کو غیر شرعی کاموں پر مجبور کردے تو پھر

وہ مذموم بن جاتا ہے۔ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو بیوی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے رشوت لیتے ہیں، دھوکا دیتے ہیں اور معلوم نہیں کہ کون کونسے پاپڑ بیلتے ہیں علاوہ ازیں اولاد کا بہانہ بنا کر ناجائز مال کماتے ہیں۔ اگر ایسی صورتحال ہے تو بیوی بچوں کا یہ پیار ان کے لئے قابل اجر نہیں بلکہ قابل مذمت ہے۔ اسی لئے اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ (التغابن:۱۴)

(اے ایمان والو! بے شک تمہاری بیویوں میں سے اور تمہاری اولادوں میں سے تمہارے دشمن ہیں، ان سے بچ کر رہنا)

بتانے کا مقصد یہ تھا کہ یہ محبت بڑی اچھی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کو پسند بھی ہے۔ لیکن اس محبت کی رو میں اتنا نہ بہہ جانا کہ اللہ رب العزت کے حکم ٹوٹنے لگ جائیں اور اس کے محبوب ﷺ کی سنتیں چھوٹنے لگ جائیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اگر یہ تعلقات شرعی حدود کے اندر ہیں تو قابل اجر ہیں اور اگر حدود سے نکل جائیں تو قابل مذمت ہیں کیونکہ ہمارے پاس کسوٹی شریعت محمدی ﷺ ہی ہے۔

مال اور اولاد کے ذریعے آزمائش

ایک اور جگہ پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (التغابن: ۱۵)

(بے شک تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں)

یہاں یہ بات ذہن میں رکھنا کہ یہ فتنہ کا لفظ اردو زبان کا لفظ نہیں بلکہ عربی کا لفظ ہے۔ بسا اوقات ایک ہی لفظ مختلف زبانوں میں استعمال ہوتا ہے مگر معانی

مختلف ہوتے ہیں۔ مثلاً ''ذلیل'' کا لفظ اردو میں بہت ہی نچلے درجے کے انسان کے لئے استعمال ہوتا ہے جبکہ عربی میں کمزور آدمی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر قرآن مجید میں ایمان والوں کے لئے فرمایا گیا۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (آل عمران:۱۲۳)

(اور تمہاری مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم کمزور تھے)

اسی طرح دلّا کا لفظ عربی زبان میں Common (عام) ہے۔ حج وعمرہ کیلئے جائیں تو لوگوں کو وہاں کے مقامی لوگوں کی شرٹوں کے پیچھے ''دلّا'' کمپنی کا نام لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ جدہ میں ایک ٹاور کا نام بھی دلّا ٹاور ہے۔ وہاں یہ لفظ بالکل معیوب نہیں ہے۔ جبکہ یہی دلّا کا لفظ اگر اردو میں بولا جائے تو اس کا بہت ہی برا معنیٰ بنتا ہے، بلکہ اگر کوئی آدمی کسی کو دلا کہہ دے تو اسے گالی کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔

ہم ۱۹۸۵ء میں جب واشنگٹن گئے تو اس وقت وہاں سعودی عرب کی طرف سے بندر بن سلطان سفیر تھے۔ ہم بیٹھ کر سوچتے تھے کہ پتہ نہیں اس کے والد اس کی پیدائش پر ناراض تھے جس کی وجہ سے اس کا نام بندر رکھا۔ بالآخر پتہ چلا کہ عربی زبان میں بندر خوبصورت انسان کو کہتے ہیں۔ اس وقت ہمیں معلوم ہوا کہ یہ اردو کے بندر نہیں بلکہ عربی کے بندر ہیں۔

اسی طرح اموال اور اولاد عربی زبان کا فتنہ ہیں اردو کا فتنہ نہیں۔ عربی زبان میں فتنہ آزمائش کو کہتے ہیں اور اردو زبان میں فساد مچانے والے کو فتنہ کہتے ہیں۔

ایک عالم تھے۔ ان کے گھر میں جھگڑا رہتا تھا۔ بالآخر ہمیں سلجھانا پڑا۔ جھگڑا یہ تھا کہ وہ عالم اپنے بچوں کو فتنہ کہہ دیتے تھے اور بیوی کہتی تھی کہ آپ پڑھے لکھے

ہونے کے باوجود اولاد کو فتنہ کیوں کہتے ہیں۔ جب ہمیں پتہ چلا اور ہمارے سامنے مسئلہ پیش ہوا تو پھر ہم نے ان کی اہلیہ صاحبہ کو سمجھایا کہ آپ بھی ٹھیک کہتی ہیں اور وہ بھی ٹھیک کہتے ہیں۔ آپ اسے اردو زبان کے معانی میں سمجھ رہی ہیں اور وہ اسے عربی زبان کے معانی میں کہہ رہے ہیں کیونکہ اولاد آزمائش ہوتی ہے۔ ویسے بھی بندے کو اپنی اولاد سے پیار ہوتا ہے اور پیار میں بندہ پتہ نہیں اپنی اولاد کو کیا کچھ کہہ دیتا ہے۔ اتنی باتیں کرنے کے بعد وہ جھگڑا ختم ہوا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اولاد آزمائش کیسے ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اولاد پیاری ہوتی ہے۔ اگر بچہ اتنی عمر کو پہنچ جائے کہ اس پر نماز پڑھنا ضروری ہو جائے تو اسے باپ ایک ہی دفعہ جگاتا ہے، محبت کی وجہ سے بار بار نہیں جگاتا تاکہ اس کی نیند ڈسٹرب نہ ہو۔ حالانکہ وہ بالغ ہونے کے بعد نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے گنہگار ہو رہا ہوتا ہے۔ باپ محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر گناہ کروا رہا ہوتا ہے۔ فرض چھوٹ رہے ہوتے ہیں اور باپ اس گناہ میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔ اس لئے اولاد کو آزمائش کہا گیا۔ اسی طرح بیوی کو بعض اوقات اس لئے بات نہیں کرتا کہ ناراض نہ ہو جائے۔

شریعت نے بیوی بچوں سے محبت رکھنے کا بھی حکم دیا ہے اور حدود بھی متعین کر دی ہیں۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے بیوی بچوں کے ساتھ شریعت کی حدود کے اندر رہ کر تعلق رکھیں۔

دینداری کے ساتھ حسن سلوک کی ضرورت

کچھ ایسے لوگوں کو بھی دیکھا ہے کہ جب وہ دین میں آگے بڑھتے ہیں تو ان کا بیوی بچوں سے برتاؤ بہت ہی نامناسب ہوتا ہے۔ یہ چیز بھی بہت غلط ہے۔ جو دین

دار بن جائے اس کو تو چاہیے کہ بیوی بچوں پر اور زیادہ مہربان ہو جائے۔ ایسا ہرگز نہ بنیں کہ ان کی بیویاں ان کی دینداری سے توبہ توبہ کریں اور کہیں کہ ایسی دینداری سے تو اللہ کی پناہ۔

کچھ لوگ تو عالم اور سمجھدار ہونے کے باوجود ایسے ہوتے ہیں کہ اگر بیوی نماز میں سستی کر جائے تو ایک دفعہ اسے نماز کے لئے اٹھاتے ہیں۔ اس سے پہلے تو نماز نہ پڑھنے پر ٹوکتے نہیں تھے اور اب وہ ضد کر جاتی ہے۔ پیر صاحب سے بیعت کر کے اگر خود کچھ جاگتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بیوی بھی فوراً جاگ جائے...... وہ اتنے سالوں سے سوئی ہوئی ہے وہ کیسے جاگے گی۔ اس کو تو جاگنے میں ٹائم لگے گا...... وہ صبح جگانے سے بھی نہیں جاگتی تو اب صوفی صاحب کا پارہ چڑھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ سوئی پڑی ہے، اسے شرم نہیں آتی، مردار بن کے پڑی ہوئی ہے اور حرام کھاتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ بھی آگے سے ضد کرے گی۔ اس سے کام الٹا بگڑے گا۔ اس لئے جو لوگ دینی وضع قطع کو اختیار کریں ان کو چاہیے کہ اس کی ایسی لاج رکھیں کہ اس کے بچے اور بیوی خوشی محسوس کریں کہ ہم ایک دین دار شخصیت کے زیر سایہ زندگی گزار رہے ہیں۔ ورنہ ہم نے ایسی اولاد بھی دیکھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر دینداری یہی ہے جیسی ہمارے ابو میں ہے تو ہم اس سے باز آئے۔ اس میں دین کی کسی قسم کی کمزوری کا اظہار نہیں ہوتا بلکہ ذاتی کمزوریاں ہوتی ہیں، مگر چونکہ گھر والے بھگت رہے ہوتے ہیں اس لئے وہ ایسی باتیں کرتے نظر آتے ہیں۔

مسلمان بننے میں رکاوٹ

بیرون ملک میں ایک صاحب ہمارے دوست تھے۔ انہوں نے اہل کتاب

میں شادی کی...... نام اہل کتاب کا ہوتا ہے جبکہ چٹی چمڑی کی محبت ہوتی ہے...... وہ کہنے لگے کہ جی میں نے اہل کتاب میں شادی کر لی ہے۔ ہم سمجھ گئے اور کہا کہ ٹھیک ہے، جو کتاب آپ نے پڑھنی ہے وہ آپ کو مل گئی ہے۔

وہ ایک دن میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں اور میری بیوی کچھ وقت لے کر آنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا، بہت اچھا۔ چنانچہ وہ اپنی بیوی کو لے کر آئے۔ ان کی بیوی کو پردے میں بٹھا دیا گیا۔ اس نے کہا، میں آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتی ہوں۔ میں نے کہا، ضرور پوچھیں۔ اس نے اسلام کے بارے میں کچھ سوال پوچھے۔ اس عاجز نے ان کے جوابات دیئے۔ دس پندرہ منٹ کے بعد وہ مطمئن ہو گئی۔ حتیٰ کہ اس نے کہہ بھی دیا کہ میں اسلام سے بہت ہی Satisfied (مطمئن) ہوں۔ یہ سن کر میں نے کہا، پھر آپ مسلمان کیوں نہیں بن جاتیں۔ وہ اپنے خاوند کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگی کہ اس بندے سے پوچھیں کیونکہ اس کی وجہ سے میں مسلمان نہیں بن رہی۔ وہ خاوند کے سامنے بیٹھ کر کہنے لگی کہ نام اس کا عبداللہ ہے اور اس کے کام شیطانوں والے ہیں، جس دن یہ سیدھا ہو جائے گا میں بھی اس دن کلمہ پڑھ لوں گی۔ وہ بندہ اپنی بیوی کے لئے دین میں آنے میں رکاوٹ بنا ہوا تھا۔

وہ طبیعت کا تو اچھا تھا مگر اصل رکاوٹ یہ تھی کہ اس میں غصہ بہت تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر غصے میں آ جاتا اور بیوی کو ایسی ایسی گالیاں دیتا تھا کہ اللہ کی پناہ۔ وہ کہتی تھی کہ یہ انسان تو نہیں ہے بلکہ ایک جانور کی طرح ہے...... ویسے بھی جو آدمی معمولی سی باتوں پر غصہ میں آ کر برتن توڑنے پر آ جائے اور خونخوار نظر آئے اس کو انسان کون کہے گا؟ تو انسان ایسا بھی دیندار نہ بنے کہ اس کی دینداری کو دیکھ کر

لوگ دین میں آنے سے رک جائیں۔ اسے چاہیے کہ دین کی لاج رکھتے ہوئے ان کے ساتھ اتنا اچھا سلوک کرے کہ وہ خوشی کے ساتھ دین میں داخل ہو جائیں۔

نبی اکرم ﷺ کا اپنے اہل خانہ سے برتاؤ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اہل خانہ کے ساتھ بہت ہی محبت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ

(میں تم میں سے اپنے اہل خانہ کے لئے سب سے بہتر ہوں)

ایک مرتبہ آپ ﷺ اپنے گھر تشریف لائے۔ اس وقت سیدہ عائشہ صدیقہؓ پیالے میں پانی پی رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے دور سے فرمایا، حمیرا! میرے لئے بھی کچھ پانی بچا دینا۔ ان کا نام تو عائشہ تھا لیکن نبی علیہ السلام ان کو محبت کی وجہ سے حمیرا فرماتے تھے۔ اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ ہر خاوند کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کا محبت میں کوئی ایسا نام رکھے جو اُسے بھی پسند ہو اور اِسے بھی پسند ہو۔ ایسا نام Symbol of Love (محبت کی علامت) ہوتا ہے۔ اور جب اس نام سے بندہ اپنی بیوی کو پکارتا ہے تو بیوی Closeness (قرب) محسوس کرتی ہے۔ یہ سنت ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب فرمایا کہ حمیرا! میرے لئے بھی کچھ پانی بچا دینا تو سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے کچھ پانی پیا اور کچھ پانی بچا دیا۔ نبی علیہ السلام ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہوں نے پیالہ حاضر خدمت کر دیا۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب نبی علیہ السلام نے وہ پیالہ ہاتھ میں لیا اور آپ ﷺ پانی پینے لگے تو آپ ﷺ رک گئے اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا، حمیرا! تو نے کس جگہ

سے منہ لگا کے پانی پیا تھا؟ انہوں نے نشاندہی کی کہ میں نے یہاں سے پانی پیا تھا۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے پیالے کے رخ کو پھیرا اور اپنے مبارک لب اسی جگہ پر لگا کر پانی نوش فرمایا۔ جب خاوند اپنی بیوی کو ایسی محبت دے گا تو وہ کیونکر گھر آباد نہیں کرے گی۔

اب سوچئے کہ رحمۃ للعالمین تو آپ ﷺ کی ذات مبارکہ ہے۔ آپ سید الاولین والآخرین ہیں۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے اپنی اہلیہ کا بچا ہوا پانی پیا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آپ ﷺ کا بچا ہوا پانی وہ پیتیں، مگر یہ سب کچھ محبت کی وجہ سے تھا۔

ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام گھر میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا، حمیرا! تم مجھے مکھن اور چھوہارے ملا کر کھانے سے زیادہ محبوب ہو۔ وہ مسکرا کر کہنے لگیں، اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھے آپ مکھن اور شہد ملا کر کھانے سے زیادہ محبوب ہیں۔ نبی علیہ السلام نے مسکرا کر فرمایا، حمیرا! تیرا جواب میرے جواب سے زیادہ بہتر ہے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے دل میں جتنی خشیت الٰہی تھی اس کا تو ہم اندازہ ہی نہیں لگا سکتے۔ مگر آپ ﷺ کا اپنے اہل خانہ کے ساتھ موانست، پیار اور محبت کا تعلق تھا۔ یہ چیز عین مطلوب ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس چیز کو پسند کرتے ہیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام جب بھی گھر تشریف لاتے تھے تو ہمیشہ مسکراتے چہرے کے ساتھ تشریف لاتے تھے۔ اس حدیث پاک کے آئینہ میں ذرا ہم اپنے چہرے کو دیکھیں کہ جب ہم اپنے گھر آتے ہیں تو تیوریاں چڑھی ہوتی ہیں۔

مسکراہٹ محبت کا سرچشمہ ہے

کراچی کے ایک صاحب کا ہمارے ساتھ تعلق تھا۔ایک مرتبہ وہ میاں بیوی دونوں ملنے آئے۔وہ کہنے لگے، حضرت! ہماری شادی کو چار سال ہو چکے ہیں اور ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اب ہمارا گزارہ مشکل ہے، کہ ہم دونوں آپ سے بیعت ہیں، حاضر اس لئے ہوئے ہیں کہ آپ سے اجازت بھی لے لیں اور نصیحت بھی لے لیں تا کہ آپ ناراض بھی نہ ہوں کہ تم نے تو بتایا ہی نہیں۔ یہ میاں صاحب کے الفاظ تھے۔

اب انہوں نے آ کر کچھ باتیں تو بتائیں۔ایسے حالات میں پیروں کا کام یہ ہوتا ہے کہ Read in between the line (بین السطور اصل حقیقت کو سمجھیں)۔ کچھ تو مرید آ کر بتاتے ہیں اور کچھ ان کو پڑھنا پڑتا ہے کہ اندر کی بات کیا ہے۔خیر اندر کی بات کا پتہ چل گیا کہ ان دنوں خاوند کا کاروبار کچھ مشکل سا بنا ہوا ہے اور وہ جب گھر آتے ہیں تو وہی تفکرات اور وہی سوچیں انہیں گھیرے رکھتی ہیں۔ بیوی اس وقت کھانا کھاتی ہے جب وہ گھر آتے ہیں اور جب وہ گھر آتے ہیں تو ان کا موڈ بنا ہوتا ہے۔ایسے حالات میں تو گھر میں محبت والا ماحول پیدا نہیں کیا جا سکتا۔

میں نے ان سے کہا کہ آپ جس فیصلہ کن نتیجے پر پہنچے ہیں اس کے لئے آپ چھ مہینے انتظار کریں۔وہ کہنے لگے، جی بہت اچھا۔ میں نے کہا، خاوند یہ وعدہ کرے کہ وہ ایک کام کرے گا۔اس نے کہا، جی حضرت! میں ضرور کروں گا۔میں نے کہا کہ وعدہ یہ لینا ہے کہ آپ جب بھی گھر آئیں گے، آپ اپنی اہلیہ کو دیکھ کر مسکرائیں گے۔ان کو یہ چھوٹی سی بات نظر آئی۔وہ کہنے لگا، جی حضرت! بہت اچھا۔وہ اس

وقت اس بات کی حقیقت کو نہ پا سکے۔

اب بتائیں کہ بیوی انتظار میں ہو، مل کر کھانا کھانا چاہتی ہو، خاوند کے لئے دروازہ کھولے اور خاوند کی اس پر نظر پڑے اور وہ مسکرائے تو بہاریں شروع ہو جاتی ہیں یا نہیں۔

میں نے ان کو چھ مہینے کی مہلت دی تھی۔ انہوں نے اس نصیحت پر عمل شروع کر دیا۔ چنانچہ چھ مہینے تو کیا ایک مہینے کے بعد فون آیا کہ حضرت! جتنی محبت کی زندگی ہم اب گزار رہے ہیں ہم نے اس کے بارے میں کچھ سوچا بھی نہیں تھا...... ذرا سوچئے کہ ایک مسکراہٹ نہ ہونے کی وجہ سے دونوں کی زندگی تلخ ہو کر رہ گئی تھی جہاں نبی علیہ السلام کی ایک سنت کے چھوٹنے پر گھر اجڑنے کی نوبت آ رہی تھی وہاں وہی سنت زندہ کرنے پر گھر جنت کا منظر پیش کرنے لگا۔

اللہ کی محبت کی چھتری

آدمی کو چاہیے کہ بچوں کی محبت کی وجہ سے شریعت مطہرہ کے احکام کو پس پشت نہ ڈال دے۔ مثلاً بچے یہ ضد کریں کہ ابو ہمیں تو آپ ٹی وی لے کر دیں۔ بچوں کی ایسی ضد کوئی اچھی چیز نہیں ہے کیونکہ شریعت کے خلاف ہے۔ ایسے لوگ نام تو بچوں کا لیتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اپنی دلی مراد پوری کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ بچے ہمسایوں کے گھر میں جا کر ٹی وی دیکھتے تھے اس لئے ہم نے کہا کہ اس سے تو بہتر ہے کہ اسے اپنے ہی گھر میں لا کر دے دیں۔ یہ تو ایسے ہی ہوا کہ

فَرَّ مِنَ الْمَطَرِ قَامَ تَحْتَ الْمِيْزَابِ

(بارش سے بھاگا پرنالے کے نیچے آ کر کھڑا ہو گیا)

بَنٰى قَصْرًا وَهَدَمَ مِصْرًا

(محل بنادیا اور شہر اجاڑ دیا)

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ گھر میں ٹی وی لا کر رکھتے ہیں وہ ایمان کی ٹی بی لا کر رکھتے ہیں۔ جس طرح جس انسان کے اندر ٹی بی کے جراثیم آ جائیں تو وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اسی طرح جس گھر میں ٹی وی کے جراثیم آ جائیں وہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

شریعت میں ایسی باتیں مطلوب نہیں ہیں۔ اس لئے یہ بات ذہن میں رکھئے کہ ان محبتوں کی ایک حد ہے کہ یہ سب محبتیں اللہ رب العزت کی محبت کے نیچے رہنی چاہئیں۔ اس سلسلہ میں قرآن کا فیصلہ سنئے۔

قُلْ اِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (التوبہ:۲۴)

اگر ان تمام چیزوں کی محبت اللہ کی محبت، اس کے رسول ﷺ کی محبت اور اس کے راستے میں جہاد کرنے کی محبت سے زیادہ بڑھ گئی تو پھر انتظار کرو، حتی کہ اللہ تمہارے اوپر اپنے عذاب کا کوڑا کھینچ لے گا۔ یہ سب محبتیں اللہ کی محبت کی چھتری کے نیچے رہنی چاہئیں۔ اگر اللہ کی محبت کی چھتری ہٹ گئی تو یہ سب محبتیں ناجائز ہو جائیں گی۔ یہاں اللہ تعالیٰ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ یہ محبتیں ٹھیک ہیں لیکن جب یہ اللہ کی محبت کے راستے میں رکاوٹ بننے لگ جائیں تو پھر تمہیں چاہیے کہ تم ان محبتوں کو پاؤں کے نیچے ڈال کر آگے قدم بڑھاؤ کیونکہ تمہاری منزل کوئی اور ہے۔

محبت یا نفسانیت

ایک محبت انسانوں کے درمیان نفسانی خواہشات کی وجہ سے ہوتی ہے۔ایسی محبت کو شریعت میں حرام کہا گیا ہے۔اس محبت کا تعلق شہوت کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے محبت کا لفظ استعمال کرنا ہی نہیں چاہئے کیونکہ وہ تو حقیقت میں نفسانیت اور شیطانیت ہے۔ وہ محبت انسان کو مجبور کرتی ہے کہ دوسروں کے ساتھ خلاف شرع تعلقات بنائے۔ایسے تعلق کی انتہا یہ ہے کہ جب آدمی کی شہوت پوری ہو جاتی ہے تو یہ تعلق بھی ختم ہو جاتا ہے۔انسان کے اندر کی گندگی اسے ایسے تعلقات کے لئے مجبور کرتی ہے۔ان شہوانی محبتوں سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

ایسے لوگ مختلف شکلیں پسند کرتے پھرتے ہیں۔ارے! دنیا میں تو مختلف ٹھپے چل پھر رہے ہوتے ہیں،تم کس کس ٹھپے کو پسند کرو گے۔شریعت نے فرمادیا ہے کہ جو چیز تمہارے لئے حلال ہے اس سے محبت کرنا مستحسن عمل ہے اور جس چیز سے منع کر دیا ہے اسے تم آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھو۔گویا Nip the evil in the bud (برائی کو شروع میں ہی دبا دو) کے مصداق سمجھا دیا کہ تم ایسی چیزوں کو دیکھ بھی نہیں سکتے۔لیکن کئی مرتبہ انسان ایسے تعلقات میں پھنس جاتا ہے۔بلکہ سچ کہوں کہ ایسے تعلقات میں دھنس جاتا ہے۔ پھنسنے اور دھنسنے میں فرق ہوتا ہے۔ پھنسا ہوا بندہ خود زور لگائے تو نکل آتا ہے لیکن دھنسا ہوا بندہ خود اس میں سے نہیں نکل پاتا، وہ جتنا زور لگاتا ہے وہ اتنا ہی اور زیادہ دھنستا ہے،اسے کوئی نکالنے والا چاہئے۔

ایسے موقع پر اللہ والے کام آتے ہیں۔وہ ان کے لئے اللہ کے حضور دعائیں مانگتے ہیں،ان کی طرف سے معافی مانگتے ہیں، رو رو کر اللہ کو مناتے ہیں،ان کو توجہات دیتے ہیں اور انہیں سمجھاتے ہیں۔بالآخر اس بندے کے لئے اس دلدل

سے نکلنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں اور وہ گناہوں کی دلدل میں دھنسا ہوا بندہ باہر نکل آتا ہے۔

شہوانی محبت کا جنون

انسان میں شہوانی محبت جنون کی حد تک پیدا ہو جاتی ہے حتیٰ کہ وہ اس محبت میں پاگل ہو جاتا ہے۔ عرب میں قیس نامی ایک آدمی تھا۔ اس کو کسی خاتون سے تعلق ہو گیا۔ اگرچہ وہ خاتون رات کی طرح کالی تھی اور اس کے ماں باپ نے بھی اس کا نام لیلیٰ رکھ دیا تھا لیکن قیس اس کی محبت میں دیوانہ ہو گیا۔

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی آپس میں صلح ہوئی۔ حدیث پاک میں بھی ان دونوں کے لئے فرمایا گیا، لِفِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ ۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبرداری کا اعلان کیا۔ اگلے دن سیدنا حسن رضی اللہ عنہ جا رہے تھے کہ راستے میں ان کو قیس مل گیا۔ اس کو سلام کیا۔ پھر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا، قیس! یہ میں نے اچھا کیا ہے نا کہ میں نے حکومت انہی کے سپرد کر دی ہے جو اس کے زیادہ اہل تھے۔ قیس خاموش رہا۔ انہوں نے پھر پوچھا، قیس! تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ قیس کہنے لگا، جی سچی بات تو یہ ہے کہ حکومت لیلیٰ کو سجتی ہے۔ یہ سن کر سیدنا حضرت حسنؓ نے فرمایا، اَنْتَ مَجْنُوْنٌ (تو پاگل ہے) اس وقت سے اس کا نام مجنون پڑ گیا۔ اس کا یہ نام اتنا مشہور ہوا کہ اس کے اصل نام سے بہت لوگ واقف ہیں۔

مجنون کے والد نے ایک مرتبہ اسے کہا، تیری وجہ سے میری بڑی بدنامی ہوتی ہے، چل تجھے بیت اللہ شریف لے جاتا ہوں اور وہاں جا کر اس تعلق سے توبہ کراتا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنے والد کے ساتھ مقام ابراہیم پر پہنچ گیا۔ وہاں کھڑے ہو کر

اس کے والد نے اسے کہا کہ اب دعا کرو کہ اے اللہ! میں لیلیٰ کی محبت سے توبہ کرتا ہوں۔ اس نے والد کے کہنے پر ہاتھ تو اٹھالیے مگر دعا کرتے ہوئے کہنے لگا،

الٰہی تبت من کل المعاصی
و لٰکن حب لیلیٰ لا اتوب

(اے اللہ! میں سب گناہوں سے توبہ کرتا ہوں لیکن لیلیٰ کی محبت سے توبہ نہیں کرتا)

جب اس نے یہ کہا تو اس کے والد نے غصے سے اس کی طرف دیکھا اور جب والد نے غصے سے اس کی طرف دیکھا تو اس نے دوسری دعا مانگی

الٰہی لا تسلبنی حبها ابدا
و یرحم اللہ عبدا قال آمیناً

(اے اللہ! اس کی محبت کبھی بھی میرے دل سے سلب نہ کرنا اور جو بندہ اس دعا پر آمین کہہ دے اس کی بھی مغفرت کر دینا)

ایک آدمی نے سوچا کہ لیلیٰ کا بڑا نام سنا ہے، ذرا دیکھوں تو سہی کہ وہ حور پری کون سی ہے جس کی مجنوں کے ساتھ اتنی باتیں مشہور ہیں۔ اس نے دیکھا تو وہ عام عورتوں سے بھی گئی گزری تھی۔ لہٰذا اس نے دیکھتے ہی اسے کہا،

از دگر خوباں تو افزوں نیستی

(اے خاتون! کیا بات ہے کہ تو دوسری حسین عورتوں سے بڑھی ہوئی تو نہیں ہے)

وہ کہنے لگی،

گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی

(اس نے کہا، تو چپ ہو جا کیونکہ تو مجنوں نہیں ہے)

یعنی اگر تو مجھے مجنوں کی نظر سے دیکھے گا تو ساری دنیا کی حسین عورتوں سے زیادہ میں تجھے حسین نظر آؤں گی۔ ایسی محبت کو محبت نہیں کہتے بلکہ پاگل پن کہتے ہیں۔

ایک دفعہ مجنوں کتے کو بیٹھا چوم رہا تھا۔ کسی نے کہا، ارے مجنوں! تو کتے کو چوم رہا ہے۔ کہنے لگا، ہاں میں اسے اس لیے چوم رہا ہوں کہ یہ اس دیار سے ہو کر آیا ہے جہاں لیلیٰ رہتی ہے۔

محبت مجازی کی پہچان

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے دوسرے صحابہؓ کی نسبت بڑے مزے کے سوال پوچھتے تھے۔ اس سے بات سمجھنے کے لئے ہمارے لیے بڑی آسانی ہوگئی ہے۔ انہوں نے ایک مرتبہ نبی علیہ السلام سے پوچھا، اے اللہ کے نبی ﷺ! لوگوں کے دلوں میں جو مخلوق کی محبت آجاتی ہے اس کی پہچان کیا ہے؟ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

سھر اللیالی و ارسال للالی

(انسان راتوں کو جاگتا ہے اور موتی بہاتا ہے)

یعنی اس کا دل اس کے بس میں نہیں ہوتا اور یہ تعلق اس کو اتنا مجبور کر دیتا ہے کہ اسے راتوں کو نیند نہیں آتی۔ اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں گرتی رہتی ہیں۔

شریعت مطہرہ کا حسن و جمال

ان مصیبتوں سے انسان کیسے بچ سکتا ہے؟ اگر انسان شریعت و سنت کا ہار گلے

میں پہن لے تو وہ ان مصیبتوں سے بچ سکتا ہے۔شریعت مطہرہ کا حسن و جمال دیکھیے کہ اس میں گناہ کا شروع ہی سے راستہ روک دیا گیا ہے۔پہلی شریعتوں کی نسبت دین اسلام کو مکمل شریعت کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شریعت میں جس کام سے روکنا تھا اس کی مبادیات سے بھی روک دیا گیا۔

مثال کے طور پر شرک سے روکنا تھا تو شریعت نے تصویر بنانے سے ہی روک دیا۔کیونکہ شرک اس وقت ہوتا ہے جب انسان بت بناتا ہے۔تصویر میں بت پرستی کی ابتدا ہے اور بت میں اس کی انتہا ہے۔گویا جس منزل پر جانے سے روکنا تھا اس منزل کی طرف پہلا قدم اٹھانے سے بھی روک دیا۔جیسے لوگ کہتے ہیں کہ جس راستے پر جانا نہیں اس کا فاصلہ کیا پوچھنا۔

اسی طرح شریعت نے زنا سے منع کرنا تھا تو مطلقاً یہ نہیں کہا کہ زنا نہ کرنا بلکہ فرمایا:

وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی (بنی اسرائیل:۳۲)

(اور تم زنا کے قریب بھی نہ جانا)

یہاں قریب بھی نہ جانے کا مطلب یہ ہے کہ کسی اجنبی نامحرم کے ساتھ تنہائی میں بھی نہ بیٹھنا اور گفتگو بھی نہ کرنا۔کیونکہ یہ زنا کی ابتدا ہے۔جب ابتدا ہی سے روک دیا جائے گا تو آگے بات ہی نہیں چلے گی۔

زنا کے لئے سب سے پہلا قدم

میں پھر کہہ رہا ہوں کہ زنا کے لئے سب سے پہلا قدم اجنبیہ سے بات کرنا ہے۔یہ اصول یاد رکھنا۔کیونکہ قرآن عظیم الشان کا یہی فیصلہ ہے۔اسی لئے شریعت نے عورتوں کو حکم دیا کہ تم اگر کسی غیر محرم کے ساتھ کسی ضرورت کے تحت بات کرو تو

فَلاَ تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ (الاحزاب:۳۲)

(پس تم اپنے لہجے میں نرمی نہ رکھو)

یعنی لہجے میں تھوڑی سی سختی رکھو، نپے تلے الفاظ استعمال کرو، ایسے الفاظ کہو کہ اس آدمی کو اگلی بات پوچھنے کا موقع ہی نہ ملے، وہ جو بات پوچھنا چاہتا ہے وہ بھی آدھی پوچھے اور پھر بات کرنا بند کر دے۔ کیونکہ بات یہیں سے آ کر سمٹتی ہے کہ گناہ کا راستہ وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں عورت غیر محرم سے نرم لہجے میں بات کرتی ہے۔ اس لئے شریعت نے نرم لہجے میں بات کرنے سے بھی منع کر دیا۔ گویا شیطان جن راستوں سے گزر سکتا تھا شریعت نے وہ سب راستے بند کر دیئے۔ لہٰذا جو انسان شریعت کے مطابق زندگی بسر کرے گا وہ شیطان کے اثرات سے محفوظ رہے گا۔

دوزخ کے ساتھ بات چیت

آج تو یہ حالت ہو چکی ہے کہ نوجوان کزنوں سے اور اجنبی عورتوں سے بات کرنے کے مواقع ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم صرف بات ہی کرتے ہیں۔ یہ شیطان کا بڑا دھوکا اور اس پر جلتی کا کام *Cell phone* نے کر دیا ہے۔ آج کل کے ماں باپ بچوں اور بچیوں کو خود خرید کر دیتے ہیں اور وہ ہر وقت اپنے پاس رکھتے ہیں۔ میں نے کئی ملکوں میں بچوں کے پاس سیل فون دیکھے ہیں۔ میں انہیں کہتا ہوں کہ تمہارے پاس *Cell phone* نہیں بلکہ تمہارے پاس *Hell phone* ہے کیونکہ غیر محرموں سے بے تکلفانہ بات چیت کرنا دوزخ کے ساتھ بات چیت کرنا ہے۔

بات کرنے کے بعد ملاقات کی تمنا

ایک بات یاد رکھیے کہ جب بے تکلفانہ باتیں ہوں گی تو پھر ملاقات کرنے کو بھی جی چاہے گا۔اس کی دلیل قرآن عظیم الشان سے ملتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرامؑ دنیا میں بھیجے۔ان تمام انبیائے کرام میں سے صرف ایک نبی علیہ السلام ایسے ہیں جنہوں نے اللہ سے کہا،

رب ارنی انظر الیک (الاعراف: ۱۴۳)

(اے پروردگار! مجھے اپنا آپ دکھا دیجئے تا کہ میں آپ کو دیکھوں)

یہ مطالبہ کرنے والے موسیٰ کلیم اللہؑ تھے۔وہ اللہ تعالیٰ سے باتیں کیا کرتے تھے۔گویا جن کو باتیں کرنے کا موقع ملا، ملاقات کرنے کے لئے بھی انہی کا دل چاہا۔اس سے معلوم ہوا کہ جہاں بات شروع ہوتی ہے وہاں دیکھنے کا قدم بھی لازمی اٹھتا ہے اور جب دیکھیں گے تو پھر تیسرا قدم بھی اٹھے گا۔

نہ تو خدا ہے نہ میرا عشق فرشتوں جیسا
دونوں انساں ہیں تو کیوں اتنے حجابوں میں ملیں

پاکیزگی کے لئے دو چیزوں کی حفاظت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ط ذَالِكَ اَزْكٰى لَهُمْ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ . (النور: ۳۰)

(اے محبوب! ایمان والوں کو فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اس میں ان کیلئے خوب پاکیزگی ہے اور اللہ

جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں)

گویا پاکیزگی کے لئے نگاہوں اور شرمگاہوں کی حفاظت کی ضرورت ہے۔

آیت کے معارف

اس آیت کے اندر کچھ معارف ہیں لہٰذا انہیں دل کے کانوں سے سنئے گا۔

⊙..... اللہ رب العزت نے اس آیت کو قُلْ سے شروع کیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو واسطہ بنایا، ڈائریکٹ حکم پاس نہیں کیا جیسے روزے کا حکم ڈائریکٹ دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اے میرے محبوب ﷺ! جب میرے احکام آپ پہنچائیں گے اور یہ آپ کی زبان مبارک سے سنیں گے تو یہ اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے، اگر عمل نہیں کریں گے تو دنیا اور آخرت میں آپ کے سامنے شرمندہ ہوں گے۔ کوئی بندہ نبی کریم ﷺ کے سامنے شرمندہ ہو تو یہ چھوٹی بات ہے اور اگر اسے ڈائریکٹ اللہ کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا تو یہ اس سے بھی اونچی بات ہوگی۔ لہٰذا اللہ رب العزت نے امت کے اوپر شفقت کی وجہ سے اس حکم کو نبی علیہ السلام کی وساطت سے دلوایا تاکہ میرے محبوب ﷺ میرا حکم *Pass On* کریں اور پھر بھی یہ کوتاہی کر گئے تو میں اپنی رحمت کے ساتھ ان کے ساتھ معافی کا معاملہ کر دوں گا لیکن اگر حکم بھی میں نے دیا اور میرے ہی حکم کو توڑیں گے تو پھر وہ میری رحمت کے مستحق کیسے ہوں گے اس لئے قُل کہہ کر حکم پہنچایا۔ جیسے باپ نے اگر بیٹے کو کوئی کام کہنا ہو تو بعض دفعہ صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ آپ ہی بیٹے کو کہہ دیں۔ جیسے اس کے اس طرح کہنے میں حکمت ہوتی ہے اسی طرح اس آیت کو قل کے ساتھ شروع کرنے بھی یہ حکمت تھی۔

⊙..... دوسری بات یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اس آیت میں لِلْمُؤْمِنِیْن

فرمایا۔ یہاں لبنی آدم یا للناس نہیں فرمایا، کہ بنی آدم سے کہہ دیں یا انسانوں سے کہہ دیں بلکہ یہ فرمایا کہ ایمان والوں سے کہہ دیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو! یہ کفار تو ہیں ہی جہنمی، ان کو اس بات کے کہنے کا فائدہ ہی نہیں ہے اور تم تو ہو ہی جنتی، اس لئے گویا یوں فرمایا کہ اے جنت میں جانے والو! ہم تمہیں ایک حکم اس توقع پر دے رہے ہیں کہ تم اس حکم کو جلدی پورا کر دو گے۔

غیرمحرم کو دیکھنے کا عذاب

حدیث پاک میں آیا ہے:

جس نے کسی اجنبی غیرمحرم عورت کی طرف دیکھا تو قیامت کے دن اس کی آنکھوں کے اندر پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا

ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ اس کی آنکھ میں قیامت کے دن انگارے ڈالے جائیں گے۔ اور ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ اس کی آنکھ میں قیامت کے دن فرشتے لوہے کی سلاخیں ڈالیں گے۔

محدثین نے ان تینوں حدیثوں کو جمع کرلیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ کسی کو یہ عذاب ہوگا، کسی کو یہ عذاب ہوگا اور کسی کو یہ عذاب ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں کہ تینوں عذاب بھی ہو سکتے ہیں اور تینوں میں سے کوئی ایک بھی ہو سکتا ہے۔

ایک اور حدیث پاک میں ہے:

جس بندے نے اس جگہ پر ایک نگاہ ڈالی جس پر ڈالنے سے اس کو منع کیا گیا تھا اس ایک نظر کے بدلے میں اسے جہنم میں چالیس سال تک جلنا پڑے گا۔

یعنی ہر ایک نظر کے بدلے چالیس سال تک جہنم میں جلنا پڑے گا۔

ایک اور حدیث پاک میں فرمایا:

اَلنَّظْرُ بِالشَّهْوَةِ سَهْمٌ مَسْمُوْمَةٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ

(شہوت کی ایک نظر ابلیس کے تیروں میں سے زہر سے بجھا ایک تیر ہوتا ہے)

شہوت بھری نظر زہر والا ایک تیر ہوتا ہے جو سیدھا بندے کے دل پر آ کر لگتا ہے اور بندے پر اس کا برا اثر پڑتا ہے۔ اس لئے ہمارے اسلاف فرماتے تھے کہ

اَلْعَيْنُ عَيْنُ الْمَعَاصِيْ

(آنکھ گناہوں کا چشمہ ہے)

اور بعض نے فرمایا:

اَلنَّظْرُ اَسَاسُ الذُّنُوْبِ

(انسان کی نظر گناہوں کی بنیاد ہے)

نوجوانوں کی نجات کی ایک صورت

ایک دفعہ ایک نوجوان صحابی رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! کیف النجاة؟ ہم نوجوانوں کے لئے نجات کس میں ہے؟

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا،

اِحْفَظْ عَيْنَكَ

(اپنی آنکھوں کی حفاظت کر)

معلوم ہوا کہ نوجوانوں کی نجات اس بات میں ہے کہ وہ اپنی آنکھوں کی حفاظت کریں۔

ایک شیطانی دھوکا

جو لوگ یہ سوچتے ہیں کہ ہم غیر محرم کو دیکھتے ہیں مگر ہم پر اثر نہیں ہوتا، وہ بڑے دھوکے میں ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں مردوں کو بھی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا اور عورتوں کو بھی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا:

ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ (الاحزاب:۵۳)

(اس میں خوب پاکیزگی ہے تمہارے اور ان کے دلوں کیلئے)

تو معلوم ہوا کہ جب قرآن یہ کہہ رہا ہے تو جو کہتا ہے کہ میرے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا وہ جھوٹ بول رہا ہوتا ہے۔ اگر کوئی عورت یہ کہے کہ مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا تو وہ بھی جھوٹ بول رہی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس آیت میں مذکر اور مونث دونوں کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں۔

فحش کام حرام ہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ

(لاعراف:۳۳)

(اے میرے محبوب ﷺ! آپ فرما دیجئے کہ میرے رب نے فحش کاموں کو حرام فرما دیا جو ظاہر میں ہیں یا باطن میں)

علماء نے لکھا ہے کہ جو ظاہر میں ہیں ان سے مراد زنا کرنا ہے اور جو باطن میں ہیں ان سے مراد یہ ہے کہ پوشیدہ طور پر اپنی شہوت کو پورا کرنا، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں قسم کے فحش کاموں کو حرام فرما دیا۔

شیطان کے بندے

اللہ تعالیٰ نے جہاں عباد الرحمٰن کی بات ارشاد فرمائی، وہاں اس کے بعد الا کا لفظ استعمال کیا۔ یعنی رحمان کے ان بندوں کے علاوہ بندوں کی بات کرتے ہوئے ان بندوں کا تذکرہ فرمایا جو زنا کرتے ہیں۔ مفسرین نے یہاں نکتہ لکھا ہے کہ اسلوب قرآن بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جو زنا کار ہوتے ہیں وہ رحمان کے بندے نہیں ہوا کرتے بلکہ وہ شیطان کے بندے ہوا کرتے ہیں۔

زنا کرنے کے چھ نقصانات

حدیث پاک میں آیا ہے کہ زنا کرنے کے تین نقصانات دنیا میں ہوتے ہیں اور تین آخرت میں ہوتے ہیں۔ دنیا میں تین نقصانات یہ ہوتے ہیں:

1. اس بندے کے چہرے کا نور زائل ہو جاتا ہے۔ اس کے چہرے سے پھٹکار اور نحوست برستی ہے۔
2. اس کے رزق کو تنگ کر دیا جاتا ہے۔ وہ ہر وقت قرضوں میں جکڑا رہتا ہے۔
3. اللہ رب العزت اس کی عمر کو کم کر دیتے ہیں۔

اور آخرت کے تین نقصانات یہ ہیں

1. اللہ رب العزت اس بندے کے ساتھ قیامت والے دن غصے کے ساتھ پیش آئیں گے۔
2. اس کا حساب اللہ تعالیٰ سختی کے ساتھ لیں گے۔
3. اس کو جہنم میں بڑی لمبی مدت کے لئے رہنا پڑے گا۔ چنانچہ اللہ رب العزت

ارشاد فرماتے ہیں۔وَ یَخْلُدْ فِیْہٖ مُھَانًا ۔اور قرآن مجید میں ایک جگہ خٰلِدِیْنَ یْنَ فِیْھَا کے الفاظ آتے ہیں۔ یہاں مفسرین فرماتے ہیں کہ گویا خلدین کا لفظ استعمال کیا مگر وہ کافر مشرک اور منافق کی طرح اگر چہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہیں رہیں گے البتہ وہ بڑی لمبی مدت کے لئے جہنم میں رہیں گے۔

اس لئے موت سے پہلے پہلے اس گناہ سے توبہ کر لینی چاہیے تاکہ ہم اللہ رب العزت کے ہاں بخشش کیے ہوئے گنہگاروں میں شامل ہو جائیں۔

تین محروم آدمی

ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین آدمیوں سے نہ تو کلام کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف دیکھے گا۔

(۱) جھوٹ بولنے ولا بادشاہ

(۲) بوڑھا زانی

(۳) فقیر متکبر

ایک اور حدیث پاک سند کے ساتھ پیش کر رہا ہوں۔ یہ حدیث میں نے کتاب میں پڑھی اور باقاعدہ اس کی تصدیق کی۔وہ حدیث یہ ہے کہ جو عورت اس لئے بنے سنورے کہ اسے کوئی غیر محرم محبت کی نظر سے دیکھے، اللہ رب العزت فیصلہ کر لیتے ہیں کہ میں قیامت کے دن اس کی طرف محبت کی نظر سے نہیں دیکھوں گا۔ اور یہی چیز مرد کے لئے بھی ہے کہ جو مرد اس لئے بنے سنورے کہ اسے کوئی غیر عورت محبت کی نظر سے دیکھے اسے بھی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن محبت کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔اس لئے کہ یہ کوئی چھوٹا سا گناہ نہیں ہے۔اس سے سچی توبہ کی

ضرورت ہے۔ اللہ نے جو حلال کیا اس کو حلال سمجھیں اور اللہ کے حرام کو حرام سمجھیں،

تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ (الطلاق: ۱)

(یہ اللہ کی حدود ہیں)

غیر محرم سے نظریں ہٹانے کے فضائل

آنکھوں کو غیر محرموں سے روکنے کے بہت سے فضائل ہیں۔ چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے:

مَنْ غَضَّ بَصَرَہٗ عَمَّا حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ النَّارَ

(جس نے حرام چیز سے اپنی آنکھ کو بند کر لیا اللہ رب العزت اس کے بدلے اس پر جہنم کی آگ حرام فرما دیں گے)

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ

مَنْ تَعَشَّقَ وَکَتَمَ عِشْقَہٗ فَھُوَ شَہِیْدٌ

(جس نے عشق کیا اور اس نے اپنے عشق کو چھپایا وہ شہید ہے)

یعنی کسی آدمی کی کسی کے حسن و جمال پر نظر پڑ گئی اور اسے اس کا حسن اچھا لگا، لیکن اس نے اس بات کو دل میں رکھا، کسی پہ ظاہر نہیں کیا اور کوئی قدم نہیں اٹھایا، اگر وہ بندہ اسی حال میں فوت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن شہیدوں کی قطار میں شامل فرما دیں گے۔

ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ تین بندوں کو اگر جہنم میں ڈال بھی دیا جائے تو جہنم کی آگ ان پر کوئی اثر نہیں کرے گی۔

(۱) کثرت کے ساتھ تلاوت کرنے والا

(۲) کثرت سے مہمان نوازی کرنے والا

(۳) زنا سے بچنے والا

ایک سنہری اصول

ایک بات ذہن میں رکھیں کہ اگر ہم اپنی نگاہوں کی حفاظت نہیں کریں گے اور غیروں کی عزتوں کو ہوس کی نظروں سے دیکھیں گے تو غیر بھی ہماری عورتوں کو ایسی ہی ناپاک نگاہوں سے دیکھیں گے۔

ایک آدمی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا، اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھے اپنی بیوی کی طرف سے بھروسہ نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، تو اپنی نگاہیں غیروں کی عورتوں سے محفوظ کر لے اللہ تعالیٰ تیری بیوی کی حفاظت فرمادیں گے۔ اس لئے انسان اپنی نگاہوں کو پاک کر لے، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اس کے اہل خانہ کو پاکیزگی عطا فرمادیں گے۔

قرآنی فیصلہ ہے کہ

وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ط (فاطر: ۴۳)

(اور برائی کا داؤ الٹے گا انہی داؤ والوں پر)

ایک عبرتناک واقعہ

ایک سنار کی بیوی جوان تھی۔ وہ خوش شکل تھی۔ ایک دن وہ سنار جب گھر آیا تو دیکھا کہ اس کی بیوی بیٹھی رو رہی ہے۔ وہ کہنے لگا، آپ کو کیا ہوا؟ اس نے کہا، یہ بچہ جو دو تین سال کا تھا اور اسے ہم نے گھر میں بیٹے کی طرح پالا تھا، اب سولہ سترہ سال کا ہو چکا ہے، اسے میں نے سبزی لینے بھیجا تھا، جب وہ سبزی لے کر واپس آیا اور میں اس سے سبزی لینے لگی تو اس نے سبزی دیتے ہوئے میرے ہاتھ کو پکڑ کر دبا

دیا، اس وقت میں نے اس کی نگاہوں کو برا محسوس کیا، مجھے یوں لگا کہ اس نے میرے ہاتھ کو بری نیت سے دبایا ہے، مجھے اس پر بہت افسوس ہوا جس کی وجہ سے میں رو رہی ہوں۔

جب بیوی نے یہ بات سنائی تو خاوند کی آنکھوں میں سے بھی آنسو آ گئے۔ بیوی پوچھنے لگی، جی آپ کیوں رو رہے ہیں؟ وہ کہنے لگا، یہ اس کا قصور نہیں ہے بلکہ میرا قصور ہے۔ اس نے کہا، آپ کا قصور کیسے؟ وہ کہنے لگا میں سنار ہوں، آج ایک عورت چوڑیاں لینے آئی، اس نے چوڑیاں خریدیں، اس نے وہ چوڑیاں خود پہننے کی کوشش کی، جب وہ نہ پہن سکی تو وہ مجھے کہنے لگی کہ ذرا یہ چوڑیاں مجھے پہنا دیں۔ چنانچہ جب میں اسے پہنانے لگا تو مجھے اس کے ہاتھ خوبصورت اور ملائم لگے، میں نے اس کے ہاتھوں کو شہوت سے دبایا، اس کے بدلے میرے نوکر نے میری بیوی کے ہاتھوں کو شہوت سے دبا دیا۔

جنت کی ضمانت

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی غیر محرم عورت پر قادر ہو اور اس کے باوجود وہ زنا نہ کرے میں اس کے لئے جنت میں جانے کی ضمانت دیتا ہوں۔ یعنی کسی کو کوئی ایسا موقع ملے کہ اس کے پاس غیر محرم عورت ہو اور وہ اس سے اپنی ہوس پوری کر سکتا ہو مگر اللہ کے ڈر کی وجہ سے باز آ جائے تو اس کے لئے جنت کی ضمانت ہے۔

سلیمان بن یسارؒ کا تقویٰ

الحمد للہ، اس امت میں ایسے ایسے اولیاء گزرے جنہوں نے پاکدامنی کے

انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ سلیمان بن یسارؒ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اصحاب میں سے تھے۔ ان کے پاس کثرت سے آتے جاتے تھے۔ ان کا شمار وقت کے محدثین اور صوفیا میں ہوتا تھا۔ وہ بہت ہی خوبصورت تھے۔

ایک مرتبہ کسی عورت نے ان کی طرف گناہ کا پیغام بھیجا اور کہا کہ میں آپ کی خوبصورتی کی وجہ سے آپ پر فریفتہ ہوں، اب موقع ہے لہٰذا آپ میرے گھر آجائیں تاکہ میں اپنی حسرت پوری کرسکوں۔ انہوں نے جواب میں کہا:

معاذ اللہ (میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں)

جب وہ رات کو سوئے تو انہیں خواب میں سیدنا یوسف علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا، سلیمان بن یسار! میں تو اللہ کا نبی تھا، میرے ساتھ اللہ کی حفاظت تھی، جب میرے سامنے گناہ پیش ہوا تو میں نے کہا تھا، معاذ اللہ، لیکن نبوت کی حفاظت کے ساتھ کہا تھا، کمال تو تو نے دکھایا کہ ولی ہوکر وہ کام کیا جو وقت کا نبی کیا کرتا ہے۔

ایک طالب علم کی سبق آموز داستان

شاہ عبدالعزیزؒ کے شاگردوں میں ایک نوجوان تھا۔ وہ بہت ہی خوبصورت اور نیک سیرت تھا۔ وہ روزانہ ایک راستے سے گزر کر مدرسہ جاتا تھا۔ ایک عورت اسے روزانہ دیکھتی تھی۔ اس عورت کی نیت میں فتور آگیا۔ اس سے رہا نہ گیا۔ چنانچہ اس نے ایک دن اپنے گھر کی نوکرانی کو بھی ساتھ ملایا اور کہا کہ اس کو کسی بہانے گھر لے آؤ۔ اس دن جب وہ وہاں سے گزرنے لگا تو وہ نوکرانی اس کے سامنے آکر کہنے لگی کہ اس گھر میں ایک مریض ہے، اس کو تو دم کر دیجئے...... یہ بھی تو

ایک مرض ہی ہوتا ہے...... وہ طالب علم سمجھ نہ سکا۔ لہٰذا وہ گھر میں داخل ہو گیا۔ پیچھے سے نوکرانی نے دروازے بند کر دیئے۔ اب وہ عورت اس کے سامنے آ گئی اور کہنے لگی کہ میں آپ کو اتنی مدت سے اپنے گھر کے سامنے سے گزرتے ہوئے دیکھتی تھی۔ آپ مجھے بہت ہی اچھے لگتے تھے، سوچتی تھی کہ کسی طرح آپ کو بلا کر اپنی حسرت پوری کروں۔ جب وہ بے حجاب سامنے آئی اور یہ باتیں کیں تو وہ طالب علم گھبرا گیا۔ جب وہ گھبرایا تو وہ کہنے لگی کہ آج تو گھر میں کوئی نہیں ہے۔

جس کا تھا ڈر، وہ نہیں ہے گھر، اب جو چاہے کر

جب اس نے دیکھا کہ معاملہ بالکل ہی الٹ ہو چکا ہے تو وہ اس سے کہنے لگا، اچھا میں تیری مراد پوری کروں گا، لیکن مجھے قضائے حاجت کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا، اچھا، پھر آپ بیت الخلاء چلے جائیں۔ چنانچہ وہ بیت الخلاء میں چلا گیا...... اس وقت کے بیت الخلاء آج کے دور کے بیت الخلاء تو نہیں ہوتے تھے کیونکہ یہاں تو ہر چیز گم ہو جاتی ہے...... جب وہ بیت الخلاء میں گیا تو وہاں گندگی پڑی دیکھی۔ اس نے وہ گندگی اٹھا کر اپنے ہاتھوں پہ لگا لی۔ جب وہ باہر نکلا تو اس سے بدبو آ رہی تھی۔ اب وہ بدبو جب اس عورت نے سونگھی تو اسے اس سے نفرت آئی اور کہنے لگی کہ مجھے کیا پتہ تھا کہ تو اتنا گندہ ہے۔ دفع ہو جا یہاں سے۔ جب اس نے اسے کہا کہ دفع ہو جا یہاں سے تو وہ طالب علم اپنا ایمان بچا کر وہاں سے نکل گیا۔

باہر نکل کر دیکھا تو اسے وہ گندگی کپڑوں پر بھی لگی نظر آئی۔ اس نے سوچا کہ اب تو لوگوں کو بھی بو آئے گی۔ لہٰذا وہ تیزی سے مدرسہ کی جانب چلا تا کہ جلدی

سے پہنچ کر اپنے کپڑوں اور بدن کو پاک کرے۔ جب مدرسہ پہنچا تو سیدھا غسل خانہ کی طرف گیا۔ وہ وہاں نہایا، کپڑے دھوئے، انہیں نچوڑا اور پہن کر درسگاہ کی طرف جانے لگا۔ وہ پریشان تھا کہ کبھی بھی سبق کا ناغہ نہیں ہوا تھا، مگر آج تو سبق میں دیر ہو گئی ہے۔ لہٰذا وہ چپکے سے درس گاہ میں داخل ہوا اور کلاس میں سب سے آخر میں بیٹھ گیا۔

ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ شاہ عبدالعزیزؒ نے فرمایا: ارے! تم میں سے کون ہے جس نے اتنی تیز خوشبو لگائی ہوئی ہے۔ جب شاہ صاحبؒ نے پوچھا تو سب طلباء حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ ایک طالب علم جو اس کے قریب بیٹھا تھا کہنے لگا، حضرت! اس کے کپڑوں سے خوشبو آ رہی ہے۔ وہ تو پہلے ہی ڈر رہا تھا، جب استاد نے بلایا تو اور زیادہ پریشان ہوا۔ شاہ صاحب نے پوچھا، آج تم آئے بھی دیر سے ہو اور خوشبو بھی اتنی لگائی ہوئی ہے۔ کیا وجہ ہے؟ اس وقت اس طالب علم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بالآخر اس نے بتا دیا کہ حضرت! میرے ساتھ تو یہ واقعہ پیش آ گیا تھا، میں نے تو گندگی لگائی تھی تاکہ میرے جسم سے بدبو آئے اور میں گناہ سے بچ جاؤں، اب میں نے گندگی کو دھو دیا ہے۔ لیکن میں اللہ کی رحمت پہ حیران ہوں کہ میں نے جس جس جگہ پر گندگی لگائی تھی، میری اس جگہ سے اب تک خوشبو آ رہی ہے۔ اللہ اکبر

وہ نوجوان جب تک زندہ رہا اس کے جسم سے خوشبو آتی رہی۔ اس وجہ سے اس کا نام 'خواجہ مشکی' پڑ گیا، تو جو انسان اللہ کے حکم کی عظمت کو سامنے رکھتے ہوئے اس سے ڈرتا ہے، پھر اللہ رب العزت اس کی قدر دانی بھی فرماتے ہیں۔

محبت مجازی کا علاج

اگر کوئی انسان اس مصیبت میں گرفتار ہو جائے تو اس کا علاج کیا ہے؟ اس سلسلہ میں چند علاج آپ کو بتا دیتے ہیں۔

پہلا علاج

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہمارے مشائخ نے اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک ذکر بتایا ہے جسے ہم نے ہزاروں لوگوں پر آزمایا اور سو فیصد نتیجہ پایا۔ ایسے بندے کو آپ بھی یہ تسبیحات بتا سکتے ہیں آپ سب کو میری طرف سے اجازت ہے چونکہ یہ گناہ عام ہو رہا ہے اس لئے اس کا سد باب بھی عام کرنا چاہیے۔ وہ ذکر یہ ہے۔

لَا مَرْغُوْبِیْ اِلَّا اللّٰہ ۔ لَا مَطْلُوْبِیْ اِلَّا اللّٰہَ ۔ لَا مَحْبُوْبِیْ اِلَّا اللّٰہ ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

یہ کلمات ایک سو مرتبہ صبح پڑھے اور ایک سو مرتبہ شام کو پڑھے۔ اللہ اس کی برکت سے اس کے دل سے غیر اور ماسوی کی محبت کو نکال دیں گے۔

دوسرا علاج

دوسری بات یہ ہے کہ وہ یہ بات ذہن میں رکھے کہ میں فانی محبت میں گرفتار ہوں اور میں اس کے بدلے اس ہمیشہ رہنے والے کی محبت سے محروم ہو رہا ہوں۔ کیونکہ محبوب جو بھی ہے وہ بالآخر انسان ہے۔ اگر آج حسین ہے تو کل ایسی شکل بن جائے گی کہ دیکھنے کو بھی دل نہیں چاہے گا۔

ایک سالک کی اصلاح کا واقعہ

حضرت اقدس تھانویؒ نے واقعہ لکھا ہے کہ ایک سالک صاحب اپنے شیخ کے پاس ذکر سیکھنے کے لئے آئے۔ اللہ کی شان کہ وہ عورت جو صفائی کرنے کے لئے آیا کرتی تھی وہ اچھی شکل کی تھی اور وہ سالک صاحب اسے دیکھا کرتے تھے۔ اس عورت نے شیخ کو بتا دیا کہ جی یہ جو آپ کا نو وارد مہمان ہے اس کی نگاہیں بدلی بدلی ہیں۔ جب اس نے شیخ کو یہ بات کی تو اسے قدرتاً اسہال کی شکایت ہوگئی اور اسے اس دن کئی مرتبہ بیت الخلاء میں جانا پڑا۔

اگلے دن اس کی بڑی بری حالت تھی۔ لیکن چونکہ اس نے کام پر جانا تھا اس لئے وہ پھر آگئی۔ جب اس کی نظر اس پر پڑی تو دیکھا کہ اس کی ہڈیاں نکلی ہوئی تھیں اور پہلے والی چمک نہیں تھی۔ لہٰذا اس نے دیکھتے ہی اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا۔ اور اس سے کہا کہ جلدی سے یہاں سے چلی جا۔ اس نے جا کر شیخ کو یہ بھی بتا دیا۔ انہوں نے کہا، بہت اچھا، اب تو چلی جا۔ چنانچہ وہ چلی گئی۔

اب انہوں نے اس کو بلوا لیا۔ جب وہ آیا تو شیخ اس سے فرمانے لگے کہ میں نے تجھے اس لئے بلوایا ہے کہ آپ اپنے محبوب کو جا کر دیکھ لیجئے۔ اس نے کہا، حضرت! کہاں ہے؟ فرمایا، بیت الخلاء میں۔ جب وہ وہاں گیا تو دیکھا کہ وہاں تو نجاست ہی نجاست ہے۔ وہ کہنے لگا، حضرت! بدبو آ رہی ہے۔ فرمانے لگے کہ کل وہی خاتون تھی تو اسے تم للچائی نظروں سے دیکھ رہے تھے اور آج بھی وہی خاتون ہے اور وہ لالچ نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کا تجھے لالچ تھا وہ اس سے جدا ہوگئی ہے، اور وہ یہی (نجاست) ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ تجھے اسی چیز کے ساتھ عشق تھا اس لئے ہم نے چاہا کہ آپ کو اپنے محبوب سے ملوا دیا جائے۔

تیسرا علاج

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ایسے بندے کو مسلسل روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ پیٹ خالی رکھنے سے سب مستیاں ہوا ہو جاتی ہیں۔ اس لئے وہ نوجوان جو مجرد (غیر شادی شدہ) ہیں اور شیطانی، شہوانی اور مستانی خیالات سے پریشان ہیں ان کے لئے لازم ہے کہ وہ روزے رکھیں۔ وہ روزے رکھے بغیر گناہوں سے نہیں بچ سکیں گے۔

حضرت اقدس کا ذاتی معمول

الحمدللہ، ہم نے اس نسخہ کو تیر بہدف پایا۔ اس عاجز کو یاد ہے کہ ابتدائے جوانی سے لے کر جس دن تک شادی نہیں ہوئی تھی چوبیس گھنٹوں میں ایک وقت کھانا کھایا کرتا تھا۔ زندگی کے تیرہ سال یہی معمول رکھا۔ روزے میں تو لوگ پھر بھی دو دفعہ کھانا کھا لیتے ہیں اور عاجز کا ایک وقت کھانے کا معمول تھا۔ اور وہ بھی اتنا کہ کمر سیدھی رہے...... فقط تین لقمے...... اس جوانی کو محفوظ رکھنا آسان کام نہیں ہے۔ میں تو حیران ہوتا ہوں کہ لوگ اسے کیسے محفوظ رکھ لیتے ہیں۔ وہ تو بڑے حوصلے والے لوگ ہوتے ہیں...... ایک دن میں تین لقمے کھانے کا فائدہ یہ ہوا کہ الحمدللہ نگاہ پاک ہوگئی جس کی وجہ سے دل میں یہ خیال بھی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ کوئی پیلا ہے، کوئی نیلا ہے یا کوئی کالا ہے، جو بھی ہے اپنے لئے ہے ہمارا اس سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ الحمدللہ دل بے طمع ہو گیا تھا...... جب شادی ہوئی تو اس دن سے دو مرتبہ کھانا کھانے کا معمول بنایا۔

چوتھا علاج

اس مصیبت سے جان چھڑانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ایسے بندے کو اللہ کی محبت سے آشنا کر دیا جائے۔ مشائخ کے ہاں عام طور پر یہی معمول ہے۔ جب لوگ ان کے پاس آتے ہیں تو وہ ان کو توجہات دیتے ہیں، ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں، ان کی طرف سے استغفار کرتے ہیں اور انہیں اللہ کی محبت سے آشنا کر دیتے ہیں۔ جب انہیں عشق مولیٰ کا نشہ چڑھتا ہے تو وہ عشق لیلیٰ بھول جاتے ہیں۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

ایک نوجوان کی حکایت

حضرت اقدس تھانویؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شہزادی تھی۔ کسی نے اس کے ساتھ تعلق جوڑنے کی کوشش کی۔ اس شہزادی نے کہا، میاں! یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔ میں اس سلسلہ میں آپ کو ایک ترکیب بتاتی ہوں کہ میرے والد صاحب اللہ والوں سے عقیدت ومحبت رکھتے ہیں اور ان کے پاس آنا جانا رکھتے ہیں، آپ بھی کہیں جا کر یہی بھیس بنالیں تو پھر شاید مجھے بھی آپ کے پاس آنے کا موقع مل جائے۔ اس نے کہا، بہت اچھا، چنانچہ اس نے شہر سے باہر جا کر خیمہ لگا لیا اور اللہ ہی اللہ، اللہ ہی اللہ، اللہ ہی اللہ، کرنے لگا۔

کچھ عرصہ کے بعد لوگوں میں اس کی دھوم ہونا شروع ہو گئی۔ وہ دعا کروانے جاتے اور وہ دعا کر دیتا، وہ اسے ہدیے دیتے مگر وہ ہدیہ نہ لیتا۔ اس کی اور بھی زیادہ مشہوری ہو گئی کہ وہ تو ہدیہ بھی نہیں لیتا۔ اڑتے اڑتے بات بادشاہ تک بھی

پہنچی۔ جب اس نے سنا تو وہ بھی کہنے لگا کہ اگر وہ واقعی اللہ والا ہے تو ہم بھی ملتے ہیں چنانچہ بادشاہ بھی اس کے پاس گیا اس نے بھی دعا کی درخوست کی۔ اس نے اس کے لئے بھی دعا کر دی پھر اس نے اسے ہدیہ دیا تو وہ کہنے لگا کہ ہم فقیروں کو کیا ضرورت ہے، لے جایئے۔ جب اس نے بادشاہ کو بھی ہدیہ واپس کر دیا تو اسے بھی تسلی ہوگئی کہ یہ پکا بندہ ہے کوئی دکاندار نہیں ہے۔ لہٰذا اس کا آنا جانا شروع ہو گیا۔

بیٹی کو بھی پتہ چل گیا کہ میرے ابو بھی اس فقیر کے پاس آتے جاتے ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد اس نے بادشاہ سے کہا، ابو! آپ تو اس فقیر کے پاس جاتے ہیں، کیا مجھے بھی اس کے پاس جا کر دعائیں کروانے کی اجازت ہے؟...... یعنی میں چاہتی ہوں کہ میں بھی اپنے مرض کی دوا لے کر آؤں...... اس نے کہا، چلی جاؤ۔

اب وہ بن سنور کر اس کے خیمے میں گئی۔ اس نے دیکھا کہ وہ نماز اور تلاوت وغیرہ میں لگا ہوا ہے۔ وہ اس کے پاس جا کر بیٹھ گئی اور اسے کہنے لگی کہ میں فلاں ہوں، آپ پاس آئی ہوں۔ وہ نماز ہی پڑھتا رہا۔ جب اس نے سلام پھیرا تو اس نے کہا کہ میں بادشاہ کی بیٹی ہوں اور آپ سے ملنے آئی ہوں، تجھے یہ گر میں نے ہی تو بتایا تھا۔ وہ پھر عبادت میں لگا رہا۔ جب کافی دیر ہوگئی تو اس کو فکر ہوئی کہ میں نے پیچھے بھی جانا ہے لہٰذا اسے کہنے لگی کہ تو کر کیا رہا ہے؟ اس نے جواب میں کہا، جناب! جب میں آپ کی خدمت کے قابل تھا اس وقت آپ سے ملاقات نہ ہو سکی، اب میں آپ کی خدمت کے قابل نہیں رہا، اب مجھے مولا کی خدمت کا مزہ آ گیا ہے۔ اب مجھے اللہ کی محبت کا مزہ آ گیا ہے، اب آپ جیسی سینکڑوں بھی آ جائیں تو مجھے کوئی پروا نہیں ہے۔ سبحان اللہ، وہ نقلی طور پر اللہ اللہ کرنے بیٹھا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے اصلی محبت کا مزہ چکھا دیا۔ اسی طرح اللہ والے بھی یہ کام کرتے

ہیں کہ جن کے دل میں دنیا کی محبت کا نشہ ہوتا ہے ان کو اللہ کی محبت سے آشنا کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ دنیا کی محبتیں بھول جایا کرتے ہیں۔

دل پر مصیبتیں آنے کی وجہ

صحیح بات یہ ہے کہ حرام کاری سے بچنے کے لئے انسان اپنی آنکھوں کو محفوظ کرے۔ یاد رکھیں کہ

اگر اماں حوا پھل کو نہ دیکھتیں تو آزمائش میں مبتلا نہ ہوتیں،
اگر قابیل ہابیل کی بیوی کو نہ دیکھتا تو بھائی کے قتل کا مرتکب نہ ہوتا،
اگر زلیخا یوسف علیہ السلام کو نہ دیکھتی تو قرآن میں اس کے یوں تذکرے نہ ہوتے یہ سب مصیبتوں میں اس لئے پھنسے کہ ان کی نگاہ پڑ گئی تھی۔ ہمارے مشائخ نے بھی یہی فرمایا کہ انسان کی نگاہوں کی وجہ سے اس کے دل پر مصیبتیں آیا کرتی ہیں۔

اللہ کی غیرت سے ڈرتے رہیں

جب انسان کسی کو محبت کی نظر سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا اتنا عذاب بتایا گیا۔ چنانچہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اَنَا اَغْيَرُ وُلِدَ آدَمَ وَاللّٰهُ اَغْيَرُ مِنِّىْ

(میں بنی آدم میں سے سب سے زیادہ غیور ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت والا ہے)

چونکہ اللہ رب العزت غیرت والے ہیں اس لئے جب اس کا بندہ اس کی

بجائے کسی اور کی طرف محبت کی نظر اٹھا رہا ہوتا ہے تو بسا اوقات اللہ رب العزت کو غیرت آ جاتی ہے۔ اور جب اللہ رب العزت کو غیرت آتی ہے تو پھر بندے کو پھٹکار کر رکھ دیا جاتا ہے۔ اس لئے ڈرتے رہیں کہ کیا پتہ کہ یہی وہ لمحہ نہ ہو کہ جب میرے مالک کو غیرت آ جائے اور ایمان سے محروم کر دیا جاؤں۔

بدنظری کا وبال

حضرت جنید بغدادیؒ کا ایک مرید تھا۔ اس نے ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھا۔ وہ کہنے لگا، حضرت! یہ لڑکا غیر مسلم ہے، کیا یہ بھی جہنم بھی جائے گا؟ انہوں نے فرمایا کہ لگتا ہے کہ تو نے اسے بری نظر سے دیکھا ہے، اب اس کا وبال تجھ پر ضرور پڑے گا۔ وہ حافظ قرآن تھا۔ اس ایک نظر کی وجہ سے ان کا وہ مرید قرآن مجید بھول گیا۔

اللہ رب العزت کے حضور دعا ہے کہ اب تک جو گناہ ہو چکے وہ معاف فرما دیں اور آئندہ گناہوں سے محفوظ فرما دیں۔ اے مالک! ہم کمزور ہیں، ہمیں اپنی مدد عطا فرما دیجئے اور ہمیں نفس اور شیطان کے مقابلے میں کامیاب فرما دیجئے۔
(آمین ثم آمین)

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین ۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى. وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

اصلاح نفس

یہ بیان ۲۶ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۲۰۰۱ء کو مسجد نور لوساکا (زیمبیا) میں ہوا۔ مخاطبین میں علماء، صلحاء اور عوام الناس کی کثیر تعداد تھی۔

اقتباس

اگر شیطان کے پیچھے بھاگتے پھریں گے تو فائدہ نہیں ہوگا جب تک کہ نفس اس کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اگر ہم اس (نفس) کو ٹھیک کرلیں گے اور یہ اس کے ساتھ تعاون چھوڑ دے گا تو پھر شیطان ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ لہذا ان دونوں میں سے زیادہ خطرناک انسان کا نفس ہے۔ جیسے کہتے ہیں نا ''دھوبی پٹڑا لگانا'' یعنی گرتے کا پتہ نہیں چلتا، اسی طرح یہ نفس بھی ایسا دھوبی پٹڑا لگاتا ہے کہ یہ آدمی کو گرادیتا ہے۔ اس لئے اس سے بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

(حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ)

اصلاح نفس

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّابَعْدُ!
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰیo وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی o (الاعلیٰ:۱۵۔۱۴)

..................وقال اللہ تعالیٰ فی مقام آخر..................

وَنَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰھَا o فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَاo قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَاo وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَاo (الشّمس:۱۰۔۷)

..................وقال اللہ تعالیٰ فی مقام آخر..................

وَمَنْ تَزَکّٰی فَاِنَّمَا یَتَزَکّٰی لِنَفْسِہٖط وَ اِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْرُ (فاطر:۱۸)

..................وقال اللہ تعالیٰ فی مقام اٰخر..................

فَلاَ تُزَکُّوْآ اَنْفُسَکُمْ ط ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی (النجم:۳۲)

..................وقال اللہ تعالیٰ فی مقام اٰخر..................

وَلَوْلَافَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَتُہٗ مَا زَکٰی مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا.
وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ (النور:۲۱)
وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْافِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَاوَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ. (العنکبوت:۶۹)
سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّایَصِفُوْنَo وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ o
وَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَo

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّم
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

چوتھا بڑا دشمن

انسان کا چوتھا اور سب سے بڑا دشمن ''نفس'' ہے۔ یہ سب سے بڑا اگروگھنٹال ہے، بلکہ مہا بدمعاش ہے۔ آج کی اس محفل میں اس کے شروراور پھران سے بچنے کے طریقے بتائے جائیں گے۔ سب کارستانیاں اسی نفس کی ہیں، اسی نفس نے عزازیل کو طاؤس الملائکہ سے ابلیس اور شیطان بنایا اور اسی نفس نے ہی قابیل کو ہابیل کے قتل پر آمادہ کیا۔

تزکیۂ نفس کی اہمیت

قرآن مجید میں کسی بات کو بیان کرتے ہوئے اتنی قسمیں نہیں کھائی گئیں جتنی قسمیں تزکیۂ نفس کے بارے میں کہتے ہوئے کھائی گئی ہیں...... بڑے آدمی کا تو کہہ دینا ہی کافی ہوتا ہے، اگر وہ کوئی بات قسم کھا کر کہے تو وہ بات اور زیادہ اہم ہو جاتی ہے...... یہاں انسانوں کی بات تو کیا، پروردگار عالم کا شاہی فرمان ہے، فقط ایک بار کہہ دینا ہی کافی تھا مگر رب کریم نے اس کے بارے میں سات قسمیں کھائیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ٥ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ٥ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ٥ وَ الَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ٥ وَ السَّمَآءِ وَ مَا بَنٰهَا ٥ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ٥ وَ نَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ٥ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا ٥ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ

زَكّٰهَا ٥ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ٥ (الشمس:۱۔۱۰)

ان آیات میں اللہ رب العزت نے لگا تار سات چیزوں کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ جو بندہ ستھرا ہوا وہ فلاح پا گیا اور جو انسان ستھرا نہ ہوا وہ خائب وخاسر ہو گیا۔

فلاح کا مطلب

عربی زبان میں فلاح کا مطلب ہے ''کسی پوشیدہ شے کا کھلنا''۔ اسی لئے کسان کو فلاح کہتے ہیں...... اسی طرح وہ بندہ جس کا نچلا ہونٹ کھلا ہوا سے عربی زبان میں رجل افلح کہتے ہیں۔ قرآن مجید کی رو سے اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ بندے جن کا اجر اور بدلہ قیامت کے دن اللہ رب العزت کے ہاں کھلے گا...... گویا فلاح کا مطلب ہے۔

☆ ایسی کامیابی کہ جس کے بعد ناکامی نہ ہو،

☆ ایسی عزت کہ جس کے بعد ذلت نہ ہو، اور

☆ اللہ رب العزت کا ایسا قرب کہ جس کے بعد دوری نہ ہو۔

فلاح کے لئے تین چیزوں کی ضرورت

قرآن مجید میں فلاح کو تین چیزوں کے ساتھ وابستہ کیا گیا۔

(۱)......پہلی چیز توبہ ہے، چنانچہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا،

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥

(النور:۳۱)

(اور توبہ کرو اللہ کے سامنے سب مل کر اے مومنو! تاکہ تم بھلائی پاؤ)

(۲)......دوسری چیز تزکیہ نفس ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (الاعلیٰ:۱۴)

(فلاح پا گیا وہ بندہ جو ستھرا ہوا)

(۳)......اور تیسری چیز نماز ہے جس کے ساتھ فلاح کو وابستہ کیا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ. اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ.

(المؤمنون:۱،۲)

(تحقیق فلاح پا گئے وہ مومن جو اپنی نمازوں میں جھکنے والے ہیں)

نتیجہ یہ نکلا کہ فلاح کا اعلیٰ درجہ پانے کے لئے ان تینوں چیزوں کو حاصل کرنا ضروری ہے۔ انسان پہلے گناہوں سے توبہ کرے، اس کے بعد تزکیہ نفس کی محنت کر کے جب نماز پڑھے گا تو اسے فلاح کا سب سے اعلیٰ رتبہ نصیب ہو جائے گا۔ اسی لئے جنت میں جانے والے سب فلاح پانے والے ہوں گے۔ وہاں صرف وہ لوگ جائیں گے جن کا تزکیہ ہو چکا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ پر جنت کے تذکرے فرمائے اور نچوڑ یہ نکالا کہ

وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى (طٰهٰ: ٧٦)

[اور یہ بدلہ ہے اس بندے کا جو ستھرا ہوا]

تخلیق انسانی اور عناصر اربعہ کے اثرات

ہمارے مشائخ نے ارشاد فرمایا:

خلق الانسان من اربعة اشياء من ماء ونار وطين وريح

[انسان کو چار اشیاء (عناصر) سے پیدا کیا گیا، (یعنی) پانی، آگ، مٹی اور

ہواؤ سے]

ان چاروں عناصر کے انسان کے اندر اپنے اپنے اثرات ہیں۔ کسی آدمی میں ایک جزو غالب ہوتا ہے تو کسی میں دوسرا، لیکن ہر ایک کی پہچان بتا دی گئی ہے کہ

☆ فان کثر ماء ہ فھو لبیبٌ

(پس اگر پانی کا عنصر غالب ہوگا تو وہ بندہ بڑا عقلمند اور دانا ہوگا)

ایسا بندہ سیلانی طبیعت کا مالک ہوتا ہے۔ سیلانی طبیعت کا مطلب یہ ہے کہ وہ بڑا تیز طرار بنتا ہے، اس کے اندر عیاری اور مکاری ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو بڑا عقلمند آدمی سمجھتا ہے۔

☆ وان کثر نارہ فھو حریص

(اگر آگ کا جزو غالب ہوگا تو وہ آدمی حریص ہوگا)

حریص اور آگ میں آپ کو کچھ مناسبت نظر آئے گی۔ حریص بھی وہی چاہتا ہے جو آگ چاہتی ہے۔ آگ یہ چاہتی ہے کہ میں ہر چیز کو جلا کر بھسم کر دوں یعنی کھا لوں۔ اسی طرح حریص بندے کا پیٹ بھی کبھی نہیں بھرتا، اس کا بھی یہی جی چاہتا ہے کہ جو کچھ دوسروں کے پاس ہے وہ سب کچھ میرے پاس آ جائے۔

☆ وان کثر طینہ فھو متواضع

(اور اگر مٹی کا جزو غالب ہوگا تو اس کے اندر عاجزی آ جائے گی)

ایسا بندہ دوسروں کے سامنے بچھتا پھرتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو چھپا کر اور مٹا کر رکھتا ہے۔ زمین کے اندر کتنی تواضع ہے۔ ہم سب اپنے پاؤں سے زمین کو روندتے ہیں لیکن یہ کتنی اچھی ہے کہ یہ پھر بھی ہمیں پھل پھول دیتی ہے۔ جیسے ماں بچے کو پالتی ہے اسی طرح یہ زمین بھی ماں کی طرح انسان کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرتی

ہے۔ اللہ رب العزت کے ہاں تواضع اور عاجزی کی اتنی قدر و منزلت ہے کہ اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللّٰهُ

(جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلندی عطا فرماتے ہیں)

☆ **وان کثر ریحه فهو متکبر**

(اور اگر ہوا کا جزو غالب ہوگا تو وہ آدمی متکبر ہوگا)

ویسے ہی متکبر بندہ ہوا میں اڑتا ہے جس کی وجہ سے اس کے پاؤں زمین پر نہیں لگتے اور وہ فٹ بال کی طرح اچھلتا پھرتا ہے۔ فٹ بال میں ہوا زیادہ بھر دو تو وہ ذرا سے اشارے پر بھی خوب اچھلتا ہے۔ اسی طرح ذرا سی بات پر ہی متکبر آدمی کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ ویسے بڑے صوفی صافی بنے پھرتے ہوتے ہیں لیکن اگر بھائی کوئی بات کر دے یا کوئی دوست کوئی بات کر دے یا گھر میں بیوی کوئی بات کر دے تو ملمع کاری کا چڑھایا ہوا خول فوراً اتر جاتا ہے اور اندر جو گند بھرا ہوتا ہے وہ سب کھل کر باہر آجاتا ہے۔ پھر متبع شریعت و سنت چہروں والے گالیاں بکتے ہیں۔ اس وقت وہ انسان نہیں بلکہ حیوان نظر آرہے ہوتے ہیں۔

جو انسان یہ چاہے کہ اس کی زندگی کا بیلنس (توازن) برقرار رہے اسے چاہیے کہ وہ کسی روحانی طبیب کی خدمت میں رہے کیونکہ انہی چار چیزوں کے کم یا زیادہ ہونے کی وجہ سے انسان میں مختلف قسم کی روحانی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔

باطنی بیماریاں اور نفس

تمام باطنی بیماریوں کا تعلق نفس کے ساتھ ہے۔ اس بات کا ثبوت قرآن مجید سے ملتا ہے۔

مثال کے طور پر

☆ شہوات کا تعلق نفس کے ساتھ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيَ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ

(حٰمٓ السجدہ:۳۱)

(اور تمہارے لئے وہاں وہ ہے جو تمہارے دل کی چاہت ہے اور تمہارے لئے وہاں ہے جو کچھ مانگو گے)

☆ خواہشات بھی انسان کے نفس کے اندر جنم لیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى (النّٰزعٰت:۴۰)

(اور اس نے اپنے نفس کو خواہشات سے روکا)

☆ سفاہت کا تعلق بھی انسان کے نفس کے ساتھ ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ (البقرہ:۱۳۰)

(مگر وہی کہ جس نے احمق بنایا اپنے آپ کو)

☆ بخل کا تعلق بھی انسان کے نفس کے ساتھ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ أُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ الشُّحَّ (النساء:۱۲۸)

(اور نفوس کے سامنے موجود ہے حرص)

☆ حسد کا تعلق بھی نفس کے ساتھ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنفُسِهِمْ (البقرہ:۱۰۹)

(بسبب حسد کے جو ان کے نفوس میں ہے)

☆ تکبر کا تعلق بھی نفس کے ساتھ ہے۔قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ (الفرقان:۲۱)

(تحقیق بہت تکبر رکھتے ہیں اپنے نفوس میں)

غور کیجئے کہ یہاں ان تمام باطنی بیماریوں کے ساتھ نفس کا لفظ استعمال ہوا ہے قلب کا نہیں ۔اس لئے معلوم ہوا کہ ان باطنی بیماریوں کا تعلق انسان کے نفس کے ساتھ ہی ہے۔

روحانی ترقی اور روحانی ترٹی

یہ بات ذہن میں رکھئے کہ جس چیز میں نفس کی زندگی ہے اس میں دل کے لئے موت ہے اور جس چیز میں دل کے لئے زندگی ہے اس میں نفس کے لئے موت ہے۔یعنی جس چیز سے نفس پر چوٹ پڑے گی اس سے دل کو روحانی ترقی مل رہی ہوگی اور جس چیز سے نفس کو لذتیں مل رہی ہوں گی اس سے انسان کی روحانی ''ترٹی'' ہو رہی ہوگی ۔ اس لئے جو آدمی اپنے نفس کی پوجا کرے اور اپنی خواہشات کو پورا کرتا پھرے وہ بندہ باطنی طور پر انسانی مقام سے گر کر کبھی کبھی حیوانوں کے زمرے میں شامل ہو جاتا ہے۔اب فیصلہ ہمارے ہاتھ میں ہے کہ ہم روحانی ترقی چاہتے ہیں یا روحانی ترٹی چاہتے ہیں۔

بیمار دل کی علامات

انسان کو کیسے پتہ چلے کہ اس کا دل بیمار ہے؟ اس سلسلہ میں حافظ ابن قیمؒ نے کچھ علامات بتائی ہیں۔وہ فرماتے ہیں کہ

پہلی علامت:

پہلی علامت یہ ہے کہ جب انسان فانی چیزوں کو باقی چیزوں پر ترجیح دینے لگے تو وہ سمجھ لے کہ میرا دل بیمار ہے۔ مثلاً دنیا کا گھر اچھا لگتا ہے مگر آخرت کا گھر بنانے کی فکر نہیں ہے۔ دنیا میں عزت مل جائے مگر آخرت کی عزت یا ذلت کی سوچ دل میں نہیں۔ دنیا میں آسانیاں ملیں مگر آخرت کے عذاب کی پروا نہیں۔

دوسری علامت:

دوسری علامت یہ ہے کہ جب انسان رونا بند کر دے تو وہ سمجھ لے کہ دل سخت ہو چکا ہے۔ کبھی کبھی انسان کی آنکھیں روتی ہیں اور کبھی کبھی انسان کا دل روتا ہے۔ دل کا رونا آنکھوں کے رونے پر فضیلت رکھتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ آنکھ سے پانی کا نکلنا ہی رونا کہلاتا ہے، بلکہ اللہ کے کئی بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے دل رو رہے ہوتے ہیں۔ گو ان کی آنکھوں سے پانی نہیں نکلتا مگر ان کا دل سے رونا اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جاتا ہے اور ان کی توبہ کے لئے قبولیت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ تو دل اور آنکھوں میں سے کوئی نہ کوئی چیز ضرور روئے۔ اور بعض کی تو دونوں چیزیں رو رہی ہوتی ہیں۔ آنکھیں بھی رو رہی ہوتی ہیں اور دل بھی رو رہا ہوتا ہے۔

تیسری علامت:

تیسری علامت یہ ہے کہ مخلوق سے ملنے کی تو تمنا ہو لیکن اسے اللہ رب العزت سے ملنا یاد ہی نہ ہو تو سمجھ لے کہ یہ میرے دل کے لئے موت ہے۔ لوگوں کے ایک دوسرے کے ساتھ ایسے تعلقات ہوتے ہیں کہ ان کے دل میں ایک دوسرے سے

ملنے کی تمنا ہوتی ہے۔ وہ اداس ہوتے ہیں اور انہیں انتظار ہوتا ہے مگر انہیں اللہ کی ملاقات یاد ہی نہیں ہوتی۔

چوتھی علامت:

چوتھی علامت یہ ہے کہ جب انسان کا نفس اللہ رب العزت کی یاد سے گھبرائے اور مخلوق کے ساتھ بیٹھنے سے خوش ہو تو یہ بھی دل کی موت کی پہچان ہے۔ اللہ کی یاد سے گھبرانے کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان کا دل تسبیح پڑھنے اور مراقبہ کرنے سے گھبرائے۔ اس کے لئے مصلے پر بیٹھنا بوجھ محسوس ہوتا ہے۔ یہ علامت کئی لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ ایک موٹا سا اصول سمجھ لو کہ اگر بندے کا اللہ کے ساتھ تعلق دیکھنا ہو تو اس کا مصلے پر بیٹھنا دیکھ لو۔ ذاکر شاغل بندہ مصلے پر اسی طرح سکون کے ساتھ بیٹھتا ہے جس طرح بچہ ماں کی گود میں سکون کے ساتھ بیٹھتا ہے اور جس کے دل میں کجی ہوتی ہے اس کے لئے مصلے پر بیٹھنا مصیبت ہوتی ہے۔ وہ سلام پھیر کر مسجد سے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ کئی تو ایسے ہوتے ہیں کہ مسجد میں آنے کے لئے ان کا دل آمادہ ہی نہیں ہوتا۔ مسجد کی بنی ہوئی دکانوں میں کرایہ دار ہوتے ہیں مگر افسوس کہ جماعت کی نمازوں سے محروم ہوتے ہیں ...... پوچھا جائے کہ کیا آپ مراقبہ کرتے ہیں؟ تو کہتے ہیں کہ جی بس تھوڑا سا کرتا ہوں۔ جی پانچ منٹ کرتا ہوں۔ جی مراقبہ کا وقت ہی نہیں ملتا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے مجھے کھانے کا وقت نہیں ملتا۔ جس آدمی کو کھانے کا وقت نہ ملے تو وہ کتنے دن زندہ رہے گا؟ اسی طرح جسے مراقبہ کرنے کا وقت نہیں ملتا اسے بھی بہت جلدی روحانی موت آجاتی ہے۔

ہمارے مشائخ تو مراقبہ کے لئے وقت ڈھونڈا کرتے تھے اور دعائیں مانگا

کرتے تھے کہ ہمیں اللہ رب العزت کی یاد میں بیٹھنے کی توفیق نصیب ہو جائے۔
حضرت مولانا حسین علیؒ واں بھچراں والے کے بارے میں سنا ہے کہ ان کی خانقاہ میں جب عشاء کے بعد مراقبہ کی محفل ہوتی تو اس کی اختتامی دعا نہیں ہوتی تھی۔ کیا مطلب؟ مطلب یہ ہے کہ حضرت کی طرف سے اجازت تھی کہ جو بندہ مراقبہ میں تھک جائے یا جس پر نیند غالب آجائے وہ بے شک چلا جائے۔ کوئی آدھے گھنٹے بعد جاتا، کوئی ایک گھنٹے بعد جاتا اور کوئی دو گھنٹے بعد جاتا، اس طرح لوگ اٹھ کر جاتے رہتے۔ حتی کہ جب سب لوگ چلے جاتے تو حضرت اٹھ کر تہجد کی نیت باندھ لیتے تھے۔ اس مراقبہ کی اختتامی دعا ہی نہیں ہوتی تھی۔

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصور جاناں کیے ہوئے

نفس اور شیطان کے مکر

انسان دو دشمنوں کے درمیان گھرا ہوا ہے۔ ایک نفس اور دوسرا شیطان۔ شیطان بیرونی دشمن ہے اور نفس اندرونی دشمن ہے۔ شیطان دانا دشمن ہے اور نفس بھولا اور ضدی دشمن ہے۔ اسی لئے اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں کیدِ شیطان کو ضعیف کہا اور کیدِ نفس کو عظیم کہا، فرمایا

اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا (النساء:۷۶)

(بے شک شیطان کا مکر کمزور ہے)

اور کیدِ نفس کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ (یوسف:۲۸)

(بے شک تمہارا مکر بہت بڑا ہے)

یہاں شیطان کے مکر کو ضعیف کہا اور نفس انسانی کے مکر کو عظیم کہا، اس سے پتہ چلا کہ انسان کے نفس کا مکر بہت بڑا ہے۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ شیطان انسان سے مطلقاً گناہ کرواتا ہے۔ یعنی گناہ ضرور کرے خواہ کوئی سا ہو۔ لیکن نفس انسانی انسان سے مخصوص گناہ کرواتا ہے۔ مشائخ نے اس کی پہچان لکھی ہے کہ جب انسان کے دل میں گناہ کا وسوسہ آئے اور انسان اپنے خیال کو دوسری طرف لگالے لیکن بار بار اسی گناہ کا تقاضا پیدا ہوتا رہے تو یہ پہچان ہے کہ یہ خواہش انسان کے نفس کی طرف سے ہے۔ اور اگر یہ خواہش شیطان کی طرف سے ہوگی تو جب انسان اس وسوسہ کو پیچھے ہٹائے گا تو شیطان اس کے دل میں کسی دوسرے گناہ کا خیال ڈال دے گا کہ چلو یہ نہیں کرتے تو یہ کرلو اور اگر یہ بھی نہیں کرتے تو پھر یہ کرلو، اس طرح وہ کہیں نہ کہیں بندے کو گناہ میں الجھانے کی کوشش کرے گا۔

اچھی اور بُری خواہش

اللہ تعالیٰ نے انسانی نفس کو خواہشات سے بھر دیا ہے۔ اچھی ہوں یا بری۔ مثلاً اچھی خواہشات تو یہ ہیں کہ میں تہجد گزار بن جاؤں، میں حافظ قرآن بن جاؤں، میں اللہ کا ولی بن جاؤں، میں مستجاب الدعوات بن جاؤں۔ ہیں تو یہ بھی خواہشات، لیکن اچھی خواہشات ہیں۔ ان کے علاوہ دوسری قسم کی خواہشات بھی ہیں۔ مثلاً میرے ہاتھ میں سب اختیارات آجائیں، میرا ڈنڈا چلے، لوگوں میں میری شہرت ہو، میری تعریفیں ہوں۔ ایسی خواہشات بری خواہشات کہلاتی ہیں۔ گویا نفس سے ہی بری خواہشات کی لہریں نکلتی ہیں اور گناہ کا بیج یہیں سے پھوٹتا ہے۔

خواہشات نفسانی کا خمیر

جس طرح پانی میں آٹا گوندھتے وقت نمک ملا دیتے ہیں اور وہ نمک پورے آٹے کے اندر سما جاتا ہے اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں نے انسان کی مٹی کو گوندھا تو خواہشات نفسانی کو اس مٹی میں ملا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں نفسانی خواہشات رچی بسی ہوتی ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ نمک کی وجہ سے ہی روٹی اچھی لگتی ہے۔ لہٰذا اگر اس نفس پر محنت کر لی جائے تو اسی کی وجہ سے انسان کو ترقی مل جاتی ہے۔ اگر یہ بگڑے تو انسان کو جانور کی طرح بنا دے اور اگر سنور جائے تو انسان کو فرشتوں سے بھی اونچا اٹھا دے۔

ازلی نافرمانیوں میں نفس کا کردار

روز ازل سے جتنی نافرمانیاں ہوئیں، وہ یا تو نفس نے اکیلے کیں یا پھر نفس نے شیطان کے ساتھ مل کر کروائیں۔

☆ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی پہلی نافرمانی عرش پر ہوئی۔ وہ نافرمانی شیطان نے کی۔ پروردگار عالم نے حکم دیا کہ اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ (آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو) یہ فرمان الٰہی سن کر سب فرشتے سجدے میں چلے گئے لیکن شیطان نے انکار کیا، تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شیطان نے ایسا کیوں کیا؟ اس وقت تو شیطان نہیں تھا، وہ کس کا نام لگائے کہ مجھ سے کس نے گناہ کروایا؟ کیا وہ یہ کہے کہ مجھ سے فلاں شیطان نے کام کروایا تھا؟ اصل بات یہ ہے کہ شیطان سے اس کے نفس نے گناہ کروایا تھا۔ اسی لئے نفس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ مہا بد معاش ہے۔ کیونکہ اس نے طاؤس الملائکہ کو بھی ابلیس اور

مردود بنا ڈالا۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ شیطان مردود نے اسی ہزار سال تک عبادت کی مگر نفس نے بھٹکا دیا اور اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا،

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ۝ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ۝ (الحجر: ۳۴،۳۵)

(پس تو یہاں سے دفع ہو جا، تو مردود ہے، تجھ پر قیامت کے میری لعنتیں برستی رہیں گی)

اسی ہزار سال رحمتوں کے کام کرنے کے بعد اس کے نفس نے اسے قیامت تک کے لئے لعنتوں کا مستحق بنا دیا۔

☆ اللہ رب العزت کی دوسری نافرمانی جنت میں ہوئی۔ شیطان نے اماں حوا کو یقین دہانی کروائی کہ اگر آپ اس درخت کا پھل کھالیں گے تو آپ ہمیشہ کے لئے جنت میں رہیں گی، قرآن مجید میں ہے کہ وہ دونوں کے سامنے قسمیں کھا کھا کر یہ بات کہتا تھا۔ شیطان کی طرف سے بار بار یقین دہانیوں کی وجہ سے اماں حوا کے اندر حرص پیدا ہوئی کہ ہم اسی جگہ پر رہیں۔ اس سے پتہ چلا کہ شیطان اماں حوا کے دل میں درخت کے پتے کھانے کی خواہش کو پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لہٰذا انہوں نے خود اپنے لئے دو پتے توڑے اور حضرت آدم علیہ السلام کے لئے ایک پتہ توڑا۔ یہی راز ہے کہ اس میں میراث الٹی تقسیم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بیٹے کو ڈبل دلواتے ہیں اور بیٹی کو سنگل۔ کیونکہ اماں حوا نے جنت میں عمل ہی ایسا کیا تھا۔ چنانچہ حرص کے پیدا ہونے پر ان سے بھول ہو گئی اور انہوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا۔ یہاں غور کیجئے کہ ان کی بھول کا سبب کیا ہوا؟ اس کا سبب بھی انسان کا نفس بنا۔

☆ اللہ رب العزت کی تیسری نافرمانی زمین پر ہوئی۔ وہ زمین پر سب سے پہلی نافرمانی تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے جن کا نام ہابیل اور قابیل تھا۔ ہابیل کی بیوی بہت خوبصورت تھی۔ جب اس پر قابیل کی نظر پڑی تو وہ اس پر فریفتہ ہو گیا۔ لہٰذا اس کے دل میں طلب پیدا ہوئی کہ میں اس سے شادی کروں۔ اسی ہوس میں آ کر وہ اپنے سگے بھائی کو کہنے لگا کہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ چنانچہ اس نے ہابیل کو قتل کر دیا..... قیامت تک دنیا میں جتنے بھی قتل ہوں گے ان سب کا بوجھ قابیل کے سر پر ہوگا....... اس کے نفس نے اس کو زمین پر اللہ تعالیٰ کا سب سے پہلا نافرمان بنایا۔

لذتوں کا خوگر

ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ

النفس کالطفل

(نفس کی مثال بچے کی سی ہے)

یعنی جیسے بچے کے ذہن میں جو کوئی چیز آ جائے تو وہ ضد کرتا ہے کہ بس مجھے تو یہی چیز چاہیے۔ وہ اس مقصد کے لئے روتا ہے اور ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ اس شور و غل کرنے میں وہ چاہتا ہے کہ بس میرا مطلب پورا ہو جائے۔ اگر اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ یہ کھلونا لینا ہے تو پھر جو ہو جائے وہ اپنی ضد پوری کروائے گا۔ اب وہ ہوتا بھی پیارا ہے اور ضد بھی کر رہا ہوتا ہے۔ اس طرح بندہ مشکل میں پھنس جاتا ہے۔ بعض اوقات تو انسان اس کی خواہش کو پورا کر دیتا ہے لیکن ہر خواہش تو پوری نہیں کی جا سکتی۔ اسی طرح نفس بھی لذتوں کا خوگر ہے لیکن اس کو بھی ہر لذت نہیں پہنچائی جا سکتی۔

بادشاہ کی بے بسی

ایک بادشاہ کے ہاں بیٹا نہیں تھا۔انہوں نے اپنے وزیر سے کہا، بھئی! کبھی اپنے بیٹے کو لے آنا۔اگلے دن وزیر اپنے بیٹے کو لے کر آیا۔بادشاہ نے اسے دیکھا اور پیار کرنے لگا۔بادشاہ نے کہا، اچھا، اس بچے کو آج کے بعد رونے نہ دینا۔اس نے کہا، بادشاہ سلامت! اس کی ہر بات کیسے پوری کی جائے۔بادشاہ نے کہا، اس میں کونسی بات ہے، میں سب کو کہہ دیتا ہوں کہ بچے کو جس جس چیز کی ضرورت ہو، اسے پورا کر دیا جائے اور اسے رونے نہ دیا جائے۔

وزیر نے کہا، ٹھیک ہے، جی اب آپ اس بچے سے پوچھیں کہ کیا چاہتا ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے بچے سے پوچھا، تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا، ہاتھی۔بادشاہ نے کہا کہ یہ تو بڑی آسان فرمائش ہے۔چنانچہ اس نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ ایک ہاتھی لا کر بچے کو دکھاؤ۔وہ ہاتھی لے کر آیا۔بچہ تھوڑی دیر تو کھیلتا رہا لیکن بعد میں پھر رونا شروع کر دیا۔بادشاہ نے پوچھا، اب کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا، ایک سوئی چاہیے۔بادشاہ نے کہا، یہ تو کوئی ایسی بات نہیں۔چنانچہ ایک سوئی منگوائی گئی۔اس نے سوئی کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیا۔تھوڑی دیر کے بعد اس بچے نے پھر رونا شروع کر دیا۔بادشاہ نے کہا، ارے! اب تو کیوں رو رہا ہے؟ وہ کہنے لگا، جی اس ہاتھی کو سوئی کے سوراخ میں سے گزاریں......جس طرح بچے کی ہر خواہش پوری نہیں کی جا سکتی اسی طرح نفس کی بھی ہر خواہش پوری نہیں کی جا سکتی۔لہٰذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا کوئی علاج ہونا چاہیے۔اس کا علاج یہ ہے کہ اس کی

اصلاح ہو جائے۔

سب سے زیادہ خطرناک دشمن

شیطان ہمارا بیرونی دشمن ہے۔ وہ ہر وقت ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے۔ نہ تو اس کو کھانے پینے کی مصروفیت ہے اور نہ ہی سونے کی۔ ہم اسے بھول جاتے ہیں لیکن وہ ہمیں نہیں بھولتا۔ اس کا ایک ہی پراجیکٹ ہے۔ کئی مرتبہ تو اس کے ساتھ اس کے معاون شطونگڑے بھی ہوتے ہیں۔ گویا بندے کے اوپر ایک ٹیم کام کر رہی ہوتی ہے اور اندر سے یہ نفس ان کو خبریں دے رہا ہوتا ہے۔ گویا اندر کی سی آئی ڈی کرنا نفس کے ذمہ ہے۔ اب بتائیں کہ کام کتنا مشکل ہو چکا ہے...... جب بھی پتہ چلے کہ دشمن سے ہماری جنگ ہے مگر اس کے مخبر ہمارے اندر چھپے ہوئے ہیں تو ہر عقلمند آدمی یہ فیصلہ کرے گا کہ اندر والوں کو پہلے ٹٹولا جائے اور ان کو پہلے گرفتار کر لیا جائے تاکہ وہ بیرونی دشمنوں کو کچھ بتا نہ سکیں۔ جب یہ کوئی خبر ہی نہیں دے سکیں گے تو پھر ہمارے لئے لڑنا آسان ہوگا...... ہمارے مشائخ نے بھی یہی کہا ہے کہ اگر شیطان کے پیچھے بھاگتے پھریں گے تو فائدہ نہیں ہوگا جب تک کہ نفس اس کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اگر ہم اس (نفس) کو ٹھیک کر لیں گے اور یہ اس کے ساتھ تعاون چھوڑ دے گا تو پھر شیطان ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ لہٰذا ان دونوں میں سے زیادہ خطرناک انسان کا نفس ہے۔ جیسے کہتے ہیں نا ''دھوبی پٹڑا لگانا'' یعنی گرتے کا پتہ نہیں چلتا، اسی طرح یہ نفس بھی ایسا دھوبی پٹڑا لگاتا ہے کہ یہ آدمی کو گرا دیتا ہے۔ اس لئے اس سے بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جب انسان کا نفس یادِ الٰہی سے گھبرائے اور مخلوق کے ساتھ باتیں کرنے سے خوش ہو تو انسان سمجھ لے کہ اب اس کے علاج کی بہت ضرورت ہے۔

نفس انسانی اتنا خطرناک کیوں؟

نفس انسانی کے خطرناک ہونے کی دو وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ:

پہلی وجہ یہ ہے کہ نفس گھر کا چور ہے۔ جب چور گھر کے اندر رہتا ہو تو وہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے کیونکہ اس کے پاس زیادہ چانسز ہیں۔ وہ جب بھی موقع پائے گا نقصان پہنچائے گا۔ اسی لئے کہتے ہیں ''گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے''۔

دوسری وجہ:

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ انسان کا محبوب دشمن ہے۔ یعنی نفس ایک ایسا دشمن ہے جس کے ساتھ انسان کو محبت ہوتی ہے۔ جب کسی انسان کو اپنے دشمن سے محبت ہو جائے تو انسان بڑے آرام سے وار کھا لیتا ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ جب کوئی محبوب ہوتا ہے تو اس کی کوتاہیاں بھی نظر نہیں آتیں۔ کیونکہ محبت نام ہی اسی چیز کا ہے کہ محبوب کے عیب محب کی نگاہوں میں ختم ہو جاتے ہیں اور اسے اس کی ہر چیز اچھی نظر آتی ہے۔

چونکہ نفس گھر کا بھیدی اور محبوب دشمن ہے اس لئے یہ زیادہ خطرناک ہے۔ اسی لئے ہمارے مشائخ نے فرمایا:

نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا
بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

نفس کو مارنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نفس کو بالکل ختم کر دیا جائے۔ ایسا تو کبھی نہ ہوگا، بلکہ نفس کو مارنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو شریعت کی لگام ڈال کر قابو

میں کرلیا جائے۔اسی کونفس کشی کہتے ہیں۔

اب مسئلہ بڑا نازک ہے کہ ایک طرف تو نفس کے لئے اتنی قوت ہونا ضروری ہے کہ یہ نیک کام کر سکے اور دوسری طرف یہ اتنا کمزور ہو جائے کہ گناہ نہ کر سکے۔ اسی بیلنس کو رکھنے کا نام تزکیۂ نفس ہے۔ یہ بڑا مشکل کام ہے۔ اس کو قوت بھی چاہیے تاکہ یہ نیکی کر سکے لیکن اگر ذرا سی بھی قوت ملے گی تو گناہوں پہ جرأت کرے گا۔اس لئے ضروری ہوگا کہ یہ اتنا کمزور بھی ہو تاکہ گناہ نہ کر سکے۔

نفس کو کنٹرول کرنے کے طریقے

ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ نفس کو کنٹرول کرنے کی تین طریقے ہیں۔

پہلا طریقہ:

نفس کو کنٹرول کرنے کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ اس کو شہوات سے روکا جائے ..... آجکل کے نوجوان یہ سمجھتے ہیں کہ شہوت کا لفظ فقط Sex (جنس) کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ایسی بات نہیں ہے بلکہ عربی زبان میں یہ لفظ عام ہے۔شہوت کا لفظ ''اشتہا'' سے بنا ہے۔اور اشتہا کسی بھی چیز کی ہوسکتی ہے۔ مثلاً بعض لوگوں کو کھانے پینے کی بہت اشتہا ہوتی ہے۔ان کا جی ہر وقت یہ چاہتا ہے کہ یہ چیز کھائیں وہ چیز کھائیں، یہ چیز بنائیں وہ چیز بنائیں۔ کچھ لوگوں کو اچھے کپڑے پہننے کی شہوت ہوتی ہے۔وہ چاہتے ہیں کہ ہر وقت بن ٹھن کر اور سنور کر رہیں۔اچھی گاڑی ہو اور اکڑفوں میں چلیں۔بعض لوگوں میں اپنی خواہشات نفسانیہ پوری کرنے کی شہوت ہوتی ہے......تو پہلا کام شہوات کو توڑنا ہے۔یعنی جب انسان یہ محسوس کرے کہ کسی چیز میں رغبت زیادہ ہو رہی ہے اور وہ شریعت کے راستے میں رکاوٹ بن رہی

ہے تو پھر اس کو لگام ڈالیں۔ جتنا ہم خواہشات کو پورا کریں گے اتنا ہی نفس موٹا ہوگا اور جتنا اپنی خواہشات کو توڑیں گے اتنا ہی نفس کمزور ہوگا۔ اس کی مثال ایسے ہے کہ جیسے گھوڑا قابو میں نہ آتا ہو تو لوگ اس کو تھوڑا چارہ دیتے ہیں۔ جب اسے کئی دن بھوک ملتی ہے تو وہ پھر کمزور ہو جاتا ہے، پھر وہ سوار کو اپنے اوپر بیٹھنے بھی دیتا ہے اور سواری بھی کرنے دیتا ہے۔ اسی طرح نفس کے گھوڑے پر سواری کے لئے ضروری ہے کہ اسے خواہشات کی غذا تھوڑی دیں۔

دوسرا طریقہ:

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ نفس کے اوپر عبادات کا بوجھ خوب لاد دیں۔ یعنی بندہ اپنا معمول بنالے کہ وہ اپنے آپ کو نیکی میں مصروف رکھے۔ کیونکہ

An idle man`s brain is devil`s workshop.

(فارغ آدمی کا ذہن شیطان کی ورکشاپ ہوتی ہے)

اس لئے نفس کو فارغ نہ رکھے۔ جب کوئی گدھا قابو میں نہ آئے تو سب سے پہلے اس کو بھوکا رکھتے ہیں، پھر وہ لگام ڈالنے دیتا ہے، اس کے بعد اس پر ٹکا کر بوجھ لاد دیتے ہیں۔ پھر وہ بوجھ اٹھا کر آرام سے چلتا رہتا ہے۔ اسی طرح جب نفس پر عبادات کا بوجھ لاد دیں گے تو یہ خود بخود دین کے راستے پر گامزن رہے گا۔

۔لہٰذا اگر پہلے پانچ نمازیں پڑھتے ہیں تو اب تہجد بھی شروع کر دیجئے۔

۔اشراق بھی شروع کر دیجئے۔

۔چاشت بھی شروع کر دیجئے۔

۔اوابین بھی شروع کر دیجئے۔

۔پہلے قرآن پاک کا ایک پارہ پڑھتے ہیں تو اب دو پارے پڑھنا شروع کر

دیجئے۔

۔تسبیحات کا وقت بڑھا دیجئے۔

۔مراقبے کا وقت بڑھا دیجئے۔

تیسرا طریقہ:

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت سے دعا مانگتے رہیں کیونکہ نفس کی اصلاح اللہ رب العزت کی رحمت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ جیسے قرآن عظیم الشان میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ

(یوسف:۵۳)

(اور میں پاک نہیں کہتا اپنے نفس کو۔ بے شک نفس تو برائی سکھاتا ہے مگر جو رحم کر دیا میرے رب نے)

یہاں مَا رَحِمَ رَبِّیْ کے الفاظ انسانیت کے نام رب رحمٰن کا یہ بہت بڑا پیغام ہیں کہ جس پر اللہ رب العزت کا رحم ہوگا اس کا نفس اس کے قابو میں آئے گا۔

معلوم ہوا کہ پہلے دو کام کرنے کے بعد انسان ہاتھ اٹھائے اور اللہ رب العزت کے حضور دعا مانگے کہ اے میرے مالک! جو میں کر سکتا تھا میں نے اس کی کوشش کی ہے، اب تو رحمت فرما دے اور تیرے نفس کو نفس مطمئنہ بنا دے۔

حضرت تھانویؒ اور اصلاح نفس

حضرت اقدس تھانویؒ نے فرمایا کہ نفس کی اصلاح کے لئے تین کام کرنے ضروری ہیں۔

پہلا کام:

سب سے پہلا کام یہ کرے کہ مرشد کامل کی خدمت میں رہے کیونکہ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ انسان کا نفس اس کو کیسے ورغلاتا ہے۔ انسان مرشد کے سامنے اپنے آپ کو اس طرح پیش کر دے جیسے مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ وہ ان کو عرض کر دے کہ حضرت! آپ جو حکم کریں میں حاضر ہوں۔ یا جیسے کوئی اندھا اپنی لاٹھی کسی دوسرے کے ہاتھ میں پکڑا کر کہتا ہے کہ اسے پکڑ کر مجھے میرے گھر میں پہنچا دو۔ اسی طرح انسان اپنے آپ کو باطنی اعتبار سے اندھا سمجھے اور اپنی لاٹھی اپنے مرشد کے ہاتھ میں پکڑا دے۔ کیونکہ مرشد کامل ایک ایسی شخصیت ہوتی ہے جس نے اپنی زندگی عبادت الٰہی میں گزاری ہوتی ہے، وہ جانتے ہیں کہ راستے میں گڑھے کہاں کہاں آتے ہیں۔ اس لئے وہ آسانی سے ہمیں ہماری منزل تک پہنچا دیں گے۔

آپ نے اکثر تجربہ کیا ہوگا کہ اگر آپ کسی دوست کے گھر جائیں اور وہ آپ کو Directions (سمتیں) لکھوا دے تو آپ کو اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے کئی مرتبہ رکنا پڑتا ہے اور پوچھنا پڑتا ہے، حتیٰ کہ گم ہونا پڑتا ہے، مشکل سے جا کر پہنچتے ہیں، اور کبھی دیر سے پہنچنے کی وجہ سے فنکشن ہی رہ جاتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آپ کے اگلی سیٹ پر کوئی ایسا دوست بیٹھ جاتا ہے جو گھر کو جانتا ہے تو آپ کو اس وقت کوئی فکر نہیں ہوتی، نہ کسی سے پوچھنے کی ضرورت پڑتی ہے، نہ گھبراہٹ ہوتی ہے اور نہ دیر ہو جانے کی فکر ہوتی ہے، بس وہ آپ کو بتا دیتا ہے کہ اب یہاں سے دائیں مڑ جائیں اور یہاں سے بائیں طرف مڑ جائیں، حتیٰ کہ ایک جگہ جا کر کہہ دیتا ہے کہ بس اب یہاں بریک لگا دیں کیونکہ سامنے گھر آ گیا ہے۔

جو مرشد کامل ہوتا ہے اس کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔ چونکہ اس نے معرفت الٰہی کا یہ راستہ کسی شیخ کامل کی خدمت میں رہ کر طے کیا ہوتا ہے اور اس کی اونچ نیچ کو دیکھا ہوتا ہے اس لئے وہ سالک کو دونوں دشمنوں (نفس اور شیطان) سے بچا کر چلتا ہے اور اسے اس کی منزل (معرفت الٰہی) تک پہنچا دیتا ہے۔

کچھ لوگوں کو یہ بات بھی سمجھ نہیں آتی۔ وہ کہتے ہیں کہ مرشد کی کیا ضرورت ہوتی ہے؟ جس طرح استاد کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح مرشد کی ضرورت ہوتی ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

ہر آں کارے کہ بے استاد باشد
یقین دانی کہ بے بنیاد باشد

(ہر وہ کام جو بے استاد ہوتا ہے یقین کرلو کہ وہ بے بنیاد ہوتا ہے)

ایک اور مثال سے آپ کو یہی بات سمجھاتے ہیں۔ ایک طالبعلم امتحان کے پیپر دے رہا ہے۔ جب وہ اپنا پیپر حل کر لیتا ہے تو اس طالبعلم کی نظر میں وہ سو فیصد ٹھیک ہوتا ہے...... اگر اسے پتہ ہو کہ میں غلط لکھ رہا ہوں تو وہ لکھے ہی کیوں۔ وہ تو بیچارہ ساری ساری رات جاگ کر پڑھتا رہا، وہ اپنی دانست میں کیوں غلط لکھے گا، وہ تو چاہے گا کہ مجھے نمبر ملیں...... وہ جب پیپر ممتحن کے حوالے کر رہا ہوتا ہے تو اس کے خیال میں وہ پیپر سو فیصد ٹھیک ہوتا ہے لیکن وہی پیپر جب استاد کے ہاتھ میں جاتا ہے تو وہ کاٹے لگانا شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تو نے یہ بھی غلط لکھا، یہ بھی غلط لکھا، یہ بھی غلط لکھا، حتی کہ وہ تسلیم کرتا ہے کہ واقعی مجھ سے بڑی غلطیاں ہوئی ہیں۔

بالکل اسی طرح جب انسان اپنے عملوں کو دیکھتا ہے تو اس کی نظر میں اس کے

تمام اعمال سو فیصد ٹھیک ہوتے ہیں لیکن جب وہ شیخ کے پاس جاتا ہے تو وہ اسے بتاتا ہے کہ میاں! تمہارے اس عمل میں عجب تھا، اس میں تکبر تھا اور اس میں ریا تھی۔ پھر انسان تسلیم کرتا ہے کہ ہاں میرے اندر یہ سب چیزیں موجود تھیں۔ اسی لئے جب ڈاکٹر بیمار ہوتے ہیں تو وہ اپنا علاج خود نہیں کرتے بلکہ کسی دوسرے ڈاکٹر سے علاج کرواتے ہیں...... گویا انسان اگر اپنا معالج خود بن جائے تو اس کا اللہ ہی حافظ ہوتا ہے۔ اس لئے مرشد کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کو سمجھائے۔ کیونکہ نفس اپنے ہر کام میں کوئی نہ کوئی Justification (دلیل) دے گا۔ وہ کوئی الٹا کام بھی کرے گا تو اسے وہ درست ثابت کرنے کی کوشش کرے گا۔ شیخ اس کو شریعت وسنت کے مطابق مشورے دے گا، اس پر نظر رکھے گا اور روک ٹوک کرتا رہے گا جس کی وجہ سے وہ معرفت کی منازل طے کرتا چلا جائے گا۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ بس ہم برکت کے لئے بیعت ہوئے ہیں۔ نہیں، بلکہ اس بیعت کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ شیخ نے اس کی تربیت اور اصلاح کرنی ہوتی ہے۔ جب انسان ان کے ساتھ رابطہ ہی نہیں رکھے گا اور اپنے حالات بتائے گا ہی نہیں تو اس کی اصلاح کیسے ہوگی۔ اس لئے شیخ کے ساتھ رابطہ رکھنے پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ اپنے شیخ کے سامنے اپنی کتاب کو کھولیں تاکہ وہ آپ کو گائیڈ کرسکیں کہ کیا کرنا ہے۔

آج تو حالت یہ ہے کہ سالکین شیخ کو آکر خواب سناتے ہیں تو خواب کا وہ حصہ سنا دیتے ہیں جو نسبتاً زیادہ اچھا ہوتا ہے اور برے حصے کو گول کر جاتے ہیں۔ اگر ایک مریض ڈاکٹر سے اپنے مرض کو چھپائے اور خوش ہو کہ میں نے ڈاکٹر کو مرض کا پتہ ہی نہیں چلنے دیا تو نقصان کس کا ہوگا؟ نقصان اسی مریض کا ہوگا اور وہ

مر جائے گا، ڈاکٹر کو کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ اس لئے اپنی جو بھی کیفیت ہو، اچھی یا بری، اپنے شیخ کے سامنے بلا کم وکاست کہہ دینی چاہیے۔ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جس طرح بیٹی سے غلطی ہو جائے تو وہ اپنا سب کچھ اپنی ماں کے سامنے کھول دیتی ہے اسی طرح مرید کو چاہیے کہ وہ اپنا سب کچھ اپنے شیخ کے سامنے کھول دے کیونکہ ایک تو وہ اس کو سمجھائیں گے اور دوسرا وہ اللہ رب العزت کے حضور دعا بھی کریں گے اور ان کی دعا کی برکت سے اللہ رب العزت اس کو ان گناہوں سے محفوظ فرما دیں گے۔ اس لئے شیخ کی روک ٹوک پر دل تنگ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ بھی کبھی کبھی انٹی بائیوٹک دے دیتے ہیں...... صبح، دوپہر، شام۔ اس کے بغیر بخار نہیں اترتا۔ ہمارے مشائخ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر بغیر کسی غلطی کے شیخ انسان کو چوراہے میں کھڑا کر کے جوتے مارے تو مرید کا حق بنتا ہے کہ پھر جوتا اٹھا کر اپنے شیخ کے حوالے کرے۔ اس طرح اپنے آپ کو پیش کرے، پھر دیکھیں گے کہ اصلاح ہوتی ہے یا نہیں ہوتی۔ دین کے جتنے بھی بڑے بڑے حضرات گزرے انہوں نے اپنے مشائخ کی صحبت میں اسی طرح بیٹھ کر تربیت پائی۔

تربیتی سلسلہ کی ابتداء

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی تربیت اللہ رب العزت نے کی اور صحابہ کرامؓ کی تربیت نبی علیہ السلام نے کی۔ اس سے پتہ چلا کہ تربیت کا یہ سلسلہ اوپر سے چلا آرہا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے پاس ایک عورت آئی۔ وہ چھوٹے قد کی عورت تھی۔ جب وہ چلی گئی تو انہوں نے بتانا تھا کہ وہ چھوٹے قد کی ہے تو انہوں نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا۔ اور کہا کہ وہ جو اتنی سی ہے۔ نبی علیہ السلام نے ان کی اصلاح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا، عائشہ! تو نے ایک ایسی بات کہی کہ اگر اس بات کو

سمندر کے پانی میں ڈال دیا جائے تو وہ سارے سمندر کو کڑوا بنا دے....... یہ تربیت ہے....... مشائخ بھی اسی طرح آدمی کی تربیت کرتے ہیں۔

حضرت مرشد عالمؒ کے انداز تربیت کی ایک جھلک

ہمارے سلسلہ میں مشائخ ''چپ شاہ'' نہیں ہوتے۔ لیکن بعض جگہوں کے مشائخ چپ شاہ ہوتے ہیں۔ بس وہ بیٹھے رہتے ہیں اور ان کے مرید جو مرضی آئے کرتے پھریں وہ چپ ہی رہتے ہیں۔ اور ہمارے ہاں تو ویسے ہی ڈنڈا ہاتھ میں ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت مرشد عالمؒ مکہ مکرمہ میں تھے۔ وہاں ایک انجینئر صاحب کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ جب حضرتؒ حرم شریف سے نکلے تو حضرتؒ نے انہیں فرمایا کہ آگے چلو اور بتاؤ کہ کدھر جانا ہے۔ مگر انہوں نے کہا، حضرت! آپ ہی آگے چلیں، میں پیچھے سے آپ کو بتاتا رہوں گا۔ حضرتؒ نے آگے چلنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر دوراستے آ گئے۔ پھر حضرت نے پوچھا، بھئی! بتاؤ کدھر جانا ہے؟ انہوں نے کہا، حضرت! ادھر جانا ہے۔ حضرت نے فرمایا، تم آگے چلو۔ وہ کہنے لگے، نہیں حضرت! میں یہیں ٹھیک ہوں آپ آگے چلیں۔ اس دفعہ حضرت نے اکرام کر لیا۔ ذرا آگے چل کر پھر یہی صورتحال پیش آئی اور حضرت نے پوچھا، بھئی! کدھر جانا ہے؟ تو وہ کہنے لگے، حضرت! بائیں طرف جانا ہے۔ حضرت نے فرمایا، بھئی آگے چلو۔ وہ کہنے لگے، نہیں نہیں حضرت! میں پیچھے ہی ٹھیک ہوں آپ آگے چلیں۔ حضرتؒ کے پاس ڈنڈا تھا، حضرت نے اسے دکھاتے ہوئے فرمایا:

''تو میڈا پیر ایں یا میں تیڈا پیر آں''

(تم میرے شیخ ہو یا میں تمہارا شیخ ہوں)

تب جا کر کہیں اس کا دماغ سیدھا ہوا۔ پھر حضرت نے انہیں سمجھایا کہ بعض اوقات پیچھے چلنا ادب ہوتا ہے اور بعض اوقات آگے چلنے میں ادب ہوتا ہے۔

دوسرا کام:

دوسرا کام یہ ہے کہ انسان اپنے دشمنوں اور حاسدوں سے سبق سیکھے۔ کئی دفعہ اللہ تعالیٰ بندے کے اوپر تھانیدار مقرر کر دیتے ہیں۔ وہ تھانیدار اس پر ہر وقت تنقید کرتے رہتے ہیں کہ یہ بھی ٹھیک نہیں، یہ بھی ٹھیک نہیں، یہ بھی ٹھیک نہیں، یہ بندے کو لگتا تو برا ہے لیکن وہ اسے رکھتے ٹھیک ہیں۔ اگر یہ تھانیدار نہ ہوں تو بندہ بگڑ جائے۔ لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے۔ انسان جتنا زیادہ فضل وکمال والا ہوگا اسکے حاسد اتنے زیادہ ہوں گے۔ حضرت اقدس تھانویؒ کو اللہ نے کیا ہی فضل وکمال عطا کیا تھا، لوگ ان پر تنقید کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کو کتنا زیادہ فضل وکمال عطا کیا تھا، ان پر بھی لوگ تنقید کرتے تھے۔ اس دنیا میں سب سے زیادہ فضل وکمال نبی علیہ السلام کو حاصل ہوا اور دنیا میں سب سے زیادہ حاسد بھی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے تھے۔ اتنے حاسد تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو ان حاسدین کے شر سے پناہ مانگنے کے لئے طریقہ بھی بتا دیا اور فرمایا،

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ط

انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے حاسدین سے سیکھے۔ جب وہ کوئی تنقید کریں تو وہ اس تنقید سے سبق سیکھے اور اپنی اصلاح کرے۔ وہ اس طرح کہ جب وہ تنقید کریں تو وہ سوچے کہ انہوں نے مجھ پر جو تنقید کی ہے، اگر اس میں حقیقت ہے تو مجھے اپنی اصلاح کر لینی چاہیے۔ ہماری یہ حالت ہے کہ ہم ہر اس بندے کو پسند کرتے ہیں جو ہماری ہر بات کو ٹھیک کہے۔ گویا ہمیں Yes man اچھا لگتا ہے۔ اور جس

نے بھی کہہ دیا کہ یوں نہیں بلکہ یوں کرلیں، ہمیں اسی پر غصہ آجاتا ہے۔

تیسرا کام:

تیسرا کام یہ ارشاد فرمایا کہ انسان دوسرے لوگوں سے عبرت حاصل کرے۔ مثلاً کسی نے کوئی غلطی کی اور اس کی وجہ سے ذلت اور شرمندگی اٹھائی، اس سے آدمی سبق سیکھے کہ اس نے جب یہ کام کیا تھا تو اسے ذلیل ہونا پڑا تھا اس لئے میں یہ کام نہیں کروں گا۔ جو بندہ دوسروں سے عبرت پکڑتا ہے اس کی اصلاح جلدی ہوجاتی ہے اور جو بندہ دوسروں کے حالات وواقعات سے عبرت نہیں پکڑتا، کچھ دنوں کے بعد وہ خود تماشا بن جاتا ہے۔

ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جب انسان ان تین کاموں کو اپنائے گا تو اللہ رب العزت اس کے نفس کی اصلاح فرمادیں گے۔

روحانی پہلوان بننے کے لوازمات

یہ طے شدہ بات ہے کہ ماں کا پیٹ انسان کے جسم بننے کی جگہ ہے۔ اگر ماں کے پیٹ میں انسان کے جسم میں کوئی نقص رہ جائے اور بچہ ویسے ہی پیدا ہوجائے تو پوری دنیا کے ڈاکٹر مل کر بھی اس نقص کو دور نہیں کرسکتے۔ مثلاً جو بچہ ماں کے پیٹ سے نابینا پیدا ہو، دنیا کے ڈاکٹر اسے بینا نہیں کرسکتے۔ ماں کے پیٹ میں اگر ایک بچے کی انگلیاں نہ بنیں تو دنیا کے ڈاکٹر اس کی انگلیاں نہیں بناسکتے........ اسی طرح یہ زمین اور آسمان کا پیٹ انسان کی روحانیت کے بننے کی جگہ ہے، اگر اس میں کمی رہ گئی تو وہ قیامت کے دن پوری نہیں ہوسکے گی۔ اس لئے جب روز محشر منافق مرد اور عورتیں دیکھیں گے کہ ایمان والوں کے سروں پر ایمان کا نور ہے تو وہ ان سے

نورطلب کریں گے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ (الحدید:۱۳)

(منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے کہ ذرا ہماری طرف توجہ کیجئے تاکہ ہمیں بھی تمہاری اس روشنی سے فائدہ مل جائے)

مگر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا (الحدید:۱۳)

(ان سے کہا جائے گا کہ تم جاؤ اپنے پیچھے دنیا میں، پھر یہ نور تلاش کرو)

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ (الحدید:۱۳)

(پھران کے درمیان ایک دیوار بنادی جائے گی جسمیں ہوگا دروازہ)

ثابت ہوا کہ جس طرح جسمانی کمی دنیا میں آکر پوری نہیں ہوتی اسی طرح روحانیت میں جو کمی رہ جائے گی وہ آخرت میں جا کر پوری نہیں ہوگی۔

اس وقت ہم زمین اور آسمان کے درمیان ہیں، یہ پیٹ ہماری شخصیت اور روحانیت بننے کی جگہ ہے اس لئے کوشش کرنی چاہیے کہ ہمارے اندر سے اخلاق رذیلہ نکل جائیں اور ان کی جگہ اخلاق حمیدہ پیدا ہو جائیں۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جس طرح آدمی ارادہ کرے کہ جی میں پہلوان بنوں گا اور اس کے بعد وہ اپنے آپ کو اس کام کے لئے فارغ کرلے، روزانہ ورزش کرے، اور اچھا کھائے پیے تو روزانہ کی ورزش اور اچھی خوراک کے استعمال کے ایک دو سال بعد وہ آدمی پہلے سے زیادہ مضبوط اور صحتمند ہو جائے گا۔ اسی طرح انسان محنت کے ذریعے

ولایت بھی حاصل کرسکتا ہے۔ اگر ایک آدمی نیت کرلے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا ولی بننا ہے اور اس کے بعد وہ لوہے کا لنگوٹ باندھ لے۔

......اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے،

......اپنی زبان کی حفاظت کرے،

......اپنی آنکھوں کی حفاظت کرے،

......اپنے دل ودماغ کی حفاظت کرے اور

......جن جن اعضاء سے گناہ سرزد ہوتے ہیں ان کی حفاظت کرے

تو یقیناً کچھ عرصہ کے بعد وہ انسان روحانی طور پر پہلوان بن جائے گا، بلکہ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ وہ اللہ کا ولی بن جائے گا۔

ولایت کی قسمیں

یاد رکھیں کہ ولایت ایک کسبی چیز ہے اور نبوت وہبی چیز ہے۔ کسبی چیز اس چیز کو کہتے ہیں جو محنت کرکے حاصل کی جاسکے اور وہبی چیز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے فضل وکرم سے بندے کو عطا ہو جائے۔ کوئی بھی بندہ اگر اللہ کا ولی بننا چاہے تو وہ بن سکتا ہے۔

ولایت دو طرح کی ہوتی ہے۔

◎ **ولایت عامہ:**

ولایت عامہ ہر کلمہ پڑھنے والے کو حاصل ہوتی ہے۔ یعنی جس نے بھی کلمہ پڑھا ہے وہ اللہ کا دوست ہے۔ چنانچہ قرآنی فیصلہ ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (البقرۃ:۲۵۷)

(اللہ دوست ہے ایمان والوں کا)

مثال کے طور پر اگر یہ پوچھا جائے کہ اس مجمع میں اللہ کا دشمن کون ہے تو کوئی بھی کھڑا نہیں ہوگا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہاں اللہ کا دشمن کوئی نہیں بلکہ سب اللہ کے دوست ہیں۔

◉ ولایت خاصہ:

ولایت خاصہ یہ ہوتی ہے کہ انسان کے جسم سے گناہ سرزد نہ ہوں اور اس کے سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک پورے جسم پر اللہ رب العزت کے احکام لاگو ہو جائیں۔ جو انسان ایسا متقی بن جائے اس کے متعلق قرآن عظیم الشان کا فیصلہ ہے:

اِنْ اَوْلِيَآءُهٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (الانفال:۳۴)

(اس کے ولی وہی ہوتے ہیں جو متقی ہوتے ہیں)

ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ولایت خاصہ عطا فرما دیتے ہیں۔ جیسے انسان کے بہت سے واقف کار ہوتے ہیں لیکن جگری یار قسم کے لوگ تھوڑے ہوتے ہیں، اسی طرح جس آدمی نے کلمہ پڑھ لیا وہ سب کے سب اللہ کے نیک بندوں میں شامل ہو جاتے ہیں، لیکن جو لوگ متقی اور پرہیزگار بن جاتے ہیں ان کو ولایت خاصہ حاصل ہو جاتی ہے، یہ ولایت خاصہ حاصل کرنے کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے۔ اس محنت کا نام تزکیۂ نفس ہے۔

اصلاح نفس کے لئے سب سے بہترین کام

یہ بات نوٹ کر لیں کہ سب مجاہدوں سے بڑا مجاہدہ ہر حال میں شریعت پر عمل کرنا ہے۔ انسان جو مجاہدے اپنی مرضی سے کرتا ہے وہ اس کے نفس کے لئے بڑے آسان ہوتے ہیں لیکن ہر حال میں شریعت کی پابندی کرنا نفس پر بہت بوجھل

ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک صاحب اس عاجز سے ملنے کے لئے آئے۔ وہ جوان تھے۔ وہ پچھلے بائیس سالوں سے متواتر صائم الدھر (روزانہ روزہ رکھنے والے) تھے۔ جب انہوں نے عاجز کو بتایا تو پاس بیٹھنے والے متعلقین بڑے حیران ہوئے۔ میں نے کہا، یہ کام آسان ہے۔ وہ کہنے لگے، جی وہ کیسے؟ میں نے کہا کہ ان سے کہیں کہ ایک دن روزہ رکھے اور دوسرے دن افطار (ناغہ) کرے۔ جب انہوں نے ان سے یہ بات کی تو وہ کہنے لگے کہ جی کام مشکل ہے۔ پھر میں نے انہیں سمجھایا کہ ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھنا سنت ہے، اسی لئے اس کو مشکل نظر آرہا ہے کیونکہ صائم الدھر رہنا آسان ہے اور ایک دن کے وقفہ سے روزہ رکھنا بہت مشکل کام ہے۔ جس طرح لوگ صبح وشام کھانے کی عادت بنا لیتے ہیں اسی طرح اس نے سحری اور افطاری کے وقت کھانے کی عادت بنالی تھی، اس لئے اس کے لئے آسان تھا۔ لہٰذا یہ اصول ذہن نشین کرلیں کہ ہر حال میں سنت وشریعت پر عمل کرنے سے زیادہ بوجھل کام نفس کے لئے کوئی نہیں ہوتا۔ لہٰذا نفس کی جتنی اصلاح اس کام سے ہوتی ہے اور کسی کام سے اتنی اصلاح نہیں ہوتی۔ اسی لئے امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے لکھا ہے کہ دوپہر کے وقت سنت کی نیت سے تھوڑی دیر قیلولہ کی نیت سے سوجانے پر وہ اجر ملتا ہے جو کروڑہا نفلی شب بیداریوں پر بھی نہیں مل سکتا۔ تو اصول یہ بنا کہ اللہ کا ولی وہ ہوتا ہے جو ہر حال میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پر عمل کرتا ہے۔ یقیناً اس بندے کی طبیعت سنت کے مطابق ڈھل جاتی ہے۔ عام آدمی کو سنت پر عمل کرنے کے لئے تکلف کرنا پڑتا ہے لیکن اللہ والوں کو کوئی تکلف نہیں کرنا پڑتا۔

مستقل مزاجی کی ایک جھلک

ایک صاحب پوچھنے لگے، حضرت! کیا آپ میٹھی چیز استعمال نہیں کرتے۔ میں نے کہا، جی ہاں میں زیادہ بھاگ دوڑ نہیں سکتا، ورزش نہیں کرسکتا اس لئے ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ آپ پرہیز کریں، اس لئے میں پرہیز کرتا ہوں۔ وہ کہنے لگے، پھر تو آپ کے لئے بڑا مشکل ہوتا ہوگا، میں نے کہا، اللہ بھلا کرے ہمارے مشائخ کا کہ انہوں نے ایسی محنت کرنے کا سلیقہ سکھا دیا کہ جب سے ڈاکٹروں نے کہا میٹھی چیز استعمال نہیں کرنی اس کے بعد سے کبھی دل میں طلب بھی پیدا نہیں ہوئی۔ تصوف وسلوک کی محنت انسان کو ایسا مستقل مزاج بنا دیتی ہے۔ گویا ذکر کی محنت سے مشائخ نفس کو لگام ڈال دیتے ہیں۔ پھر انسان لذتوں کا خوگر نہیں بنتا بلکہ سنت ہی ہر وقت اس کے پیش نظر رہتی ہے، اس کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا، پھرنا ہر چیز سنت کے مطابق ہو جاتی ہے۔ یہ سدھایا ہوا انسان اللہ کا ولی کہلاتا ہے۔ جبکہ ہم سمجھتے ہیں کہ ولی وہ ہوتا ہے جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں۔ حالانکہ کرامتوں کا صادر ہونا تو بڑا آسان کام ہوتا ہے۔ یہ کام تو جوگی اور ہندوؤں سے بھی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کالے علم والے بھی کیا کیا شعبدے دکھا دیتے ہیں۔ یہ سب کام آسان ہیں مگر ان میں ظلمت ہوتی ہے اور اس سے ایمان کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ جب وہ پھنستے ہیں تو پھر ہمارے پاس آتے ہیں۔ ہمیں آج تک کبھی جن کا عمل کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ بلکہ ہمیں تو پتہ ہی نہیں کہ کیسے کرتے ہیں۔ جنوں کے عامل پھنس کر ہمارے ہاں آجاتے ہیں۔ اللہ کی شان دیکھئے کہ ہمیں پتہ ہی نہیں ہوتا کہ آدمیوں کے جن ہمارے پاس آکر کیسے نکل جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مرشد عالمؒ فرمایا کرتے تھے:

"کامل بننا، عامل نہ بننا"

ایسی چیزیں تو اس تصوف وسلوک والے راستے کی گری پڑی چیزیں ہیں اور اصل چیز یہ ہے کہ ہر حال میں شریعت وسنت کے مطابق زندگی بسر ہو رہی ہو۔ یہی اصل مقصود ہے۔

شریعت کی لگام

ذکر وسلوک کا مقصد ذکر کی لذتیں حاصل کرنا نہیں ہے۔ ہمارے مشائخ ہمیں عبداللطف نہیں بناتے بلکہ عبداللطیف بناتے ہیں۔ وہ ہمیں لذتوں کا خوگر نہیں بناتے بلکہ سنتوں کی پیروی کرنے والا بناتے ہیں۔ گویا وہ ہمیں سکھاتے ہیں کہ نفس ایک منہ زور گھوڑا ہے اس کو شریعت کی لگام دے دو۔ جب اسے شریعت کی لگام مل جائے گی تو سمجھنا کہ اب یہ قابو میں آ چکا ہے..... اب اس پر سواری کرو اور اللہ کے قرب کے مقامات کی سیر کرو۔

شریعت کی خادمہ

جو انسان یہ سمجھے کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت اور چیز ہے وہ پکا جاہل ہے۔ دل کے کان کھول کر سن لیں کہ جو کچھ بھی ہے وہ شریعت میں ہے۔ طریقت تو شریعت کی خادمہ ہے۔ یہ غلط فہمی دور کر لینی چاہیے۔ آجکل تو لوگ اسی بندے کو ولی سمجھتے ہیں جو انہیں کوئی الٹا سیدھا کام کر کے دکھا دے۔

تلوین احوال

ایک عام آدمی اور اللہ کے ولی میں یہ فرق ہوتا ہے کہ عام آدمی بھی بڑے بڑے کام کر جاتا ہے لیکن اس کو استقامت نصیب نہیں ہوتی۔ لہٰذا ایک وقت میں وہ

ایسی نماز پڑھے گا جیسی وقت کا ابدال پڑھتا ہے اور اگلی نماز ایسی پڑھے گا جیسی وقت کا فاسق فاجر پڑھ رہا ہوتا ہے۔اس کی کیفیات میں بڑی اونچ نیچ ہوتی ہے کبھی تواس کی تو اللہ تعالیٰ سے ایسی لو لگی ہوتی ہے کہ اس کے سامنے گڑگڑا کر مناجات کر رہا ہوتا ہے اور آدمی کو اس پر رشک آتا ہے اور کبھی وہی کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو رہا ہوتا ہے۔تو مبتدی سالک کی کیفیات ادلتی بدلتی رہتی ہیں۔ اس کو''تلوین احوال'' کہتے ہیں۔لیکن صاحب نسبت لوگ ''صاحب تمکین'' ہوتے ہیں۔ ان کو استقامت حاصل ہوتی ہے۔وہ ہر حال میں ایک ہی راستہ پر چل رہے ہوتے ہیں، دیس یا پردیس اور خوشی یا غمی کے حالات ان کے معمولات میں رکاوٹ نہیں بنتے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم الشان میں فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (حٰمٓ السجدہ:۳۰)

(بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر ڈٹے رہے)

استقامت اللہ رب العزت کو بہت پسند ہے۔ اور یہ استقامت اصلاح نفس کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

نفس کی مکاریاں

اگر نفس کی اصلاح نہ کی جائے تو یہ نفس انسان کے ساتھ اسی طرح کھیلتا ہے جیسے بچے گیند کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ یہ الٹے کام کر Justifications (حجتیں) پیش کرتا ہے۔ ایک صاحب رشوت لیتے تھے۔ کسی نے اس سے کہا، بھئی! رشوت کیوں لیتے ہو؟ وہ کہنے لگا، جی میں اپنے لئے تو نہیں لیتا، میں نے تو دو روٹیاں ہی کھانی ہوتی ہیں، میں یہ سب کچھ بچوں کے لئے کرتا ہوں کیونکہ ان کے لئے بھی تو کچھ لانا فرض ہے نا، اب دیکھو کہ نفس نے اسے کیسے بہکایا۔

اگر معاملہ نفس پر چھوڑ دیا جائے تو پھر آدمی جو بڑے سے بڑا گناہ کر رہا ہوتا ہے اس کے لئے بھی نفس کوئی نہ کوئی Logic (دلیل) پیش کر دے گا۔ خود چور کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم ساری رات جاگے اور بہت زیادہ خوف اور ڈر کے ساتھ چوری کی اس لئے ہماری بھی تو محنت کی کمائی ہے نا۔

دو طالبعلم تھے۔ ایک عمر میں بڑا تھا اور دوسرا چھوٹا۔ استاد نے بڑے سے پوچھا، تمہیں کس نے پیدا کیا؟ وہ کہنے لگا، ماں باپ نے۔ پھر استاد نے چھوٹے سے پوچھا کہ تمہیں کس نے پیدا کیا؟ اس نے کہا، اللہ نے۔ استاد اس پر بڑا خوش ہوا اور بڑے کو شرم دلائی کہ تو بڑا ہے، چھوٹے نے تو صحیح جواب دیا لیکن تو نے غلط۔ وہ کہنے لگا، جی اصل میں میں پہلے پیدا ہوا تھا اور یہ ابھی ابھی پیدا ہوا ہے، اس لئے اس کو یاد رہا اور میں بھول گیا ہوں۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ نفس انسان کو کوئی نہ کوئی Logic (دلیل) پیش کر دیتا ہے۔ حتی کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوگا اور نفس اسے کہہ رہا ہوگا کہ نہیں تو ٹھیک کر رہا ہے نوجوان توبہ تائب ہوتے ہیں وہ خود آکر بتاتے ہیں کہ ہم گناہ کبیرہ کے مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے کہہ رہے ہوتے ہیں کہ دنیا کی محبت گندی ہوتی ہے اور ہماری محبت تو سچی ہے۔

یہ ایک بری سی مثال ہے لیکن سمجھانے کے لئے بتا رہا ہوں۔ کالج کے ایک پروفیسر صاحب تھے۔ Co-education (مخلوط تعلیم) کی وجہ سے کسی لڑکی کے ساتھ اس کے تعلقات بن گئے۔ ان ناجائز تعلقات کی وجہ سے وہ لڑکی حاملہ ہو گئی۔ اس کی بڑی بدنامی ہوئی۔ کسی اور پروفیسر نے اس کو شرم دلائی کہ اگر تو نے بدکاری کرنی ہی تھی تو احتیاط ہی کر لیتا، عزل ہی کر لیتا تاکہ حمل نہ ٹھہرتا۔ وہ کہنے لگا

، ہاں، خیال تو مجھے بھی آیا تھا لیکن بعض علما نے اس کو مکروہ لکھا ہے۔

بیعت کی ضرورت واہمیت

نفس کی ان مکاریوں سے بچنے کے لئے اس کی اصلاح بہت ضروری ہے۔ اور اس کی اصلاح حاصل کرنے کے لئے انسان کو کسی نہ کسی مربی کے ساتھ تعلق جوڑنا پڑتا ہے، جسے بیعت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہوں پر لِمَ کا لفظ استعمال کیا، اس کا مطلب ہے ''کیوں''۔ اللہ تعالیٰ نے یہ لِمَ کا لفظ ارشاد فرما کر نبی علیہ السلام کی تربیت فرمائی۔

جہاں نبی علیہ السلام کے لئے لِمَ کا لفظ استعمال ہوا، وہاں اس لفظ سے یا تو پہلے مغفرت کا اعلان فرمایا یا بعد میں۔ جیسے فرمایا:

يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (التحریم:۱)

(اے محبوب! آپ نے اپنے اوپر اس چیز کو کیوں حرام کرلیا جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال قرار دیا)

یہاں وَ اللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ کے الفاظ کے ذریعے معافی کا اعلان ساتھ ہی کر دیا۔

اور کہیں پر پہلے معافی کا اعلان فرمایا اور بعد میں لِمَ کا لفظ ارشاد فرمایا:

عَفَا اللَّهُ عَنكَ ۚ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ (التوبہ :۴۳)

(اللہ آپ کو معاف کردے، آپ نے کیوں اجازت دی)

پہلے یا بعد میں معافی کا اعلان اس لئے فرمایا کہ اللہ رب العزت جانتے تھے کہ محبوب ﷺ کے دل میں عظمت الٰہی اور خشیت الٰہی اتنی ہے کہ اگر معافی کے

اعلان کے بغیر لِمَ کے لفظ سے خطاب کیا تو محبوب کے لئے شاید برداشت کرنا مشکل ہو جائے گا۔

اور جہاں ایمان والوں کی تربیت کے لئے قرآن مجید میں لِمَ کا لفظ استعمال فرمایا وہاں معافی کا اعلان نہیں فرمایا گیا۔ مثلاً

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ (الصّف:۲،۳)

(اے ایمان والو! کیوں کرتے ہو جو کرتے نہیں۔ بڑی بیزاری کی بات ہے اللہ کے ہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو)

اس لئے کہ اگر مانو گے تو رحمت کا حصہ ملے گا اور اگر نہیں مانو گے تو پھر تمہاری پٹائی کی جائے گی ......ان آیات سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ انسان کو تربیت حاصل کرنی چاہیے ورنہ خواہشات انسان پر غالب آجاتی ہیں۔ حتیٰ کہ انسان اپنے بس میں نہیں رہتا۔

خواہشات کا محور و مرکز

کسی کتاب میں میں نے پڑھا کہ کسی سے پوچھا گیا کہ تمہاری پسندیدہ آیت کونسی ہے؟ اس نے کہا:

كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا (المرسلت:۴۳)

(کھاؤ اور پیو)

اس نے پھر پوچھا کہ تمہاری پسندیدہ دعا کونسی ہے؟ وہ کہنے لگا،

رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ (المائدۃ:۱۱۴)

(اے ہمارے پروردگار! ہمارے اوپر آسمان کے خوان نازل فرما)

اس نے پھر سوال کیا کہ اچھا، تم یہ بتاؤ کہ تمہاری پسندیدہ سنت کونسی ہے؟ وہ کہنے لگا، کھانے کی پلیٹ کو اچھی طرح صاف کرنا۔

اس نے پھر کہا کہ تم اللہ کا کوئی پسندیدہ حکم بھی سنا دو۔ وہ کہنے لگا کہ میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ حکم یہ ہے۔

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ (النساء:۳)

(پس تم نکاح کرو ان عورتوں سے جو تمہیں پسند ہوں)

جی ہاں، جب انسان نفس کے ہاتھوں کھلونا بنتا ہے تو اس کی خواہشات بھی اسی طرح کی بن جاتی ہیں۔ اس کی خواہشات کا محور و مرکز دنیاوی لذات بن جاتی ہیں۔

مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم نے اپنی کتاب ''تراشے'' میں ''اشعب طامع'' نامی شخص کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کا غلام تھا۔ اس کے اندر طمع بہت زیادہ تھا۔ وہ اپنے زمانے کا نامی گرامی طامع تھا۔ حتیٰ کہ اس کی یہ حالت تھی کہ اس کے سامنے اگر کوئی آدمی اپنا جسم کھجاتا تھا تو وہ سوچ میں پڑ جاتا تھا کہ شاید یہ کہیں سے کچھ دینار نکال کر مجھے ہدیہ کر دے گا...... وہ خود کہتا تھا کہ جب میں دو بندوں کو سرگوشی کرتے دیکھتا تھا تو میں ہمیشہ یہ سوچا کرتا تھا کہ ان میں سے شاید کوئی یہ وصیت کر رہا ہو کہ میرے مرنے کے بعد میری وراثت اشعب کو دے دینا۔

جب وہ بازار میں سے گزرتا اور مٹھائی بنانے والے لوگوں کو دیکھتا تو ان سے کہتا کہ بڑے بڑے لڈو پیڑے بناؤ۔ وہ کہتے کہ ہم بڑے لڈو کیوں بنائیں؟ وہ کہتا کہ کیا پتہ کہ کوئی خرید کر مجھے ہدیے میں ہی دے دے۔

ایک مرتبہ اس کو لڑکوں نے گھیر لیا۔ حتیٰ کہ اس کے لئے جان چھڑانا مشکل ہو

گیا۔ بالآخر اس کو ایک ترکیب سوجھی۔ وہ لڑکوں سے کہنے لگا، کیا تمہیں پتہ نہیں ہے کہ سالم بن عبداللہ کچھ بانٹ رہے ہیں، تم بھی ادھر جاؤ شاید کچھ مل جائے۔ لڑکے سالم بن عبداللہ کی طرف بھاگے تو پیچھے سے اس نے بھی بھاگنا شروع کر دیا۔ جب سالم بن عبداللہ کے پاس پہنچے تو وہ تو کچھ بھی نہیں بانٹ رہے تھے۔ لڑکوں نے اشعب سے کہا کہ آپ نے تو ہمیں ایسے ہی غلط بات کر دی۔ وہ کہنے لگا کہ میں نے تو جان چھڑانے کی کوشش کی تھی۔ لڑکوں نے کہا کہ پھر تم خود ہمارے پیچھے پیچھے کیوں آگئے؟ کہنے لگا کہ مجھے خیال آیا کہ شاید وہ کچھ بانٹ ہی رہے ہوں۔

کمیونزم اور نفس کی کارفرمائی

یہ جو "کمیونزم" دنیا میں آیا اس کے پیچھے بھی انسان کا نفس کارفرما تھا۔ نعرہ یہ لگا کہ روٹی، کپڑا، مکان غریبوں کو دیں گے۔ اس نعرے کی وجہ سے ایک نظام بنایا گیا، جس کا مقصد یہ تھا کہ ہم ہمیشہ کے لئے حاکم اور تم ہمیشہ کے لئے محکوم۔ ان کو غریب اور امیر کا فرق ختم کرنے کے لئے مساوات قائم کرنی تو ضرور نظر آئی مگر خود ساری زندگی حاکم بننے کے مستحق رہے...... دیکھیں کہ نفس نے کیسا دھوکا دیا ...... نتیجہ یہ نکلا کہ ستر سال کے بعد اس نظام کو خود اس کے ماننے والوں نے دنیا سے ختم کر دیا۔

حقیقی مجاہد کون؟

حدیث پاک میں آیا ہے کہ کسی نے نبی علیہ السلام سے پوچھا، مجاہد کون ہے؟ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ

(مجاہدہ وہ ہوتا ہے جو اللہ کی اطاعت کے معاملہ میں اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کرے)

یہ مجاہدہ ہر ایک کو کرنا پڑتا ہے۔ اپنی پسند کی چیزیں چھوڑ کر ہر حال میں شریعت وسنت پر عمل کر کے دل کی ایسی کیفیت حاصل کر لینا ضروری ہے جس میں شریعت پر چلنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

- اس کی ایک سادہ سی مثال یوں سمجھئے کہ جو لوگ نمازی ہوتے ہیں اور مسجد میں آنے جانے کے عادی ہوتے ہیں، ان کو اگر کہیں کہ زمین پر بیٹھ جائیں تو ان کیلئے زمین پر بیٹھنا بڑا آسان ہے، بلکہ ان کو اگر آپ صوفے پر بیٹھنے کو کہیں تو وہ کہتے ہیں کہ نہیں زمین پر بیٹھنا اچھا لگتا ہے۔ لیکن اگر کسی غیر مسلم انگریز سے کہیں کہ جی زمین پر بیٹھ جائیں تو اس کو جان کے لالے پڑ جائیں گے۔ وہ زمین پر بیٹھ ہی نہیں سکے گا۔
- ہمیں کئی مرتبہ ایسے تجربے ہوئے۔ ایک مرتبہ کچھ ایسے ہی لوگ ہمیں ملنے آئے، ہم نے ان کو پیشکش کر دی کہ ہم نیچے بیٹھے ہیں آپ بھی یہیں بیٹھ جائیں۔ وہ کہنے لگے کہ ہم بیٹھ ہی نہیں سکتے کیونکہ ہماری ٹانگیں اس طرح بیٹھنے کی عادی ہی نہیں ہیں۔ تو میرے دل میں بات آئی کہ اللہ والے شریعت پر عمل کر کے ایسے بن جاتے ہیں کہ ان کو شریعت پر عمل کرنے میں راحت محسوس ہوتی ہے۔

پروردگار عالم کی ستاری کی تعریف

میرے دوستو! اگر گناہوں سے بو آیا کرتی تو شاید کوئی آدمی بھی ہمارے پاس آ کر نہ بیٹھتا۔ یہ تو پروردگار کی طرف سے ستر پوشی ہے کہ اس نے ہماری اصلیت کو

چھپا دیا ہے۔ایک بزرگ بہت ہی پیاری بات ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ مجھے وہ بات بہت اچھی لگتی ہے۔فرماتے تھے کہ اے دوست! جس نے تیری تعریف کی اس نے درحقیقت تیرے پروردگار کی ستاری کی تعریف کی جس نے تجھے چھپایا ہوا ہے اور تیری گندگیوں کے باوجود لوگ تیری تعریفیں کرتے پھرتے ہیں۔لہٰذا جو ہماری تعریفیں کررہا ہوتا ہے وہ ہماری تعریفیں نہیں کررہا ہوتا بلکہ وہ اس پروردگار کی صفت ستاری کی تعریفیں کررہا ہوتا ہے۔ یہ تو پروردگار کی رحمت ہے کہ اس نے پردے ڈالے ہوئے ہیں۔ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے فائدہ اٹھائیں اور قبل اس کے کہ یہ مہلت ختم ہو جائے اپنے نفس کی اصلاح کرلیں۔ ورنہ جو صاحب نظر ہوتے ہیں وہ بندے کی باطنی کیفیت کو محسوس کرلیتے ہیں۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی فراست ایمانی

ایک مرتبہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔اسی اثنا میں ایک آدمی ان کے پاس آیا۔آپ نے اسی وقت فرمایا:

لوگوں کو کیا ہو گیا کہ بے محابہ ہمارے پاس چلے آتے ہیں اور ان کی نگاہوں سے زنا ٹپکتا ہے۔

یہ سن کر آنے والے نے تسلیم کیا کہ حضرت! واقعی مجھ سے راستے میں بدنظری ہوگئی تھی ....جی ہاں، اللہ والوں کو تو اعضاء سے بھی پتہ چل جاتا ہے کہ یہ نجس ہیں، کیونکہ جس عضو سے بھی گناہ ہوتا ہے وہ نجس ہو جاتا ہے۔

زنا کے اثرات

ایک مرتبہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے ایک نوجوان کو غسل کرتے ہوئے دیکھا تو

ان کو محسوس ہوا کہ اس کے مستعمل پانی میں زنا کے اثرات دھل کر جا رہے ہیں۔ وہ آدمی تھوڑی دیر کے بعد آپ کے پاس کسی وجہ سے آیا۔ آپ نے اس کو اچھے انداز سے سمجھایا اور تنبیہ کی۔ اس نے کہا، واقعی مجھ سے گناہ ہوا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں اور آج سے میں سچی توبہ کرتا ہوں۔ اس دن کے بعد امام صاحب نے فتویٰ دے دیا کہ مستعمل پانی سے وضو کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ جب انسان وضو کرتا ہے تو اس وقت اس کے گناہ جھڑتے ہیں۔ اللہ والوں کو ان گناہوں کے اثرات نظر آجاتے ہیں۔ اسی طرح جب انسان غسل جنابت کرتا ہے تو اللہ والوں کو پتہ چل جاتا ہے کہ کہیں اس کے پانی میں گناہوں کے اثرات تو نہیں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اللھم ارنا حقائق الاشیاء کما ھی

(اے اللہ! ہمیں چیزوں کی حقیقت دکھا دیجئے جیسا کہ وہ ہے)

اسی طرح اللہ والوں کو بھی اللہ رب العزت چیزوں کی حقیقت دکھا دیتے ہیں۔

ایک عجیب معمول

کتابوں میں لکھا ہے کہ علامہ ابن دقیقؒ اور شیخ تاج الدین سبکیؒ کی یہ عادت تھی کہ جب وہ اپنے گھر سے مسجد کی طرف نماز پڑھنے کے لئے جاتے تھے تو اپنے چہرے پر پردہ ڈال لیتے تھے۔ لوگ بڑے حیران ہوتے تھے کہ یہ ان کی عجیب عادت ہے۔ ایک دن ایک آدمی نے پوچھ ہی لیا کہ حضرت! کیا وجہ ہے کہ آپ اپنی چادر سے اپنے چہرے کو ڈھانپ کر آتے ہیں؟ یہ سن کر انہوں نے اپنی وہ چادر اس کے اوپر ڈال دی۔ اس کے بعد جب اس نے ادھر ادھر دیکھا تو لوگ اسے بگڑی

ہوئی شکلوں میں نظر آئے۔ کسی کی شکل کتوں جیسی، کسی کی بندروں جیسی اور کسی کی خنزیروں جیسی تھی۔

خواہشات کی پیاس

میرے دوستو! انسانی نفس لذتوں کا خوگر ہے کیونکہ مشائخ نے فرمایا ہے کہ نفس بچے کی مانند ہے۔ جس طرح بچہ ایک چیز کے بعد دوسری چیز مانگتا ہے اور دوسری کے بعد تیسری چیز مانگتا ہے، وہ مانگتا رہتا ہے، اس کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ اسی طرح نفس کا بھی یہی حال ہے۔ اس لئے اگر کوئی بندہ یہ سوچے کہ اگر میں نفس کی خواہش کو پورا کرلوں تو وہ نفس مطمئن ہو جائے گا تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ نفس ہرگز مطمئن نہیں ہوگا بلکہ ایک خواہش دوسری خواہش کو جنم دے گی، دوسری خواہش تیسری کو جنم دے گی اور تیسری خواہش چوتھی خواہش کا دروازہ کھولے گی۔ یہ پیاس کبھی نہیں بجھتی۔

یورپ میں زنا بالجبر......!!!

یورپ کے اندر ایسے کلب بنے ہوئے ہیں جن میں گناہ کرنے کے مواقع عام ہیں لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ وہاں زنا بالجبر ہوتا ہے۔ جب ان سے انٹرویو لیا گیا کہ تم ایسا کام کیوں کرتے ہو حالانکہ تمہیں ہر تقاضا پورا کرنے کے لئے جگہیں میسر ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ ہم رضامندی سے خواہش کو پورا کر کر کے اکتا گئے ہیں، چنانچہ ہم نے سوچا کہ روٹین سے ہٹ کر کوئی کام کرنا چاہیے، اس لئے زنا بالجبر کے مرتکب ہوئے۔ اس سے پتہ چلا کہ انسان کا نفس تو کچھ نہ کچھ ڈھونڈتا ہی رہتا ہے۔ اس لئے اس نفس کی اصلاح ہی اس کا علاج ہے۔

بہن سے نکاح

نفس انسان کو بڑے دھوکے دیتا ہے۔ ''قرامطیہ'' نامی ایک فرقہ گزرا ہے۔ اس کے بانی کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ اس کا ایسا دماغ خراب ہوا کہ اس نے اپنے پیروکاروں سے کہا کہ تم اپنی بہن سے نکاح کر سکتے ہو۔ اس پر وہ یہ دلیل دیتا تھا کہ بہن چونکہ بچپن سے لے کر بڑے ہونے تک ایک ساتھ رہتی ہے اور جتنا وہ بندے کی زندگی کو جانتی ہے اتنا اور کوئی نہیں جانتی اس لئے بیوی بننے کی وہ زیادہ اہل ہے۔ آپ ذرا عقل کے ذریعے اس دلیل کو توڑ کر دکھائیں، ہرگز نہیں توڑ سکتے۔ ہاں، اگر شریعت کے ذریعے اس دلیل کو توڑنا چاہیں تو شریعت بتائے گی کہ کچھ رشتے ایسے ہوتے ہیں جہاں انسان کی حیوانیت ختم ہو کر فقط انسان کی انسانیت باقی رہتی ہے۔ ماں اور بہن وغیرہ کا رشتہ ایسا رشتہ ہوتا ہے جہاں انسان کی نظر پاک ہوتی ہے۔ اگر سب پر ایک ہی طرح کی نظر پڑے گی تو دنیا سے شرم وحیا ختم ہو جائے گی۔

ہم جنس پرستی......ایک نفسانی دھوکا

جن ملکوں میں ہم جنس پرستی کے بل پیش ہوئے اور لوگوں نے پڑھے لکھے ہونے کے باوجود ان کو پاس کر دیا، ان کے دماغ کو کیسا دھوکا لگا کہ انہوں نے ایک غیر فطری عمل کو زندگی کا قانون بنا دیا۔ ان کے نفس نے ان کو یہ دھوکا دیا۔

یہ سب مثالیں ہمیں بتا رہی ہیں کہ نفس انسانی اپنی لذتوں اور من مانیوں کی خاطر انسان کو دھوکے دیتا ہے۔ ان دھوکوں سے بچنے کے لئے ہمارے سامنے شریعت کی راہ موجود ہے کہ ہم اللہ رب العزت کے محبوب ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی گزاریں۔ آپ ﷺ کے ان طریقوں کو زندگی

میں اپنانا مجاہدہ کہلاتا ہے۔ اور جو انسان نفس کے ساتھ مجاہدہ کرتا ہے اللہ رب العزت اس کے لئے راستے کھول دیتے ہیں۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ o (العنکبوت:۶۹)

اصلاح نفس کا آسان طریقہ

ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ نفس کی اصلاح کا آسان طریقہ یہ ہے کہ چونکہ نفس لذتوں کا خوگر ہے اس لئے تم اپنے نفس کو عبادت کی لذتوں سے آشنا کر دو۔ یہ خود بخود سنور جائے گا۔ جی ہاں، عبادت کی اپنی ایک لذت ہوتی ہے گو ہم اس سے واقف نہ ہوں۔ جس طرح دستر خوان پر پڑی ہوئی چیزوں کا اپنا اپنا مزہ ہوتا ہے اسی طرح ذکر کا مزہ اور ہے، تلاوت قرآن کا مزہ اور ہے، تہجد کا مزہ اور ہے، اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا مزہ اور ہے، اللہ کے راستے میں نکل کر دعوت دینے کا مزہ اور ہے، نبی علیہ السلام پر درود پاک پڑھنے کا مزہ کچھ اور ہے رات کے آخری پہر میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے رونے کا مزہ کچھ اور ہے۔ لیکن ہر بندہ ان مزوں سے واقف نہیں ہوتا۔ اور جو واقف ہوتے ہیں وہ عشا کے وضو سے فجر کی نمازیں پڑھا کرتے ہیں۔ ان کے لئے یہ سب کچھ آسان ہو جاتا ہے۔ ذرا آپ اس طرح کر کے تو دکھائیں۔

محبت الٰہی کی کسوٹی

کیا مصلے پر بیٹھنا آسان کام ہے؟ مصلے پر بیٹھنا آسان کام نہیں ہے۔ وہی

بیٹھتا ہے جس کا دل اپنے پروردگار سے اٹکا ہوا ہوتا ہے، ورنہ تو مصلے پر بیٹھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ کیا آپ نوجوانوں کو نہیں دیکھتے کہ ان کو پکڑ دھکڑ کر مسجد میں لے کر آتے ہیں اور وہ سلام پھیر کر فوراً باہر بھاگتے ہیں اور قمیص ٹھیک کر کے ایسے خوش ہوتے ہیں جیسے کسی جیل خانے سے باہر نکل آئے ہوں۔ اس سے پتہ چلا کہ مصلے پر بیٹھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ حضرت مرشد عالمؒ فرمایا کرتے تھے کہ مصلے پر بیٹھنا اس بات کی کسوٹی ہے کہ ہمارے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کتنی ہے۔ جو بندہ سکون سے نماز پڑھے، سکون سے تلاوت کرے، سکون سے تسبیحات کرے اور مسجد کے اندر اس کا دل لگے، یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس بندے کے دل میں اللہ رب العزت کی محبت موجود ہے۔

ٹوٹے دلوں کی فضیلت

میرے دوستو! اپنی خواہشات کو قابو کرنے کی عادت ڈالیے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ فرماتے تھے کہ تصوف وسلوک کا نچوڑ یہ ہے کہ خواہشات نفسانی کو کچل دیا جائے۔ جب انسان اپنی خواہشات کو کچل دیتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت آتی ہے۔ جب دل ٹوٹتا ہے تو اللہ رب العزت کی طرف سے رحمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اسی لئے تو فرمایا، اَنَا عِنْدَ مُنْکَسِرَةِ الْقُلُوْبِ مجھے ڈھونڈنا ہو تو ٹوٹے دلوں میں دیکھو، میں ٹوٹے دلوں میں ہوتا ہوں۔ جب انسان کی امیدیں ٹوٹتی ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کو ترس آجاتا ہے۔

ایک دلچسپ واقعہ

کتابوں میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک خاتون نہایت ہی پاکدامن اور

نیک تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ مجھے نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہو۔ وہ درود شریف بھی بہت پڑھتی تھی لیکن زیارت نہیں ہوتی تھی۔ ان کے خاوند بڑے اللہ والے تھے۔ ایک دن انہوں نے اپنے خاوند سے اپنی یہی تمنا ظاہر کی کہ میرا دل تو چاہتا ہے کہ مجھے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت نصیب ہو، لیکن کبھی یہ شرف نصیب نہیں ہوا، اس لئے آپ مجھے کوئی عمل ہی بتا دیں جس کے کرنے سے میں خواب میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت کی سعادت حاصل کرلوں۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ کو عمل تو بتاؤں گا لیکن آپ کو میری بات ماننا پڑے گی۔ وہ کہنے لگی کہ آپ مجھے جو بات کہیں گے میں وہ مانوں گی۔ وہ کہنے لگے کہ اچھا تم بن سنور کر دلہن کی طرح تیار ہو جاؤ۔ اس نے کہا، بہت اچھا، چنانچہ اس نے غسل کیا، دلہن والے کپڑے پہنے، میک اپ کیا، زیور پہنے، اور دلہن کی طرح بن سنور کر بیٹھ گئی۔

جب وہ دلہن کی طرح بن سنور کر بیٹھ گئی تو وہ صاحب ان کے بھائی کے گھر چلے گئے اور جا کر اس سے کہا کہ دیکھو، میری کتنی عمر ہو چکی ہے اور اپنی بہن کو دیکھو کہ وہ کیا بن کر بیٹھی ہوئی ہے۔ جب بھائی گھر آیا اور اس نے اپنی بہن کو دلہن کے کپڑوں میں دیکھا تو اس نے اسے ڈانٹنا شروع کر دیا کہ تم کو شرم نہیں آتی، کیا یہ عمر دلہن بننے کی ہے، تمہارے بال سفید ہو چکے ہیں، تمہاری کمر سیدھی نہیں ہوتی اور بیس سال کی لڑکی بن کر بیٹھی ہوئی ہے۔ اب جب بھائی نے ڈانٹ پلائی تو اس کا دل ٹوٹا اور اس نے رونا شروع کر دیا۔ حتی کہ وہ روتے روتے سو گئی۔ اللہ کی شان دیکھیے کہ اللہ رب العزت نے اسے اسی نیند میں اپنے محبوب ﷺ کی زیارت کروا دی۔ سبحان اللہ۔

وہ زیارت کرنے کے بعد بڑی خوش ہوئی، لیکن خاوند سے پوچھنے لگی کہ آپ

نے وہ عمل بتایا ہی نہیں جو آپ نے کہا تھا اور مجھے زیارت تو ویسے ہی ہوگئی ہے۔ وہ کہنے لگے، اللہ کی بندی! یہی عمل تھا۔ کیونکہ میں نے تیری زندگی پر غور کیا، مجھے تیرے اندر ہر نیکی نظر آئی، تیری زندگی شریعت وسنت کے مطابق نظر آئی البتہ میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ میں چونکہ آپ سے پیار محبت کی زندگی گزارتا ہوں اس لئے آپ کا دل کبھی نہیں ٹوٹا، اس وجہ سے میں نے سوچا کہ جب آپ کا دل ٹوٹے گا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اترے گی اور آپ کی تمنا کو پورا کر دیا جائے گا۔ اسی لئے تو میں نے ایک طرف آپ کو دلہن کی طرح بن سنور کر بیٹھنے کو کہا اور دوسری طرف آپ کے بھائی کو بلا کر لے آیا، اس نے آکر آپ کو ڈانٹ پلائی جس کی وجہ سے آپ کا دل ٹوٹا اور اللہ رب العزت کی ایسی رحمت اتری کہ اس نے آپ کو اپنے محبوب ﷺ کی زیارت کروادی۔ اللہ اکبر۔

قرآنی فیصلہ

میرے دوستو! خواہشات کو کچلنے والا کام ہم میں سے ہر ایک کو کرنا ہے۔ یہ بہت ہی اہم کام ہے۔ یہ کوئی فضائل کا کام نہیں ہے بلکہ فرائض کا کام ہے۔ اسی کو تزکیہ نفس کہتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا. وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (الشمس:۹،۱۰)

(جس نے تزکیہ حاصل کیا وہ فلاح پا گیا اور نامراد ہوا وہ شخص جس نے اس کو خاک میں ملا چھوڑا)

اس آیت میں تزکیہ نفس کی فرضیت کے بارے میں قرآنی فیصلہ نازل ہو چکا ہے۔ اس لئے یہ کام ہر ایک کے لئے ضروری ہے۔

ایمان کی حفاظت

جب بندے کو اپنی چیز کی اہمیت کا پتہ ہو تو وہ اس کی حفاظت کے لئے ہر ممکن کوشش کرتا ہے، کیونکہ اسے پتہ ہوتا ہے کہ یہ میری ضرورت کی چیز ہے۔ اسی طرح ایمان کو بچانا ہماری ضرورت ہے...... ہم سے تو وہ اندھا اچھا تھا...... ذرا واقعہ سن لیجئے...... ایک اندھا تھا۔ وہ اپنے سر کے اوپر پانی کا گھڑا رکھ کر جا رہا تھا۔ رات کا وقت تھا۔ لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ رات کی تاریکی میں وہ اندھا اپنے ہاتھ میں ایک چراغ بھی لئے جا رہا تھا۔ کسی دوسرے آدمی نے اسے دیکھا تو وہ بڑا حیران ہوا۔ وہ کہنے لگا کہ آپ کو تو قدموں کے حساب سے راستوں کا ویسے ہی پتہ ہے، آپ کو تو اس روشنی کی ضرورت ہی نہیں، اس لئے آپ ہاتھ میں چراغ لئے کیوں جا رہے ہیں؟ وہ اندھا کہنے لگا کہ آپ نے سچ کہا، مجھے واقعی چراغ کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ میں نے راستے اپنے قدموں سے اتنے ماپے ہوئے ہیں کہ میں قدموں سے پہچان کر سیدھا منزل پر پہنچ جاؤں گا، البتہ میں جو یہ چراغ لئے پھرتا ہوں یہ آنکھوں والوں کے لئے ہے، ایسا نہ ہو کہ کوئی آنکھوں والا اندھیرے میں چل رہا ہو، اسے نظر نہ آئے اور وہ مجھ سے ٹکرائے اور میرا گھڑا ٹوٹ جائے اس لئے میں اپنے گھڑے کی حفاظت کی خاطر آنکھوں والوں کو چراغ دکھاتا پھر رہا ہوں۔ تو ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنی قیمتی متاع ''ایمان'' کی حفاظت کریں۔ اللہ رب العزت ہمیں اپنے ایمان کی حفاظت کی توفیق عطا فرما دیں تاکہ ہم اپنے نفس کو شریعت کی لگام ڈال کر اس کو اللہ رب العزت کا مطیع اور فرمانبردار بنا لیں۔

جنت دو قدم ہے

حضرت بایزیدؒ نے خواب میں اللہ رب العزت کی زیارت کی اور عرض کیا،

يا اَللّٰهُ! كَيفَ اَصِلُ اِلَيكَ

(اے اللہ! میں آپ تک کیسے پہنچ سکتا ہوں)

پروردگارِ عالم نے فرمایا، اے میرے پیارے!

دَعْ نَفْسَكَ وَ تَعَالَ

(تو اپنا پہلا قدم نفس پر رکھ لے، تیرا دوسرا قدم مجھ تک پہنچ جائے گا)

یہی وجہ ہے کہ بایزید بسطامیؒ فرمایا کرتے تھے،

''جنت دو قدم ہے، جنت دو قدم ہے''

کسی نے عرض کیا، حضرت! دو قدم کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا، تم اپنا پہلا قدم نفس پر رکھ لو۔ تمہارا دوسرا قدم جنت میں چلا جائے گا۔

قابلِ لاحول ماحول

آجکل کا ماحول عملی اعتبار سے خراب ہوتا چلا جا رہا ہے۔ بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ ''آجکل کا ماحول قابلِ لاحول''

اگر گھروں کا ماحول اچھا بھی بنا لیا جائے تو سکولوں اور کالجوں میں جانے کی وجہ سے وہ کمی پوری ہو جاتی ہے۔ سکول تک تو بچے چھوٹی عمر ہونے کی وجہ سے پھر بھی ٹھیک رہتے ہیں لیکن جب کالج میں جاتے ہیں تو ان بیچاروں کو روحانی فالج ہو جاتا ہے۔ وہاں ان کے خیالات ان کے قابو میں نہیں رہتے۔ یہی وجہ ہے کہ طلبا آکر پوچھتے ہیں کہ حضرت! کیا کریں جب کتاب کھول کر بیٹھتے ہیں تو ہمیں تو لفظوں کی بجائے کتاب میں تصویر نظر آ رہی ہوتی ہے۔

؎ کتاب کھول کے بیٹھوں تو آنکھ روتی ہے
ورق ورق تیرا چہرہ دکھائی دیتا ہے

برے خیالات کی وجہ سے سزا

یاد رکھیں کہ دماغ میں پیدا ہونے والے ایسے خیالات کی وجہ سے بھی انسان کو سزا ملے گی۔ اسی لئے قرآن مجید میں جو مختلف سزائیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک سزا یہ بھی ہے کہ جہنمیوں کے سروں پر اللہ کے فرشتے ابلتا ہوا پانی ڈالیں گے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُ وْسِهِمُ الْحَمِيْمُ (الحج:۱۹)

(ڈالا جائے گا ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی)

سر پر گرم پانی اس لئے ڈالیں گے کہ اس دماغ کے اندر نفسانی، شیطانی اور شہوانی خیالات کا ہجوم رہتا تھا اور یہ بندہ ان خیالات کو ذہن میں جماتا تھا۔ اللھم احفظنا منه

اصلاح نفس کے لئے دعا

نفس کی اصلاح بہت ضروری ہے۔ سلطان باہوؒ نے فرمایا:

"نفس پلیت پلیت جا کیتا اے کوئی اصل پلیت تاں ناہے ہو"

اس کو قابو کرنے کے لئے اللہ رب العزت سے دعا مانگنی ہوتی ہے۔ جن کو اس بات کی فکر لگی ہوتی ہے ان کی رات کے آخری پہر میں خود بخود آنکھ کھلتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے ہیں کہ اے رب کریم! اس نفس کو قابو کرنے میں ہماری مدد فرما دیجئے ...... یاد رکھیں کہ جب یہ امت راتوں کو اٹھ کر رویا کرتی تھی تو دن کو ہنسا کرتی تھی مگر آج یہ راتوں کو سوتی ہے اور پورا دن یہ روتی ہے۔

تہجد کے لئے توفیق کی دعا

ایک نکتہ ذہن میں رکھ لیجئے کہ اگر تھکے ہوئے ہیں، نیند غالب ہے اور اٹھ نہیں سکتے، تو کئی مرتبہ انسان کی رات کو آنکھ ضرور کھلتی ہے۔ کسی تقاضے کی وجہ سے کروٹ لیتے ہوئے آنکھ ضرور کھلتی ہے۔ جن حضرات کو تہجد کی توفیق نہیں ملتی وہ جب کروٹ لینے کے لئے بیدار ہوں تو اس ایک لمحہ میں اللہ رب العزت سے تہجد کی توفیق کی دعا ضرور مانگ لیا کریں۔ یہ ایک چھوٹی سی بات ہے لیکن اس کا آپ کو یہ فائدہ ہوگا کہ اس لمحے کی مانگی ہوئی دعا بھی آپ کو اللہ رب العزت کا مقبول بنا دے گی۔ ہمارے مشائخ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ جو عورتیں فجر کی اذان سے پہلے اٹھ کر گھروں میں جھاڑو دیتی ہیں یا لسی بلو لیتی ہیں وہ بھی اللہ کی رحمت سے فائدہ پا لیتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قدر دانی

اللہ رب العزت بڑے قدر دان ہیں۔ وہ کسی کے کئے ہوئے عمل کو ضائع نہیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدر دانی کا قرآنی ثبوت بھی سنئے۔ ارشاد فرمایا:

اِنِّی لَآ اُضِیۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی (آل عمران:۱۹۴)

(مرد ہو یا عورت، میں کسی کے بھی کئے ہوئے عمل کو ضائع نہیں کروں گا)

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی مثال بھی قرآن میں موجود ہے۔

فرعون اللہ رب العزت کا ایسا دشمن تھا جس نے خود الوہیت کا دعویٰ کیا تھا۔ وہ کہتا تھا،

اَنَا رَبُّکُمُ الۡاَعۡلٰی (النّٰزعٰت:۲۴)

(میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں)

وہ اتنا بڑا دشمن تھا۔ لیکن اتنے بڑے دشمن نے بھی موت کے قریب جب
سامنے کے حالات کو دیکھ لیا تو کہنے لگا،

اٰمَنْتُ بِرَبِّ مُوْسٰی وَ هَارُوْنَ

قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓ اِسْرَآءِیْلَ (یونس:۹۰)

(اس نے کہا کہ میں ایمان لایا کہ اس ذات کے سوا کوئی معبود نہیں، جس پر بنی
اسرائیل ایمان لا چکے ہیں)

مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ رب العزت اتنے قدردان ہیں کہ اتنے بڑے
دشمن نے ایک چیز کے ظاہر ہونے پر ظاہری ایمان قبول کیا تھا، اللہ رب العزت
نے اس کے بدلے اس کے ظاہری جسم کو محفوظ فرما دیا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے یہ فرما د
کہ اگر تو بن دیکھے ایمان لاتا تو تیرے ایمان کو محفوظ کر دیتے، اب چونکہ ہر چ
ظاہر ہو چکی تھی اور تو نے ظاہر کو دیکھ کر یہ کلمات پڑھے، لہٰذا تیرا یہ عمل بھی ہم ا
قبول کر لیتے ہیں کہ

فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ (یونس:۹۲)

(سو آج ہم بچا دیتے ہیں تمہارے جسم کو)

جو پروردگار اتنے بڑے دشمن کے ظاہری الفاظ کو سبب بنا کر بدن کو محفوظ کر
دیں وہ مؤمن کے غائب پر عمل کو سبب بنا کر اس کے ایمان کو محفوظ کیوں نہیں
فرمائیں گے۔

ایک علمی نکتہ

نفس کسی وقت بھی انسان پر وار کر سکتا ہے۔ اس کا کوئی وقت متعین نہیں ہے
اس لئے اس سے ہر وقت خبردار رہنے کی ضرورت ہے۔ اس کو استقامت کے

ں۔ انسان کو ڈٹ جانا چاہیے...... ایک علمی نکتہ بھی سن لیجئے...... نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، اے چچا جان! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج رکھ دیں ور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ دیں تو بھی میں اس پیغام کو پہنچانے سے پیچھے نہیں ٹوں گا جس کو میں لے کر آیا ہوں۔ ہم جیسے سطحی ذہن رکھنے والے لوگوں کے ذہن ں یہ بات آتی ہے کہ چاند بہت بھاری ہے اور سورج اس سے بھی زیادہ بھاری ہے، اس بھاری ہونے کی وجہ سے یہ مثال دی گئی ہے، مگر عارفین علما نے اس کی اور جوہات لکھی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے چاند اور سورج کی مثال س لئے دی ہے کہ

☆ چاند وہ ہے جس سے نظر ہٹتی نہیں اور سورج وہ ہے جس پر نظر جمتی نہیں۔

☆ چاند سے ٹھنڈک ملتی ہے اور سورج سے تپش ملتی ہے۔

☆ چاند میں جمال ہے اور سورج میں جلال ہے۔

چاند اور سورج کی خصوصیات بیان کرنے کے بعد علما فرماتے ہیں کہ جو یہ رمایا کہ ''اگر یہ میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے ہاتھ پر سورج رکھ دیں'' تو انے سے مقصود یہ تھا کہ

''اے چچا جان! اگر یہ مجھے ڈرائیں دھمکائیں یعنی جلال دکھائیں گے یا مجھے ورت سے نکاح کرنے کا لالچ دیں گے یعنی جمال دکھائیں گے تو میں ان کے لال اور جمال کے ہتھکنڈوں کی وجہ سے اس پیغام کو پہنچانے سے پیچھے نہیں ہٹوں گا س کو میں لے کر آیا ہوں''۔ سبحان اللہ

صلاح نفس کا مطلب

جب نفس کی اصلاح ہو جاتی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بندہ ہوا میں

اڑنا شروع کر دیتا ہے یا اس کو بھوک لگنا بند ہو جاتی ہے۔ نہیں بلکہ وہ رہتا پھر بھی انسان ہے، ضروریات اس کے ساتھ لگی رہتی ہیں۔ مگر فرق یہ ہوتا ہے کہ اس کی زندگی شریعت وسنت کے مطابق ہو جاتی ہے۔ اس کی سوچ، رفتار، کردار، گفتار، حتی کہ اس کا ہر عمل نبی علیہ السلام کے مبارک طریقوں کے مطابق ہو جاتا ہے، اس لئے عام لوگوں کے لئے مبتدی اور منتہی کے درمیان فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ عام لوگ تو بیچارے کرامات کے پیچھے بھاگتے پھرتے ہیں۔ کوئی عامل یا جادوگر ان کو کوئی شعبدہ بازی دکھادے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔

مبتدی اور منتہی کے مقام میں فرق

سلوک کی ایک بات یاد رکھنا کہ جس بندے کا نزول کامل ہوگا اس کی ظاہری زندگی ایک عام بندے کی سی نظر آئے گی مگر اس کا باطن ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ متعلق ہوگا۔ اس کو ہر وقت رجوع الی اللہ کی کیفیت حاصل رہتی ہے، اس کے دل میں اللہ کی یاد ہر وقت رہتی ہے اور اس کا کوئی کام بھی شریعت وسنت کے خلاف نہیں ہوتا۔ ان کی ظاہری زندگی عام انسانوں جیسی نظر آتی ہے۔ اس لئے ظاہر میں لوگوں کو دھوکا لگ جاتا ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ اولیاء اللہ کی پہچان بھی ہر بندہ نہیں کرسکتا۔ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے،

> "یا اللہ! یہ راز کیا راز ہے کہ جس بندے سے تو خوش ہوتا ہے تو اس کو اپنے اولیاء کی پہچان دے دیتا ہے اور جس سے تو ناراض ہوتا ہے تو اس کے دل سے اولیاء کی پہچان نکال دیا کرتا ہے"۔

اس بات کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے۔ ایک دریا کے دو کنارے ہیں۔ مبتدی پہلے کنارے پر ہے اور منتہی اس دریا کو عبور کر کے دوسرے کنارے پر ہے۔ اگر

کنارے کی ظاہری حیثیت کو دیکھیں تو دونوں کنارے پر ہیں، لیکن مقام کو دیکھیں تو دونوں میں بڑا فرق ہے، ایک نے ابھی دریا کو عبور کرنا ہے اور دوسرا دریا کو عبور کر چکا ہے۔ یہی مبتدی اور منتہی کا فرق ہے کہ وہ دیکھنے میں تو ایک جیسے نظر آتے ہیں لیکن مقام میں فرق ہوتا ہے۔ ایک نفس کا تزکیہ کر کے اسے شریعت کی لگام دے چکا ہوتا ہے جبکہ دوسرا ابھی ابتدا میں ہوتا ہے۔

کافر لوگ اسی بات سے دھوکا کھاتے تھے۔ وہ نبی علیہ السلام کی مبارک زندگی کو دیکھتے تھے تو وہ سوچتے تھے کہ نبی تو ان کو ہونا چاہیے جن کے ساتھ فرشتے ہوتے، سج دھج سے آتے اور پتہ چلتا کہ یہ اللہ کے نبی ہیں۔ لوگ نبی علیہ السلام کو دیکھتے تھے اور کہتے تھے:

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ يَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ (الفرقان:۷)

(یہ کیسے رسول ہیں جو کھانا کھاتے ہیں اور گلی بازاروں میں چلتے ہیں)

ان کافروں کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی عام سی نظر آتی تھی۔ آپ ﷺ کی زندگی اتنی سادہ ہوتی تھی کہ آنے والوں کو پوچھنا پڑتا تھا **من منکم محمداً** ﷺ ''آپ میں سے محمد کون ہیں؟''

علما نے لکھا ہے کہ نماز میں سجدۂ سہو مبتدی کو بھی پیش آتا ہے اور منتہی کو بھی پیش آتا ہے۔ البتہ دونوں کی وجوہات مختلف ہوتی ہیں۔ مبتدی کو سجدۂ سہو نفسانی، شیطانی اور شہوانی خیالات کی وجہ سے پیش آتا ہے جبکہ منتہی کو سجدۂ سہو توجہ الی اللہ میں استغراق کی وجہ سے پیش آتا ہے۔ یعنی توجہ الی اللہ میں استغراق کی وجہ سے یہ بات ذہن سے نکل جاتی ہے کہ میں نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ دونوں کے سجدۂ سہو کی حقیقت میں یہ فرق ہوتا ہے۔

نام اور کام میں تضاد

آج کی اس محفل میں ہم دل میں پکا عہد کریں کہ ہم نے اپنے نفس کی خواہشات کو توڑنا ہے، عبادات کا بوجھ اس پر زیادہ ڈالنا ہے اور اس کو شریعت کی لگام دے کر رکھنا ہے۔ ورنہ کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ

☆ نام پوچھو تو ابراہیم اور اگر تکبر دیکھو تو نمرود سے بڑھ کر

☆ نام پوچھو تو موسیٰ اور ظلم دیکھو تو فرعون سے بڑھ کر

☆ نام پوچھو تو غلام رسول اور عمل دیکھو تو ابوجہل سے بڑھ کر

ایک مہتم بالشان عمل

آج یہ حالت ہے کہ لوگ خواب دیکھ کر اپنے معتقد بن جاتے ہیں۔ اور خیال یہ کرتے ہیں کہ جو خواب ہمیں آتے ہیں وہ سچے ہوتے ہیں۔ کتنی عجیب بات ہے کہ بندے کو دوسروں کی برائیوں کا شک ہوتا ہے اور ان سے نفرت کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اور اپنے عیبوں کا یقین ہوتا ہے پھر بھی اپنے نفس سے محبت کرتا ہے۔ اس لئے نفس کی اصلاح ایک مہتم بالشان عمل ہے۔

رب کریم ہمیں تزکیۂ نفس حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما دے اور یہ جو وقت لے کر ہم سب اکٹھے ہوئے ہیں پروردگار عالم اس وقت کو آداب کے ساتھ، ذکر اذکار کے ساتھ اور توجہ الی اللہ کے ساتھ گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ اس کو سبب بنا کر ہماری اصلاح فرما دے۔ (آمین ثم آمین)

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ

یہ بیان ۲۱ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ مطابق ۶ دسمبر ۲۰۰۱ء کو مسجد نور لوساکا (زیمبیا) میں ہوا۔ مخاطبین میں علماء، صلحاء اور عوام الناس کی کثیر تعداد تھی۔

اقتباس

حدیث پاک میں ہے کہ رمضان پورے سال کا قلب ہے۔ اگر یہ درست رہا تو پورا سال درست رہا۔ اسی لئے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک کے مہینے میں اتنی برکت کا نزول ہوتا ہے کہ بقیہ پورے سال کی برکتوں کو رمضان المبارک کی برکتوں کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں جو قطرے کو سمندر کے ساتھ ہوتی ہے۔

(حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ)

رمضان المبارک کے فضائل

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ!
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.
شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرة: ۱۸۵)
سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ٥ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ٥
وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ

''رمضان'' کا لغوی مفہوم

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرة: ۱۸۵)

(رمضان کا وہ مہینہ جس میں قرآن نازل ہوا)

رمضان کا لفظ رَمَضَ سے نکلا ہے۔اس کے لفظی معنی تیزی اور شدت کے ہیں۔جیسے

- عربی میں کہتے ہیں رَمِضَ يَوْمُنَا اَىْ اِشْتَدَّ حَرُّهٗ کہ آج تو بہت گرمی ہے۔
- اسی طرح جب کوئی پرندہ بہت زیادہ پیاسا ہو اور پیاس کی وجہ سے لمبے لمبے سانس لے رہا ہو تو اسے عربی میں رَمِضَ الطَّائِرُ کہتے ہیں۔یعنی پرندے کو

بہت پیاس لگی ہوئی ہے۔

◉ چاشت کی نماز جو عام طور پر دن کے دس بجے ادا کی جاتی ہے اس کے بارے آتا ہے صَلٰوۃُ الضُّحیٰ حِیْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ یعنی یہ وہ نماز ہے کہ جس کے پڑھنے کے وقت اونٹنی کے بچے کے پاؤں بھی گرم ہو جاتے ہیں۔

◉ مسلم شریف کی ایک روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں

شَکَوْنَا اِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ :اَلصَّلٰوۃُ فِیْ رَمَضَاءِ

ہم نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے شکایت کی کہ نماز کے وقت میں بڑی گرمی ہے۔

گویا ظہر کی نماز کے بارے میں یوں کہا کہ اے اللہ کے نبی! ظہر کے وقت تو بڑی گرمی ہے۔

رَمَضَان کا لفظ فَعَلاَن کے وزن پر اسم جنس ہے۔اور بعض علما نے کہا ہے کہ باب سَمِعَ یَسْمَعُ سے رَمِضَ یَرْمَضُ اسم مصدر ہے۔

یہ وہ مہینہ ہے کہ گناہوں کی تپش کو ٹھنڈا کرنے کے لئے آتا ہے۔گویا رمضان کا لفظ اپنا معنی خود بتا رہا ہے کہ لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیے،ان گناہوں کی شدت سے آگ جل رہی تھی اور رمضان المبارک کا مہینہ اس آگ کی شدت کو ختم کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔

روزہ کا لغوی اور اصطلاحی مطلب

روزہ کو عربی میں صوم کہتے ہیں۔اس کا لغوی معنی ہے رک جانا،ٹھہر جانا۔

◉ جب بی بی مریم نے بولنا بند کیا تو قوم نے کہا کہ آپ بات کریں تو انہوں نے اشارہ سے کہا،

اِنِّی نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْماً (مریم: ۲۶)

(بے شک میں نے رحمان کے لئے روزہ مان لیا ہے)

ان کا یہ صوم کھانے پینے سے رکنا نہیں تھا بلکہ اس کا مطلب بولنے سے رک جانا تھا۔

- اسی طرح اگر کوئی گھوڑا چلتے چلتے رک جائے اور تھکاوٹ کی وجہ سے نہ چل سکے تو عربی میں اس کو صائم کہتے ہیں۔
- عرب لوگ اپنے گھوڑوں کو جہاد کے لئے تیار کیا کرتے تھے۔ چونکہ جہاد کے وقت ان کے لئے چارہ اور دانہ پانی میسر نہیں ہوسکتا تھا اس لئے وہ ان کو گرمی کے موسم میں یہ چیزیں نہیں دیتے تھے تاکہ ان کی مشق ہو سکے۔ جن گھوڑوں کو تربیت کی خاطر بھوکا پیاسا رکھا جاتا ہے ان کو عربی میں صائم کہتے ہیں۔

شرعی اصطلاح میں طلوع صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے پرہیز کرنے کو روزہ کہتے ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے روزہ کی تعریف یہ لکھی ہے

وَفِی الشَّرْعِ اِمْسَاکٌ مَخْصُوْصٌ فِیْ زَمَنٍ مَخْصُوْصٍ عَنْ شَیْءٍ مَخْصُوْصٍ بِشَرَائِطِ مَخْصُوْصَۃٍ

(مخصوص وقت میں مخصوص شرائط کے ساتھ مخصوص چیزوں سے رکنے کا نام روزہ ہے)

روزہ کی نیت کرنے کا وقت

روزہ کے لئے نیت کا ہونا شرط ہے۔ اگر کوئی آدمی بغیر نیت کے بھوکا پیاسا رہے گا تو اس کو کوئی اجر نہیں ملے گا۔ چونکہ مؤمن کی نیت یہ ہوتی ہے کہ میں نے

رمضان کے روزے رکھنے ہیں اس لئے وہ نیت سارے رمضان کے لئے کافی ہوتی ہے۔علما نے لکھا ہے کہ روزے کی نیت کرنے کا بہترین وقت وہ ہے جب پہلے روزے کو افطار کیا جائے تو اسی وقت اگلے روزے کی نیت کر لی جائے۔یعنی اسی وقت دل میں یہ نیت کر لی جائے کہ میں نے کل کا روزہ رکھنا ہے۔اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ رات کو کھانا پینا بند ہو جائے گا، نہیں، بلکہ سحری تک کھا پی سکتا ہے۔

امام جعفر صادقؒ کی تحقیق

یہ وہ مہینہ ہے جس کی پہلی رات میں جنت کے دروازوں کو کھول دیتے ہیں۔ قزوینی کی کتاب عجائب المخلوقات میں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ امام جعفر صادقؒ فرماتے تھے کہ ہر رمضان المبارک کا جو پانچواں دن ہوتا ہے وہ آنے والے رمضان المبارک کا پہلا دن ہوتا ہے۔انہوں نے یہ ایک قانون بتا دیا۔وہ فرماتے ہیں کہ اس بات کو پچاس سال تک ہر رمضان المبارک میں دیکھا گیا اور اسے ٹھیک پایا گیا۔آج دنیا سائنس دان بنتی پھرتی ہے، دیکھیں ہمارے مشائخ نے کیسی کیسی باتیں بتا دیں۔آپ بھی اس چیز کو آزما کر دیکھ لیجئے کہ اس رمضان المبارک کا جو پانچواں دن تھا وہی آئندہ رمضان المبارک کا پہلا دن ہوگا۔

رمضان المبارک پانے کے لئے مسنون دعا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام دعا فرماتے تھے

اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَ بَلِّغْنَا اِلٰی رَمَضَانَ

(اے اللہ! رجب اور شعبان میں ہمیں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان المبارک تک پہنچا)

آج بہت کم دوست ایسے ہیں جو رمضان المبارک سے ایک دو مہینے پہلے یہ دعا مانگنا شروع کر دیں۔ آپ ذرا اپنے دل سے پوچھئے کہ کتنے لوگوں نے یہ دعا مانگی تھی۔ افسوس کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی یہ سنت ختم ہوتی جا رہی ہے۔

رمضان المبارک کے لئے اتنا اہتمام.....!!!

ابن الفضلؒ مشہور تابعی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں رمضان المبارک کا اتنا اہتمام ہوتا تھا کہ۔

كَانُوْ يَدْعُوْنَ اللّٰهَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ اَنْ يُّبَلِّغَهُمْ رَمَضَانَ ثُمَّ يَدْعُوْنَهٗ سِتَّةَ اَشْهُرٍ اَنْ يَّتَقَبَّلَهٗ مِنْهُمْ .

(ہم چھ مہینے اللہ رب العزت سے دعا مانگتے تھے کہ وہ ہمیں رمضان تک پہنچا دے اور جب رمضان المبارک گزر جاتا تھا تو چھ مہینے دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! ہم سے رمضان کو قبول فرمالے)

پورے سال کا قلب

حدیث پاک میں ہے کہ رمضان پورے سال کا قلب ہے۔ اگر یہ درست رہا تو پورا سال درست رہا۔ اسی لئے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک کے مہینے میں اتنی برکت کا نزول ہوتا ہے کہ بقیہ پورے سال کی برکتوں کو رمضان المبارک کی برکتوں کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں جو قطرے کو سمندر کے ساتھ ہوتی ہے۔

قبولیت دعا کا اشارہ

حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے

اِنَّ لِلّٰہِ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی عُتَقَاءَ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّ لَیْلَۃٍ یَعْنِیْ فِیْ رَمَضَانَ . وَ اِنَّ لِکُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَ لَیْلَۃٍ دَعْوَۃً مُسْتَجَابَۃً.

[اللہ رب العزت رمضان المبارک کے ہر دن اور ہر رات میں جہنم سے جہنمیوں کو بری کرتے ہیں اور رمضان المبارک کے ہر دن اور ہر رات میں اللہ رب العزت ہر مؤمن کی کوئی نہ کوئی دعا قبول فرما لیتے ہیں]

اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم اللہ رب العزت سے کتنا مانگتے ہیں۔ قبولیت کا اشارہ دے دیا گیا ہے۔ ہمیشہ مانگنے والے کو اپنے دامن کو چھوٹے ہونے کا شکوہ رہا ہے مگر دینے والے کے خزانے بہت بڑے ہیں۔

ٹوٹے رشتے وہ جوڑ دیتا ہے
بات رب پہ جو چھوڑ دیتا ہے
اس کے لطف وکرم کے کیا کہنے
لاکھ مانگو کروڑ دیتا ہے

یہ تو مانگنے والے پر منحصر ہے، جیسی فریاد کرے گا ویسا ہی انعام ملے گا۔ اللہ کے بندو! دنیا دار لوگ بھی فقیروں کے بھیس کا لحاظ رکھتے ہیں، اگر رمضان المبارک میں کوئی بندہ نیکوں کا بھیس بنا کر اللہ سے مانگے گا تو اللہ تعالیٰ کیوں لحاظ نہیں فرمائیں گے۔

عبادت کا مہینہ

ابن ماجہ کی روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

اِنَّ ھٰذَا الشَّھْرَ قَدْ حَضَرَکُمْ وَ فِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ مَنْ

حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَ لَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلَّا مَحْرُوْمٌ

(اس مہینے میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے جو بندہ اس کی خیر سے محروم ہوا وہ ساری ہی خیر سے محروم ہوا اور اس کی خیر سے وہی بندہ محروم ہوتا ہے جو حقیقت میں محروم ہوتا ہے)

ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

أَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرُ بَرَكَةٍ يَغْشَاكُمُ اللّٰهُ فِيْهِ فَيُنْزِلَ الرَّحْمَةَ وَ يَحُطُّ الْخَطَايَا وَ يَسْتَجِيْبُ فِيْهِ الدُّعَاءَ يَنْظُرُ اللّٰهُ تَعَالٰى إِلٰى تَنَافُسِكُمْ فِيْهِ (رواہ الطبرانی)

(رمضان تمہارے اوپر آ گیا ہے جو برکت والا مہینہ ہے، اس میں اللہ رب العزت تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور تم پر رحمتیں نازل فرماتے ہیں، تمہاری خطاؤں کو معاف کرتے ہیں، دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں اور اس میں تمہارے تنافس کو دیکھتے ہیں)

تنافس کہتے ہیں نیکی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کو۔ اس لئے ہر بندہ یہ کوشش کرے کہ میں زیادہ عبادت کرنے والا بن جاؤں۔ جیسے کلاس میں امتحان ہوتا ہے تو ہر بچے کی کوشش ہوتی ہے کہ میں فرسٹ آ جاؤں اسی طرح رمضان المبارک میں ہماری کوشش یہ ہو کہ ہم زیادہ عبادت کرنے والے بن جائیں۔

عبادت کا مفہوم

ایک صحابیؓ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! میرا دل چاہتا ہے کہ میں سب سے زیادہ عبادت گزار انسان بن جاؤں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ تو اپنے جسم سے گناہ کرنا

چھوڑ دے تو انسانوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار بن جائے گا۔ لمبی لمبی نفلیں پڑھنے کا فائدہ تب ہی ہوگا جب اپنے من کو صاف کریں گے، یہ نہ ہو کہ اوپر سے اللہ اللہ اور اندر سے کالی بلا۔ تسبیح بھی پھیرتے ہیں لیکن جھوٹ بھی نہیں چھوڑتے اور لوگوں کے دلوں کو تکلیف بھی پہنچاتے رہتے ہیں۔ کسی ذرا سی بات پہ دماغ گرم ہوتا ہے تو گھر کے اندر تہلکہ مچا دیتے ہیں۔ حالانکہ ظاہر میں صوفی صافی بنے پھرتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ عبادت صرف لمبی لمبی نفلیں پڑھنے اور تسبیح پھیرنے کا نام ہی نہیں ہے بلکہ اپنے جسم سے گناہوں کو چھوڑ دینے کا دوسرا نام عبادت ہے۔ ایسا بندہ اللہ رب العزت کو بڑا محبوب ہوتا ہے۔

روزہ داروں کا اکرام

امام بخاریؒ نے ایک حدیث بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں

اِنَّ فِی الْجَنَّةِ بَابٌ یُقَالُ لَهُ رَیَّان یَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ لاَ یَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَیْرُهُمْ یُقَالُ اَیْنَ الصَّائِمُوْنَ . فَیَقُوْمُوْنَ لاَ یَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَیْرُهُمْ وَ اِذَا دَخَلُوْا اُغْلِقَ وَلَمْ یَدْخُلْ مِنْهُ اَحَدًا.

(جنت کا ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے۔ قیامت کے دن اس میں سے روزہ دار لوگ گزریں گے۔ ان کے سوا کوئی بندہ اس دروازے میں سے نہیں گزر سکتا۔ آواز دی جائے گی کہ روزہ رکھنے والے کہاں ہیں؟ روزہ دار کھڑے ہو جائیں گے، ان کے سوا کوئی اس میں سے داخل نہیں ہو سکے گا اور جب وہ داخل ہو جائیں گے، تو وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا)

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ جب لوگ اس دروازے میں سے داخل ہوں

گے تو فرشتے ان کو یہ آیت پڑھ کر سنائیں گے۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ (الحاقۃ: ۲۴)

(تم کھاؤ پیو۔ یہ بدلہ ہے ان ایام کا جو تم نے اللہ کی عبادت میں گزارے تھے)

مقصد یہ ہے کہ رمضان میں تم بھوکے پیاسے رہتے تھے، اب تم اس دروازہ میں سے داخل ہوئے ہو، اب تمہیں اللہ کی نعمتیں ملیں گی، لہٰذا تم ان نعمتوں کو کھاؤ اور پیو۔

روزہ دار کے لئے دو خوشیاں

بخاری شریف کی ایک روایت ہے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ وَ اِذَا لَقِىَ رَبَّهٗ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ.

(روزہ دار آدمی کے لئے دو خوشیاں ہیں۔ جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اس وقت بھی اس کو خوشی ملتی ہے۔ اور قیامت کے دن وہ جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس وقت بھی خوشی عطا کریں گے)

ایک خفیہ معاہدہ

روزہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان ایک خفیہ معاہدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلصَّوْمُ لِىْ وَ اَنَا اَجْزِىْ بِهٖ.

(روزہ میرے لئے ہے اور اس کا بدلہ بھی میرے ذمہ ہے)

چنانچہ باقی ہر قسم کی عبادت کا ثواب فرشتے لکھتے ہیں، مگر روزہ کے بارے

میں فرشتے یہ لکھتے ہیں کہ اس نے روزہ رکھا۔ اس کا اجر اور بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دیں گے۔

اس میں ایک نکتہ ہے۔ اس کو خوب سمجھ لیں کہ ہر دینے والا اپنے مقام کے مطابق دیتا ہے۔ فرض کریں کہ اگر کوئی سائل آ کر مجھ سے مانگے تو میں اپنی حیثیت کے مطابق اسے ایک روپیہ دے دوں گا۔ اور اگر وہی آدمی ملک کے کسی امیر آدمی سے مانگے تو وہ ایک روپیہ دیتے ہوئے شرمائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اسے ایک ہزار روپیہ دے دے۔ اور اگر وہی آدمی سعودی عرب کے بادشاہ سے جا کر مانگے تو وہ ایک ہزار بھی دیتے ہوئے شرمائے گا، وہ اسے ایک لاکھ روپیہ دے گا۔ بلکہ ہم نے سنا ہے کہ وہاں کروڑوں چلتے ہیں، اس سے کم کی بات ہی نہیں ہوتی۔ جب دنیا کے بڑے لوگ اپنے مقام اور حیثیت کے مطابق دیتے ہیں تو یہاں سے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ قیامت کے دن جب روزے کی عبادت کا اجر اللہ تعالیٰ دیں گے تو وہ بھی اپنی شان کے مطابق عطا فرمائیں گے۔ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ حدیث پاک کے الفاظ تو یہی ہیں، مگر اعراب میں فرق ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حدیث پاک میں ہے۔

اَلصَّوْمُ لِیْ وَ اَنَا اُجْزٰی بِہٖ.

(روزہ میرے لئے اور روزہ کا بدلہ بھی میں خود ہوں)

یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ روزہ کے بدلے اپنا دیدار عطا فرمائیں گے۔

بے مثال اور بے ریا عبادت

حدیث پاک میں آیا ہے

عَلَیْکَ بِالصَّوْمِ فَاِنَّهٗ لَا مِثْلَ لَهٗ .

(تمہارے اوپر روزہ لازم ہے کیونکہ اس کی کوئی مثل نہیں)

لہٰذا روزہ کے بارے میں دو باتیں ذہن نشین کرلیں۔ ایک تو یہ کہ یہ ایک بے مثال عبادت ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ ایک بے ریا عبادت ہے۔ روزہ میں ریا ہوتی ہی نہیں۔ آپ پوچھیں گے، وہ کیسے؟ وہ اس طرح کہ روزہ دار آدمی جب وضو کرتا ہے تو اس وقت کلی کرنے کے لئے منہ میں پانی ڈالتا ہے، اب اگر وہ آدھا پانی اندر لے جائے اور آدھا باہر نکال دے تو کسی کو کیا پتہ چلے گا۔ پیاس ہونے کے باوجود جب وہ منہ میں گئے ہوئے پانی کو نکال دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ رب العزت کے لئے روزہ رکھ رہا ہوتا ہے۔ ورنہ مخلوق کو کیا پتہ۔ اس لئے روزہ میں ریا نہیں ہے۔ اور چونکہ روزہ میں ریا نہیں ہوتی اس لئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ اس کا بدلہ بھی میں خود ہوں۔

روزہ ڈھال ہے

ایک حدیث پاک میں فرمایا گیا:

اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ (روزہ ڈھال ہے)

روزہ تین چیزوں سے ڈھال ہے۔

(۱) نفس اور شیطان کے مکر وفریب سے ڈھال ہے۔ لہٰذا جس انسان کو خواہشات نفسانیہ تنگ کریں روزہ اس کے لئے تیر بہدف علاج ہے۔ جو وساوس شیطانیہ میں ہر وقت گرفتار رہتا ہو، وہ ذرا بھوکا رہ کر دیکھے، جوانی کا نشہ ہرن ہو جائے گا۔

(۲) دنیاوی پریشانیوں اور مصائب سے ڈھال ہے۔ اس لئے جو انسان کثرت کے ساتھ روزہ رکھنے والا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو دنیا کے مصائب اور پریشانیوں

سے محفوظ فرمادیں گے۔

(۳) قیامت کے دن دوزخ کے عذاب سے ڈھال ہوگا۔

روزہ اور قرآن کی شفاعت

حدیث پاک میں آیا ہے۔

اَلصِّیَامُ وَالْقُرْآنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

(روزے اور قرآن قیامت کے دن بندے کی شفاعت کریں گے)

روزہ قیامت کے دن اللہ رب العزت کے سامنے یہ شفاعت کرے گا کہ اے اللہ! اس بندے کو اپنی رضا عطا فرما دیجئے اور قرآن مجید بھی شفاعت کرے گا کہ اے اللہ! یہ بندہ میری تلاوت کرتا تھا اس لئے اس سے عذاب کو ہٹا دیجئے اور اس کو جنت عطا فرما دیجئے۔

نیکیوں کا سیزن

آپ نے دنیا میں دیکھا ہوگا کہ مختلف کاروباروں کے سیزن ہوتے ہیں۔ جب کسی چیز کا سیزن ہو وہ تاجر اپنے آپ کو ہر طرف سے فارغ کر کے سیزن کماتا ہے۔ اس کو پتہ ہوتا ہے کہ میں چند مہینے کام کروں گا اور اس کا نفع پورا سال مجھے فائدہ دے گا۔ رمضان المبارک کا مہینہ نیکیوں کے سیزن کے مانند ہے۔ اس لئے اس مہینہ میں ہمارے مشائخ خوب ڈٹ کر عبادت کیا کرتے تھے۔

مغفرت کا موسم

موسموں میں ایک بہار کا موسم بھی ہوتا ہے۔ جب وہ موسم آتا ہے تو ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے، پھول ہی پھول نظر آتے ہیں۔ ان کی خوشبو سے فضا معطر

رہتی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ مغفرت کا موسم ہے۔ اس میں اللہ رب العزت بندے کی مغفرت کا منظر سجاتے ہیں۔ روزہ رکھنے والے کیلئے پانی کے اندر مچھلیاں، بلوں کے اندر چیونٹیاں اور ہوا کے اندر پرندے مغفرت کی دعائیں مانگتے ہیں۔ روزہ دار آدمی اللہ رب العزت کو اتنا پسند ہے کہ اس کا سونا بھی عبادت ہے۔ جب وہ سانس لیتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا اجر وثواب دیا جاتا ہے اور افطاری کے وقت روزہ دار کی دعا قبول ہوتی ہے۔

ایک بات پر غور کیجئے کہ بالفرض اللہ کا کوئی بہت ہی نیک اور برگزیدہ بندہ ہو اور وہ آدمی آپ کو کسی وقت بتا دے کہ ابھی مجھے خواب کے ذریعے بشارت ملی ہے کہ یہ قبولیت دعا کا وقت ہے، تم جو کچھ مانگ سکتے ہو، اللہ رب العزت سے مانگ لو۔ اگر وہ آپ کو بتائے گا تو آپ کیسے دعا مانگیں گے؟ بڑی عاجزی وانکساری کے ساتھ رو رو کر اللہ رب العزت سے سب کچھ مانگ لیں گے کیونکہ دل میں یہ استحضار ہوگا کہ اللہ کے ایک ولی نے ہمیں بتا دیا ہے کہ یہ قبولیت دعا کا وقت ہے۔ جب ایک ولی بتائے کہ یہ قبولیت دعا کا وقت ہے تو ہم اتنے شوق کے ساتھ دعا مانگیں گے اب ذرا سوچئے کہ ولیوں اور نبیوں کے سردار اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ نے فرمایا کہ روزہ دار آدمی کی افطار کے وقت اللہ تعالیٰ دعائیں قبول فرماتے ہیں تو ہمیں افطاری کے وقت کتنے شوق اور لجاجت سے اور پر امید ہو کر اللہ رب العزت سے دعائیں مانگنی چاہئیں۔ ویسے بھی دستور یہ ہے کہ اگر آپ کسی آدمی کو مزدوری کرنے گھر لائیں اور وہ سارا دن پسینہ بہائے، اور شام کے وقت گھر جاتے ہوئے آپ سے مزدوری مانگے تو آپ اس کی مزدوری کبھی نہیں روکیں گے، حالانکہ ہمارے اندر کتنی خامیاں ہیں۔ بغض ہے، کینہ ہے، حسد ہے،

بخل ہے، لیکن جو ہمارے اندر تھوڑی سی شرافت نفس ہے وہ اس بات کو گوارا نہیں کرتی کہ جس بندے نے سارا دن محنت کی ہے ہم اس کو شام کے وقت مزدوری دیئے بغیر خالی بھیج دیں۔ اگر ہمارا دل یہ نہیں چاہتا تو جس بندے نے اللہ کے لئے بھوک اور پیاس برداشت کی اور افطاری کے وقت اس کا مزدوری لینے کا وقت آئے تو کیا اللہ تعالیٰ بغیر مزدوری دیئے اس کو ٹرخا دیں گے۔

اعمال میں جمعیت حاصل کرنے کا سنہری موقع

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک انسان کے آنے والے سال کا ایک نمونہ ہوتا ہے۔ اس لئے جس بندے نے جمعیت کے ساتھ رمضان المبارک گزارا اس کا آنے والا سال بھی جمعیت کے ساتھ گزرے گا اور جس کا رمضان المبارک تفرقہ کے ساتھ گزرا اس کا آنے والا سال بھی تفرقہ کے ساتھ گزرے گا۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جو آدمی چاہتا ہے کہ مجھے تہجد کی پابندی نصیب ہو وہ رمضان المبارک میں پورا مہینہ تہجد کی پابندی کر لے، آنے والے سال میں اللہ رب العزت اپنی مدد فرمائیں گے اور اس کو تہجد کا دوام عطا فرما دیں گے۔ اگر کسی کو یہ شکوہ ہے کہ میری آنکھ میرے قابو میں نہیں ہے تو وہ تجربہ کر کے دیکھ لے۔ وہ پورا رمضان المبارک اپنی نظروں کی حفاظت کر لے تو اللہ رب العزت اسے آئندہ پورے سال میں نگاہوں پر کنٹرول عطا فرما دیں گے۔ اسی طرح جو آدمی جھوٹ سے نہیں بچ سکتا وہ پورے رمضان المبارک میں جھوٹ سے بچے، اللہ رب العزت اسے آنے والے سال میں جھوٹ سے محفوظ فرما دیں گے۔ گویا ہم جس طرح اپنا رمضان المبارک گزاریں گے ہمارا آنے والا سال اسی طرح گزرے گا۔ پورا رمضان المبارک باقاعدگی سے تلاوت کریں اللہ تعالیٰ

آنے والے سال میں باقاعدگی سے تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرما دیں گے۔

اعتکاف کا لغوی واصطلاحی معنی

اعتکاف عُکُوْف سے نکلا ہے۔ اور عکوف کا معنی ہے جم جانا، بیٹھ جانا، شرعی اصطلاح میں رمضان المبارک کے آخری دس دن سنت کی نیت کے ساتھ مسجد کے اندر اپنے آپ کو پابند کر لینا اعتکاف کہلاتا ہے۔ البتہ اس دوران انسان اپنی حوائج ضروریہ (وضو وغیرہ) کے لئے مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔

اعتکاف کا اصل مقصد

اعتکاف کا اصل مقصد اللہ رب العزت کے در کی چوکھٹ کو پکڑ کر بیٹھ جانا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ جو سخی لوگ ہوتے ہیں ان کا دروازہ بند ہوتا ہے تو فقیر لوگ وہاں ڈیرہ لگا لیتے ہیں۔ ان کو پتہ ہوتا ہے کہ یہ دروازہ بند نہیں رہ سکتا، یہ ضرور کھلے گا۔ اور جب کھلے گا اور میں سامنے ہوں گا تو مجھے اس کا قرب ضرور ملے گا۔ اسی طرح معتکف بھی اللہ رب العزت کی رحمت کے دروازے کے سامنے امید لگا کر بیٹھ جاتا ہے۔ ان راتوں میں شب قدر تلاش کرنی ہوتی ہے۔ آپ یہ نیت کریں کہ ہم ان دس دنوں میں اللہ رب العزت کی محبت، اس کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہاں آئے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا مجاہدہ

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِيْ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهٖ (مسلم)

(نبی علیہ السلام رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اتنا مجاہدہ فرمایا کرتے تھے کہ اتنا مجاہدہ سال کے دوسرے حصوں میں نہیں کرتے تھے)

بخاری شریف کی روایت ہے:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ شَدَّ مِيْزَرَهُ وَ اَحْيٰى لَيْلَهُ وَ اَيْقَظَ اَهْلَهُ.

[حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب آخری عشرہ داخل ہوتا تھا تو نبی کریم ﷺ اپنے ازار کو کس کر باندھ لیتے تھے، راتوں کو جاگ کر گزار دیتے تھے اور راتوں میں اپنے اہل خانہ کو بھی جگاتے تھے]

لیلۃ القدر کی فضیلت

یہ سب کچھ تعلیم امت کے لئے تھا۔ اسی لئے حدیث پاک میں آیا ہے۔

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ .

(بخاری ومسلم)

[جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لئے) کھڑا ہو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں]

اس میں ایک نکتہ ہے کہ جو آدمی یہ چاہے کہ اللہ رب العزت مجھے معاف کر دے، اس کو چاہیے کہ اپنے دل سے وہ سب لوگوں کے بارے میں غصہ نکال دے۔ وہ اپنے سینے کو بے کینہ کر لے اور سب کو اللہ کے لئے معاف کر دے۔ یہ وہ موتی اور ہیرا ہے جو اللہ والوں کی محفلوں سے اس عاجز نے پایا ہے۔ جو آدمی ان آخری راتوں میں جاگ کر عبادت کرے اور اپنے سینے سے سب کے بارے میں غصہ نکال دے تو روز محشر اللہ رب العزت اسی کو بہانہ بنا کر معاف فرما دیں گے۔

زندگی کے بہترین لمحات

اس لئے یہ وقت آپ کی زندگی کے بڑے ہی قیمتی اوقات میں سے ایک ہے۔اس وقت کو غنیمت سمجھتے ہوئے آپ اپنے لمحات کو ذکر، عبادت اور تلاوت میں صرف کیجئے۔ مسجد میں رہ کر دنیا کی باتیں کرنا ویسے ہی ممنوع ہے۔اس لئے اعتکاف کی حالت میں بہت زیادہ پرہیز کیجئے۔وقت کو ایسے گزاریں کہ ہر بندے کو اپنی فکر لگی ہوئی ہو۔ یہ نہ ہو کہ لوگ عبادت کر رہے ہوں تو میں بھی عبادت کروں اور جب لوگ سو جائیں تو میں بھی سو جاؤں، نہیں بلکہ ہر ایک کا اپنا ظرف ہے اور ہر ایک کی اپنی ہمت ہے۔اس میں خوب ہمت لگائیں۔ البتہ جو اجتماعی اعمال ہیں۔مثلاً جب بیان یا تعلیم کا وقت ہو اس میں پابندی کرنا ضروری ہوگا۔اس سلسلہ میں ہم نے ایک نظام الاوقات بنا دیا ہے۔انشاء اللہ اس محفل کے آخر میں وہ نظام الاوقات تقسیم کر دیا جائے گا۔آپ اس کو اپنے پاس رکھیں اور اس کے مطابق وقت کی پابندی کریں۔ یہ نہ ہو کہ جب بیان کا وقت ہو اس وقت آپ سو جائیں اور جب سونے کا وقت ہو اس وقت آپ تبادلہ خیالات فرمائیں۔اگر آپ اس نظام الاوقات کی ترتیب سے چلیں گے تو فائدہ ہوگا۔ اتنی بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ آج اپنے دلوں کی کیفیت دیکھ لیجئے۔اگر زندگی رہی تو جب اعتکاف سے اٹھ کر جانے لگیں گے تو اس وقت بھی آپ دل کی کیفیت کو دیکھ لیجئے گا۔ یہ ہمارے مشائخ کی نسبت کوئی کچی چیز نہیں ہے بلکہ ایک پکی اور ٹھوس چیز ہے۔ان دس دنوں میں آپ کو اپنے دل کی حالت میں واضح تبدیلی نظر آئے گی۔ آپ یوں محسوس کریں گے کہ جیسے آدمی کسی دوسرے جہان میں چلا گیا تھا اور بہت عرصہ کے بعد دوبارہ اس دنیا میں واپس آیا ہے۔اللہ والوں کی صحبت کی یہ تاثیر

ہوتی ہے کہ دلوں سے دنیا کی محبت نکال دیتے ہیں اور اللہ رب العزت کی محبت دلوں میں بھر دیتے ہیں۔ آپ آداب کے ساتھ یہ وقت گزاریئے گا۔ سادہ سی باتیں ہوں گی...... ہم نے کوئی زمین و آسمان کے قلابے نہیں ملانے، کوئی انوکھے مضامین بیان نہیں کرنے، مقصد فقط یہ ہے کہ اپنا وقت بھی اللہ رب العزت کی رضا کے لئے گزر جائے اور آپ کا یہاں آنا بھی قیمتی بن جائے۔

رمضان المبارک کمانے والے خوش نصیب

آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو خوب عبادت کرتے ہیں۔

- ایک جوان عالم ہیں۔ ان کی داڑھی کے سب بال سیاہ ہیں۔ ان کا اس عاجز سے بیعت کا تعلق ہے۔ وہ پچھلے رمضان المبارک کے بعد فرمانے لگے۔ حضرت! الحمدللہ، اللہ کی توفیق سے یہ رمضان المبارک ایسا گزرا کہ میں نے ہر دن میں ایک قرآن مجید کی تلاوت مکمل کی۔ گویا تیس دنوں میں تیس قرآن مجید مکمل کیے۔
- ایک صاحب نے لکھا کہ حضرت! اس رمضان المبارک میں روزانہ دس ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھنے کی توفیق نصیب ہوئی۔

اگر لوگوں کے معمولات آپ حضرات کو بتانے لگوں۔ جو وہ خطوط لکھ کر بتاتے ہیں تو آپ محسوس کریں گے کہ ہم تو کچھ کر ہی نہیں رہے۔ یہ لوگ اس وقت بھی اسی دنیا میں ہیں۔ ان کے لئے بھی دن چوبیس گھنٹے کا ہے۔ ان کے بیوی بچے بھی ہیں، کاروبار بھی ہیں، ضروریات بھی ہیں، بیماریاں بھی ہیں لیکن اس کے باوجود وہ رمضان المبارک کماتے ہیں۔ ہم اگر پچھلے بیس دنوں میں کچھ نہیں کر سکے تو کوئی بات نہیں، اب اللہ رب العزت نے جو دس دن دے دیئے ہیں، ان دس دنوں کو

قیمتی بنانے کی کوشش کیجئے ۔ جو دوست احباب اپنے کاروبار یا ملازمت یا کسی اور وجہ سے سنت اعتکاف نہیں بیٹھ سکے ان کو چاہیے کہ وہ نفلی اعتکاف کی نیت سے مسجد میں رہیں ۔ یہیں سے وہ کپڑے بدل کر دفتر جائیں اور وہاں سے سیدھے مسجد میں آجائیں ۔ اس طرح ان برکتوں سے ان کو بھی حصہ مل جائے گا ۔

ایک سبق آموز واقعہ

آپ دل میں رمضان المبارک کا احترام رکھیں ۔ اللہ رب العزت کو رمضان المبارک کا احترام بہت پسند ہے ۔ ''نزہۃ المجالس'' کتاب میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مجوسی تھا ۔ یہ وہ وقت تھا جب مسلمان غالب تھے مگر کفار ان کے درمیان رہتے تھے ۔ ایک مرتبہ مجوسی کے بیٹے نے رمضان المبارک کے دنوں میں کھانا کھایا ۔ جب اس نے کھلے عام کھانا کھایا تو اس مجوسی کو بہت غصہ آیا ۔ اس نے بیٹے کو ڈانٹ ڈپٹ کی کہ تجھے حیا نہیں آتی کہ یہ مسلمانوں کا مقدس مہینہ ہے، وہ دن میں روزہ رکھتے ہیں اور تو دن میں اس طرح کھلے عام کھا رہا ہے ۔ خیر بات آئی گئی ہوگئی ۔

اس مجوسی کے پڑوس میں ایک بزرگ رہتے تھے ۔ جب اس مجوسی کا انتقال ہو گیا تو ان بزرگ نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجوسی جنت کی بہاروں میں ہے ۔ وہ بڑے حیران ہوئے ۔ اس سے پوچھنے لگے کہ آپ تو مجوسی تھے اور میں آپ کو جنت میں دیکھ رہا ہوں ۔ وہ جواب میں کہنے لگا کہ ایک مرتبہ میرے بیٹے نے رمضان المبارک میں کھلے عام کھانا کھایا تھا اور میں نے رمضان المبارک کے ادب کیوجہ سے اس کو ڈانٹا تھا ۔ اللہ تعالیٰ کو میرا یہ عمل اتنا پسند آیا کہ موت کے وقت مجھے کلمہ پڑھنے کی توفیق نصیب فرما دی، اس طرح مجھے اسلام پر موت آئی اور اب

میں جنت کے مزے لے رہا ہوں۔

سوچنے کی بات ہے کہ جو بندہ ادب کی وجہ سے بچے کو تنبیہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ عمل بھی پسند آ جاتا ہے تو جو بندہ اس کا حقیقی معنوں میں ادب کرے گا اور اس میں اعمال کو اسی طرح اپنائے گا جیسے اپنانے کا حق ہے تو اللہ رب العزت اس پر کیوں نہیں مہربانی فرمائیں گے۔ لہٰذا ان دس راتوں کو زندگی کی قیمتی راتیں سمجھیں اور یوں سوچیں کہ اللہ رب العزت نے ہمیں اپنے گھر میں لا کر بٹھا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کچھ دینا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہم مانگیں جو مانگنا چاہتے ہیں۔

نیکیوں کی چیک بک

آپ رمضان المبارک کی مثال یوں سمجھیں جیسے بنک کی چیک بک ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گویا ہمیں تیس چیک والی چیک بک دی ہے کہ تم اس کے اندر جتنی چاہو رقم لکھ لو۔ وہ تمہارے لئے آخرت میں جمع ہوتی جائے گی۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے خالی چیک بھیج دیئے اور کچھ بھی نہیں لکھا، ان کے دن ایسے ہی گئے، کئی ایسے ہوں گے جو ایک لاکھ لکھیں گے، کئی ایک ملین لکھیں ئے اور کئی بلین لکھیں گے، ہر کوئی اپنی پسند اور نصیب کے مطابق لکھے گا۔ ہمارے بیس چیک جمع ہو چکے ہیں اور دس چیک باقی ہیں۔ ان چیکوں پر لکھنا ہمارا کام ہے۔ جتنی رقم لکھیں گے آخرت کے خزانے میں اتنی ہی نیکیاں جمع ہوتی جائیں گی۔ اس لئے ان دنوں اور راتوں کو خوب عبادت میں گزاریئے۔ دل میں یہ نیت رکھیے کہ اے اللہ! میں آپ سے آپ ہی کو چاہتا ہوں اس لئے میں آپ کے گھر میں آ کر بیٹھتا ہوں۔ جب آپ یوں نیت کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ آسانی فرما دیں گے۔ اللہ تعالیٰ بڑے قدر دان ہیں، جب انسان سچے دل کے ساتھ اس کی چوکھٹ پر پڑ جاتا ہے تو

اللہ تعالیٰ ضرور رحمت کا معاملہ فرماتے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کا قول ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے امت محمد ﷺ کو عذاب دینا ہوتا تو وہ اس امت کو سورۃ اخلاص اور رمضان المبارک کا مہینہ عطا نہ فرماتے۔

رمضان المبارک اور حضرت یوسف علیہ السلام کی باہمی نسبت

ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے رمضان المبارک کو باقی مہینوں کے ساتھ وہ نسبت ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے بھائیوں سے تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت یوسف علیہ السلام تھے اور ایک یوسف علیہ السلام کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے باقی گیارہ بیٹوں کی غلطی اور جرم کو معاف فرمادیا تھا۔ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ سال کے بارہ مہینے ہیں۔ اس میں رمضان المبارک کا مہینہ حضرت یوسف علیہ السلام کی مانند ہے اس ایک مہینے کی برکت سے اللہ تعالیٰ گیارہ مہینوں کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں

مجالس اعتکاف کا مقصد

آپ کی خدمت میں مختلف مجالس میں تربیت کے عنوان پر کچھ باتیں پیش کی جاتی رہیں گی۔ ان کا مرکزی خیال تربیت ہوگا۔ سارے مضامین اس طرح کے ہوں گے کہ انسان میں نیکی کا شوق آئے گا۔ اخلاق اچھے پیدا ہوں گے۔ انسان گناہوں سے باز آئے گا۔ اور آخرت کی طرف رجوع نصیب ہوگا۔ آپ طلب لے کر بیٹھیے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا یہاں آنا اور بیٹھنا قبول فرمائیں گے اور ہم عاجز مسکینوں پر ترس فرمادیں گے۔

ایک بددعا پر نبی رحمت ﷺ کا آمین کہنا

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بددعا کی۔

بَعُدَ مَنْ اَدْرَکَ رَمَضَانَ فَلَمْ یُغْفَرْلَهٗ (رواہ الحاکم)

(برباد ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس نے اپنی مغفرت نہ کروائی)

اس میں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اوّل تو جبرئیل علیہ السلام بددعا کرنہیں سکتے۔ کیونکہ قرآنی فیصلہ ہے کہ

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (التحریم:۶)

(نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جو بات فرمائے ان کو، اور وہی کام کرتے ہیں جوان کو حکم ہو)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی طرف سے حکم تھا اور منشائے خداوندی تھی کہ جاؤ اور بددعا کرو کہ برباد ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اپنی مغفرت نہ کروائی۔ لیکن اس بددعا پر نبی علیہ السلام کا آمین کہہ دینا بہت ہی عجیب بات ہے ...... آپ ذرا کسی ماں کے سامنے اس کے بیٹے کو بدبخت کہہ کر تو دیکھیں یا کسی ماں کے سامنے اس کے بیٹے کو بددعا دے کر کے تو دیکھیں۔ وہ ایک لفظ بھی اپنے بیٹے کے خلاف نہیں سن سکے گی۔ وہ کہے گی کہ میرے بیٹے کو بددعا دی جارہی ہے۔ کوئی ایسا تصور نہیں کر سکتا کہ کوئی بیٹے کو بددعا دے اور ماں اس پر آمین کہہ دے...... اگر ماں محبت کی وجہ سے آمین نہیں کہہ سکتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بالمومنین رؤف الرحیم ہیں۔ مؤمنین کے ساتھ شفقت اور مہربانی سے پیش آنے والے ہیں انہوں نے کیسے جبرئیل علیہ السلام کی بددعا پر آمین کہہ دی؟۔

ہمارے مشائخ نے جواب میں لکھا ہے کہ وجہ یہ تھی کہ رمضان المبارک میں اللہ رب العزت گناہوں کو اتنا جلدی معاف کر دیتے ہیں کہ جو بندہ تھوڑی سی بھی کوشش کر لے اللہ تعالیٰ اس کی بھی مغفرت فرما دیتے ہیں، اور جو اتنی بھی کوشش نہ کرے وہ پکا محروم ہے، اللہ کے محبوب ﷺ نے یہی فرمایا کہ جو رمضان کا اتنا بھی لحاظ نہیں کرتا کہ اللہ سے گناہوں کی مغفرت کروا لے تو وہ پکا محروم ہے اس کا تو برباد ہو جانا ہی بہتر ہے، اس لئے آمین کی مہر لگا دی۔

عید یا وعید

رمضان المبارک کے بعد یا تو ہمارے لئے عید ہو گی یا پھر ہمارے لئے وعید ہو گی ہم دونوں میں سے ایک حال میں ہوں گے۔ عید کے بارے میں تو آپ جانتے ہیں کہ خوشی کو کہتے ہیں۔ اور وعید سزا کو کہتے ہیں۔ جن لوگوں کی رمضان المبارک میں مغفرت ہو گی ان کی اس رمضان کے بعد عید ہو گی اور جن کی رمضان میں مغفرت نہ ہو سکی ان کے لئے رمضان کے بعد وعید ہو گی۔ ایک مرتبہ عید قریب تھی۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا، حضرت! عید کب ہو گی؟ وہ فرمانے لگے، ''جب دید ہو گی تب عید ہو گی''۔ مطلب یہ ہے کہ جب محبوب کی دید ہو گی تب ہماری عید ہو گی۔ کیونکہ عاشق کا تو کام ہی یہی ہوتا ہے۔ اس کے لئے تو محبوب کا وصل ہی اصل عید ہوتی ہے۔ اس لئے آپ ان راتوں میں یہ دعا مانگئے کہ اے اللہ! ہمیں اپنا قرب عطا فرما تا کہ ہماری عید صحیح معنوں میں عید بن سکے۔

اجتماعی عمل کی فضیلت

یہ ذہن میں رکھیے گا کہ جب کوئی کام جماعتی طور پر کیا جاتا ہے تو اس جماعت

میں سے اگر کسی ایک کا بھی کوئی عمل قبول ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس ایک کی برکت سے سب کا عمل قبول فرما لیتے ہیں۔اسی لئے فرض نماز کی جماعت کا یہ مسئلہ ہے کہ جتنے نماز پڑھنے والے ہوتے ہیں ان میں سے کسی ایک کی نماز قبول ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے سب کی نماز قبول فرما لیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہ بعید ہے کہ سب لوگ اکٹھا کام کریں، ان میں سے ایک کا تو وہ قبول کر لے اور دوسروں کو پیچھے ہٹا دے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب سب نے مل کر کام کیا۔ ان میں سے ایک کا عمل قبولیت کے درجے تک پہنچ گیا تو چلو اس کی برکت سے سب کا قبول کر لیتے ہیں۔ جب نماز اور حج اس طرح قبول ہو جاتے ہیں تو اعتکاف کا مسئلہ بھی اسی طرح ہے۔ ہم سب یہاں مل کر بیٹھے ہیں، اب آخر اتنے بندوں میں سے کسی کی فریاد تو اللہ تعالیٰ کو پسند آئے گی۔ کسی کا رونا، کسی کی تہجد، کسی کا سجدہ اور کسی کی توبہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو گی۔ جس کا بھی کوئی عمل قبول ہو گا اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہم عاجز مسکینوں کے اعتکاف کو بھی قبول فرما لیں گے۔ اس لئے آپ حسن ظن کے ساتھ بیٹھئے گا کہ میں جو یہاں بیٹھا ہوں، بس مجھے اللہ نے کچھ نوازنے کے لئے یہاں پہنچا دیا ہے۔ میرا کام ہے اس وقت کو عبادت کے ساتھ گزارنا۔ اللہ رب العزت میرا یہ اعتکاف ضرور بالضرور قبول فرمائیں گے اور اسے میرے لئے آخرت میں نجات کا سبب بنائیں گے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں پابندی کے ساتھ ان مجالس میں بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری اصلاح فرما دے۔ ہم سب جس مقصد کے لئے یہاں مل کر بیٹھے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم سب اپنی اصلاح چاہتے ہیں۔ اس لئے دل میں اپنی اصلاح کی نیت کر لیجئے کیونکہ انسان اللہ تعالیٰ سے جو امید لگاتا ہے اللہ

تعالیٰ اس امید کو پورا فرما دیتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس اعتکاف کو ہماری اصلاح کا ذریعہ بنائے۔ ہمارے دلوں میں اپنی محبت پیدا فرمائے اور ان دس دنوں میں ہمیں لیلۃ القدر کی عبادت کا شرف نصیب فرمادے۔ (آمین ثم آمین)

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین

اشعار مراقبہ

دل مغموم کو مسرور کر دے
دل بے نور کو پر نور کر دے
فروزاں دل میں شمع طور کر دے
یہ گوشہ نور سے معمور کر دے
ہے میری گھات میں خود نفس میرا
خدایا! اس کو بے مقدور کر دے
مئے وحدت پلا مخمور کر دے
محبت کے نشے میں چور کر دے
میرا ظاہر سنور جائے الٰہی!
میرے باطن کی ظلمت دور کر دے

انڈیا سے شائع ہونے والی نایاب کتاب
دوائے دِل
شیخ العصر فخر الاماثل محبوب العارفین
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ
کے ارض ہند پر ہونے والے بیانات کا مجموعہ
اپنے منفرد موضوعات کے ساتھ
اپنا دل سنواریئے
مخلص اور باعمل عالم بنئے
اللہ کا پیغام انسانیت کے نام
تزکیہ کی اہمیت
دنیا تماشہ گاہ نہیں
ذکر کی تاثیر
صالح بندہ کیسے بنیں؟
فکر سفر آخرت
لذت قرآن
رب غفار کا گناہ گاروں سے پیار
مقام خوف کی سیر
آج ہی طلب فرمائیں
برائے رابطہ
مکتبۃ الفقیر
223 سنت پورہ فیصل آباد
+92-041-618003
+92-041-631539

لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمرقند

ایک اللہ والے کا روس کی آزاد ریاستوں کا سفرنامہ
جو لوگوں کے دلوں کو تاراج کرتا ہوا کریملین پیلس تک جا پہنچا۔

چلیے قدم بقدم فقیر کے سنگ

- دریائے آمو کے اُس پار ———
- تیین شیین پہاڑوں کے دامن میں ———
- فرغانہ کی وادیوں میں ———
- سائبیریا کی یخ بستہ ہواؤں میں ———
- کوہ قاف کے دیس میں ———
- دُنیا کے شمالی کنارے پر ———
- سمرقند و بخارا کے مدارس میں ———
- علماء و مشائخ کے مزارات پر ———

بہت سے تاریخی اور سبق آموز واقعات پر مبنی
ایک دلچسپ خود نوشت

مکتبۃ الفقیر
223 سنت پورہ فیصل آباد
+92-041-618003
+92-041-631539